۱۸۴







سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۱۷

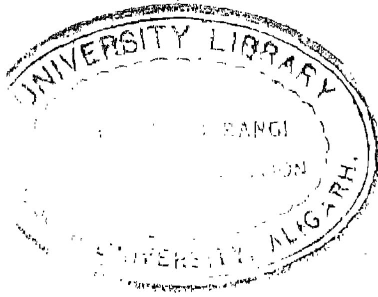
اُسوۂ صحابہؓ

حصہ دوم

صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی سیاسی، مذہبی، اور علمی خدمات کی تفصیل کر کے یہ دکھایا گیا ہے کہ اُنھوں نے کیونکر اسلام کے عادلانہ نظام حکومت کو قایم رکھا، اور کیونکر مذہب، اخلاق، اور علوم اسلامیہ کی حفاظت و اشاعت کی،

از

عبد السلام ندوی



UNIVERSITY LIBRARY
ALIGARH

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف شہر اعظم گڈھ مطبوع گردید

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱
سیاسی خدمات	۱
خلافت آلٰہی	"
صحابہ کو خلافت کی خواہش نہ تھی	۲
خلافت کی ذمہ داریوں کا احساس	۳
فرائض خلافت	۴
دیانت	۹
مساوات	۱۴
زہد و تواضع	۱۷
ایثار	۲۱
حق پسندی	۲۳
رحم و شفقت	۲۴
حلم و عفو	۲۹
مساوات فی الحقوق	۳۱
رعایا کے حقوق کا اعلان	۳۲
مشورہ	۳۴
نبوت و خلافت میں تفریق و امتیاز	۳۵
خانہ جنگی سے اجتناب	۳۶

مضمون	صفحہ
اطاعت خلفاء	۴۱
لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ	۴۳
تشتت و اختلاف سے اجتناب	۴۷
حقوق طلبی	۴۸
امراء و عمال	۵۰
عمال کی معزولی	۶۴
تنخواہ	۶۶
صیغۂ عدالت	۶۷
اصول و آئین عدالت	"
قضاۃ کا انتخاب	۶۸
قضاۃ کی ذمہ داریوں کا احساس	۶۹
عدل و انصاف	۷۰
رشوت ستانی کا انسداد	۷۱
ماہرین فن کی شہادت	۷۲
تحریری فیصلے	"
اخلاق کا اثر مقدمات پر	۷۳
صیغۂ محاصل و خراج	۷۵
وصولی خراج کا طریقہ	۷۹
جزیہ	۸۰
عشر	"
زکوۃ و عشور	۸۱

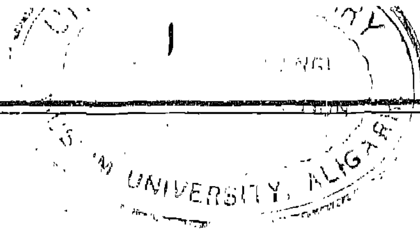
مضمون	صفحہ
دیوان و دفتر بیت المال	۸۱
نظارت نافعہ	۸۳
کنوئیں	"
چوکیاں اور سرائیں	۸۴
مہمان خانے	۸۵
حوض اور نہریں	۸۶
نہر سعد	۸۷
نہر ابی موسیٰ	"
نہر معقل	۸۸
نہر امیر المومنین	"
زرعی نہریں	۸۹
بند	"
پل اور سڑکیں	۹۰
سرکاری عمارتیں	"
دار الامارۃ	"
جیل خانے	۹۱
غلہ خانے	"
بازار	۹۲
شفاخانے	۹۳
چھاؤنیاں اور قلعے	"
حمام	۹۵

4 FEB 1968
CHECKED-2002
M.A.LIBRARY, A.M.U.

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
وصیت	۹۵	یہود خیبر	۱۲۸	مساوات	۱۴۵
اوقاف	۹۶	نصارائے نجران	۱۲۹	**رعایا کی آسایش کا انتظام**	۱۴۶
شہرون کی آبادی	۹۸	نصارائے عربسوس	۱۳۰	شیرخوار بچون کے وظیفے	۱۴۷
کوفہ	〃	**غلامون کے حقوق**	۱۳۱	لاوارث بچون کے وظیفے	۱۴۸
موصل	۱۰۰	اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا	〃	قحط کا انتظام	〃
جیزہ	〃	اسیران جنگ کو کھانا کھلانا اور		رعایا کی شکایتون سے واقف ہونے	
اردبیل	〃	ان کے آرام وآسایش کا سامان		کے وسائل	۱۴۹
مرعش	۱۰۱	بہم پہونچانا	۱۳۲	موذی جانورون کا قتل	۱۵۰
قیروان	〃	شاہی خاندان کے اسیران جنگ		**مذہبی خدمات**	۱۵۱
تعزیر وحدود	۱۰۲	کے ساتھ برتاؤ	۱۳۳		
ذمی رعایا کے حقوق	۱۱۳	اسیران جنگ کو اعزہ واقارب سے		**اشاعت اسلام**	〃
مذہبی تعلقات	〃	جدا نہ کرنا	〃	نومسلمون کا تکفل	۱۷۱
تمدنی تعلقات	۱۱۵	لونڈیون کے ساتھ بغیر استبراء		**اقامت دین**	۱۷۲
سیاسی تعلقات	〃				
جان کی حفاظت	۱۲۰	کے مقاربت نہ کرنا	〃	عقائد	〃
مال وجائداد کی حفاظت	۱۲۲	غلامون کی آزادی	۱۳۴	نماز	۱۷۵
مذہبی آزادی	۱۲۳	عرب کا غلام نہ بنانا	۱۴۰	زکوة	۱۷۸
جزیہ کی وصولی مین رعایت و نرمی	۱۲۴	غلامون کو مکاتب بنانا	۱۴۱	حج	〃
ملکی حقوق	۱۲۵	ام الولد کے بیع وشراء کی ممانعت	۱۴۲	روزہ	۱۸۰
آزادی تجارت	〃	اسیران جنگ کے اعزہ واقارب کا		تحریم مدینہ	〃
سازش اور بغاوت کی حالت مین		جدا نہ کرنا	〃	نکاح وطلاق	〃
ذمیون کے ساتھ سلوک	۱۲۶	غلامون کے وظیفے	۱۴۳	جمع وترتیب قرآن	۱۸۱
ان مراعات کا ذمیون پر اثر	〃	غلامون کی تعلیم	۱۴۴	**احتساب**	۱۸۵
عیسائیون اور یہودیون کی		غلامون کو امان دینے کا حق دینا	〃	**تجدید واصلاح**	۱۹۴
جلاوطنیان	۱۲۸	غلامون کی عزت وآبرو کی حفاظت	〃	رسوم جاہلیت کا انسداد	〃

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شرک وبدعت کا استیصال	۱۹۹	مسجد فضیح	۲۴۰	علمی تعلیم	۲۶۷
اصلاح اخلاق	۱۹۷	مسجد بنو قریظہ	۲۴۱	تعلیم تحریر و کتابت	۲۶۹
اصلاح بین الناس	۲۰۱	مشربہ ام ابراہیم	〃	افتاء	۲۷۱
اصلاح معاش	۲۰۲	مسجد بنو ظفر	〃	علم التفسیر	۲۷۵
ارشاد و ہدایت	۲۰۳	مسجد بنو معاویہ	〃	علم حدیث	۲۹۰
پند و نصیحت	〃	مسجد فتح	〃	فن روایت کی ضرورت	〃
نمونہ و مثال	〃	مسجد قبلتین	〃	صحابہ کرام نے فن حدیث کیونکر	
وعظ گوئی	۲۰۴	مسجد السقیار	〃	حاصل کیا؟	۲۹۱
کلمات طیبہ	۲۰۵	مسجد ذباب	۲۴۲	شوق حدیث میں سفر	۲۹۴
جہاد	۲۰۶	مسجد احد	〃	صحابہ کرام نے احادیث کو کیونکر	
جہاد کی حقیقت	〃	انصاب حرم	۲۴۸	محفوظ رکھا	۲۹۶
عہد نبوت میں صحابہ کرام کا فوجی نظام	۲۰۷	خدمات متفرقہ	۲۴۹	صحابہ کرام نے کس حزم و احتیاط	
تمام قوم کا فوج بنانا	〃	مسجد کی صفائی	〃	کے ساتھ ہم تک احادیث کو پہنچایا	۲۹۸
فوجی شعار	۲۰۸	مسجد میں روشنی کا انتظام	〃	روایت حدیث کا مقصد	۳۰۳
فوج کی تقسیم	〃	مسجد میں بخور کا انتظام	۲۵۰	صحابہ کے پاس حدیث کا تحریری	
فوجی تعلیم و تربیت	〃	مسجد کی نگرانی	〃	ذخیرہ کس قدر تھا	۳۰۴
زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام	۲۱۰	اذان	۲۵۱	فرامین رسول	۳۰۵
جہاد کے لیے ساز و سامان	۲۱۱	امامت	〃	جن لوگوں نے صحابہ کرام سے روایتیں	
صحابہ کرام کا فوجی نظام	۲۱۳	حجاج کی خدمت	۲۵۲	کیں انھوں نے احادیث کا کسقدر	
غزوہ بحریہ	۲۱۹	علمی خدمات	۲۵۴	تحریری ذخیرہ فراہم کیا	۳۰۶
جہاز سازی کا کارخانہ	۲۲۱			مدارج حدیث کی تعیین	۳۰۷
فتوحات صحابہ	۲۲۲	تعلیم قرآن	〃	درایت	۳۰۹
تعمیر مساجد	۲۳۸	تعلیم حدیث	۲۶۰	طبقات الصحابہ	۳۱۴
مسجد جمعہ	۲۴۰	تعلیم فقہ	۲۶۵	مرویات صحابہ کی تعداد	۳۱۷

مضمون	صفحہ
علم فقہ	۳۲۲
صحابہ کرام نے رسول اللہ صلعم سے کیونکر فقہ کی تعلیم حاصل کی	〃
طبقات فقہاء صحابہ	۳۲۴
صحابہ کرام نے تابعین کو کیونکر فقہ کی تعلیم دی	۳۲۵
تدوین مسائل فقہ	۳۲۷
صحابہ کرام نے اصول فقہ کے کسقدر مسائل ایجاد کیے	۳۲۹
صحابہ کرام کے اختلافی مسائل کا منشا کیا تھا	۳۳۲
علم اسرار الدین	۳۳۷
علم تصوف	۳۵۱
صوفی اور تصوف	〃
خانقاہیں	۳۵۴
اجزائے تصوف کی بے اعتدالی	۳۵۵
اصطلاحات تصوف	۳۵۹
سلسلۂ تصوف	〃
تصوف صحابہ	۳۶۴
حضرت ابوبکر صدیق	۳۶۷
حضرت عمر فاروق	۳۷۲
حضرت عثمان رضؓ	۳۷۶
حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۳۷۸
اصحاب صفہ	۳۸۰
عام صحابہ	۳۸۳
تصوف صحابہ کی حقیقت	۳۸۶
مقامات واحوال	۳۹۲
علم الانساب	۴۰۶
علم تاریخ	۴۰۹
شعر و شاعری	۴۱۳
خطابت اور زور تقریر	۴۲۸
خاتمہ	۴۳۶
صحابہ کرام کا اثر	〃
صحابہ کرام کا مذہبی اثر	۴۳۷
صحابہ کرام کا اخلاقی اثر	۴۳۸
صحابہ کرام کا علمی اثر	۴۴۰
صحابہ کرام کا عام اثر	۴۴۱
صحابہ کرام کا اثر عقائد پر	۴۴۵
صحابہ کرام کا اثر سیاست پر	۴۴۶





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک، مذہب، اخلاق، سیاست، اور علم ومعرفت کا ایک مکمل مجموعہ تھی جن کے اصول وقواعد قرآن پاک اور احادیث صحیحہ مین بہ تفصیل مذکور ہین، اسلیئے آپ کے وصال کے بعد ان عناصر اربعہ کا تحفظ وبقا صحابہ کرام کا سب سے اہم فرض تھا، اور اونھون نے اس فرض کو جس دیانت اور سرگرمی کے ساتھ ادا کیا، کتاب کے اس حصے مین اوسی کی تفصیل ہے، اگرچہ بحیثیت جانشین رسول کے خلفاء راشدین کو اس فرض کے ادا کرنے کا موقع اور تمام صحابہ سے زیادہ ملا، اور اس لیئے کتاب کا یہ حصہ زیادہ تر خلفاء راشدین ہی کے مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اور علمی کارنامون پر مشتمل ہے، لیکن ان تمام کارنامون کے انجام دینے مین دیگر صحابہ بھی ان کے شریک تھے، مثلاً وہی مسجدون کے امام، درسگاہون کے معلم، صوبون کے حاکم، عدالتون کے قاضی، فوجون کے افسر، اور مسلمانون کے مفتی تھے، اور اس حیثیت سے اون کے عملی مظاہر مساجد سے لیکر ایوان حکومت اور میدان جنگ تک مین یکسان

نظر آتے تھے، اِس بنا پر خلفاء راشدین کے کارنامون کے ساتھ اور صحابہ کے کارنامے بھی اِس حصے مین آگئے ہین، اور اس طرح یہ حصہ تمام صحابہ کے کارنامہائے زندگی کا ایک مکمل مجموعہ بنگیا ہے

جو لوگ اس کتاب کے پہلے حصے مین خود صحابہ کرام کے مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی فضائل و مناقب پڑھ چکے ہین، اونکو اس حصے مین نظر آئیگا کہ جناب رسول اللہ صلعم اپنے فیض تربیت سے کیونکر صحابہ کرام کو تدبیر و سیاست اور علم و معرفت مین بھی دنیا کے لئے ایک مکمل نمونہ بنا کر چھوڑ گئے، اور ان نمونون نے اپنے زمانے مین کیونکر تمام دنیا کو آپکی تعلیمات و تلقینیات کے مطابق مذہب، اخلاق اور سیاست کی صراط المستقیم پر قائم رکھا،

خدا کے اور پیغمبرون نے بھی اپنے اصحاب کو ان تمام چیزون کی تعلیم و تلقین کی ہے لیکن اصحاب رسول اللہ نے جس طرح انکی حفاظت کی، اور جس طرح ان کو قائم و برقرار رکھا اوسکی نظیر سے تمام دنیا کی مذہبی تاریخ خالی ہے، اور درحقیقت ایک ابدی مذہب کے قیام و بقار کیلئے اسی قسم کے برگزیدہ و متدین محافظ درکار تھے۔

عبد السلام ندوی

شبلی منزل،

اعظم گڈھ

۱۱ر جولائی ۱۹۲۲ء

سیاسی خدمات

خلافت آلٰہی

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا ۵ (نور)

خلافت آلٰہی ایک مقدس مذہبی امانت ہے، اسلئے اوس کا استحقاق صرف ایمان و عمل ہی کی بناپر پیدا ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اوّل اوّل جب آسمان پر اس کا اعلان ہوا تو مقربان بارگاہ آلٰہی نے اپنے استحقاق کا اظہار ان الفاظ مین کیا،

و اذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل	جب تیرے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین
فی الارض خلیفہ قالوا اتجعل فیہا	اپنا ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہون تو اون سب نے کہا کیا تو
من یفسد فیہا ویسفک الدماء	زمین مین اپنا خلیفہ اوس شخص کو مقرر کرتا ہے جو اوس مین فساد
ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک ۵ بقر	پھیلائیگا اور خونریزی کریگا، حالانکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین

صحابہ کرام کے عقائد و اعمال کی جو تفصیل پہلے حصے مین گذرچکی ہے اوسکو پڑھکر اگرچہ ہر شخص تسلیم کریگا کہ اونھون نے مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اپنے آپ کو خلافت آلٰہی کا حقیقی مستحق بنالیا تھا، لیکن اس حصے مین ہم اون اخلاقی خصوصیات کو دکھانا چاہتے ہین جن سے نہایت

وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگا کہ صحابہ کرام مین حاکم ومحکوم اور راعی ومرعی دونون کے مشترکہ اخلاقی اوصاف نے خلافت کو کس صحیح اُصول پر قایم کیا اور کس صحیح طریقے پر اوس کو قایم رکھا،

صحابہ کو خلافت کی خواہش نہ تھی، امارت وحکومت اگر امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا ذریعہ ہے تو وہ ایک مقدس فریضۂ مذہبی ہے، لیکن اگر اوس کو ذاتی اغراض کا شکارگاہ بنالیا جائے تو اوس سے بدتر کوئی چیز نہین، اس بنا پر ہر نظام حکومت کے متعلق سب سے پہلے یہ پتہ لگانا چاہیے کہ اوس کی بنیاد کس سطح پر رکھی گئی ہے؟ صحابہ کرام کے دور کی اصلی خصوصیت یہ ہو کہ وہ لوگ ذاتی حیثیت سے امارت وحکومت کی خواہش نہین رکھتے تھے، البتہ جن مواقع پر وہ مذہبی خدمات اور مذہبی اعزاز کا ذریعہ ہوسکتی تھی وہان تمام صحابہ اوس کو محبوب سمجھنے لگتے تھے، جب رسول اللہ صلعم نے غزوۂ خیبر مین اعلان فرمایا کہ "مین آج یہ جھنڈا اوس شخص کو دونگا جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہو اور خدا اوسی کے ہاتھ پر فتح نصیب کرے گا" تو اس مذہبی شرف کے شوق سے تمام صحابہ کے دل لبریز ہوگئے، لیکن ان مواقع کے علاوہ اون کے پاک دل کو کبھی اس ہوس نے آلودہ نہین کیا، خود حضرت عمرؓ فرماتے ہین،

ما احببت الامارۃ الا یومئذ[1]، غزوۂ خیبر کے سوا مین نے کبھی امارت کی خواہش نہین کی،

سقیفہ بنو ساعدہ مین خلافت کا مسئلہ پیش ہوا تو مہاجرین وانصار مین اگرچہ ایک طرح کی کشمکش پیدا ہوگئی تاہم اوس وقت بھی دور صحابہ کی یہ خصوصیت نمایان رہی اوس وقت انصار مہاجرین کے حریف مقابل تھے، لیکن اونھین انصار مین حضرت زید بن ثابتؓ بھی تھے جنھون نے نہایت

[1] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ،

ایثار کے ساتھ کہا کہ "رسول اللہ صلعم مہاجر تھے، اسلئے خلیفہ بھی مہاجر ہی ہوگا، ہم جس طرح آپ کے انصار تھے، آپ کے خلیفہ کے بھی انصار رہینگے"

یہی وجہ ہی کہ خلافت راشدہ کے زمانہ تک ذاتی تفوق و امتیاز کی بناپر صحابہ کرام مین باہم کوئی نزاع نہین قایم ہوئی،

خلافت کی ذمہ داریون کا احساس، حکومت یا امارت اگر ذاتی اغراض کا ذریعہ ہین تو اونکی ذمہ داری اس سے زیادہ نہین، جتنا ایک جانور اپنی بھوک پیاس کا ذمہ دار ہی، لیکن اگر اون کے ذریعہ سے دنیا مین نیکیون کا پھیلانا اور برائیون کا استیصال کرنا مقصود ہی، تو وہ ایک ایسا بار امانت ہے جس کے بوجھ سے آسمان و زمین تک کانپ اوٹھتے ہین، صحابہ کرام کے سر پر یہی بار امانت ڈالا گیا تھا، اسلئے اس بوجھ سے اون کے اعصاب ہمیشہ متزلزل رہتے تھے، حضرت ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو اونھون نے پہلا خطبہ جو دیا وہ صرف خلافت کی ذمہ داریون پر مشتمل تھا، چنانچہ اوس کے الفاظ یہ ہین،

یا ایھا الناس لوودت ان ھذا کفانیہ غیری ولئن اخذتمونی سنۃ نبیکم ما اطیقھا ان کان لمعصوما من الشیطان وان کان لینزل علیہ الوحی من السماء[2]	لوگو! میری خواہش یہ تھی کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا شخص اوٹھاتا، اور اگر تم مجھ سے اپنے پیغمبر کی سنت کا اتباع چاہوگے، تو مین اوس کا متحمل نہ ہوسکون گا، کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ و مامون تھے اور اون پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی،

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۸۶ [2] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰،

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کے اوٹھانے کی قوت رکھتا تو مجھپر یہ بہت زیادہ آسان تھا کہ مین آگے بڑھ جاؤن اور میری گردن اوڑا دیجائے"

ایک بار حج سے واپس آرہے تھے، راہ مین ایک مقام پر ٹھہر گئے اور بہت سی کنکریان جمع کرکے چادر بچھائی، اور اوسپر چیت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھاکر یہ دعا کی،

اللّٰھم کبرت سنی وضعفت قوتی و	خداوندا اب میرا سن زیادہ ہوا میرے قوٰی ضعیف ہوگئے
انتشرت رعیتی فاقبضنی الیک	میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی، پس مجھکو اس حالت مین اوٹھا لے
غیر مضیع ولا مفرط[۱]	کہ میرے اعمال برباد نہون اور مین حد اعتدال سے آگے نہ بڑھون

اون کے مرض الموت مین جب لوگون نے درخواست کی کہ "اپنا جانشین مقرر کرتے جائیے" تو بولے "کیا مین یہ بوجھ موت وزندگی دونون حالتون مین اوٹھاؤن، میری صرف یہ آرزو ہے کہ مین اوس سے اِس طرح الگ ہوجاؤن کہ عذاب و ثواب برابر سرابر ہوجائین"

خلافت کی ذمہ داریون کا یہی احساس تھا جس کی بنا پر اونھون نے حالت نزع مین ہر گروہ کی حفاظت حقوق کے لئے وصیت کی، مہاجرین وانصار سے لیکر بدو اور ذمی تک کے حقوق کی طرف اپنے جانشین کو توجہ دلائی، چنانچہ بخاری باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان مین یہ وصیت بہ تفصیل مذکور ہے،

فرائض خلافت، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اپنے فضل و احسان سے اپنا سب سے بڑا عطیہ عطا فرمایا تو ساتھ ساتھ اوس کے فرائض بھی بتادیئے،

---

[۱] موطاے امام محمد باب النوادر، [۲] موطاے امام محمد باب الرجم،

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر و للہ عاقبۃ الامور، (حج)

وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین مین متمکن کردینگے تو وہ نماز کو قایم کرین گے، زکوۃ دینگے، نیکی کا حکم کرین گے اور بری سے روکین گے، اور ہر کام کا انجام صرف خدا کے لئے ہی،

یہ فرایض جلیلہ اُصولاً تین قسمون مین منقسم کئے جاسکتے ہین، مذہب، اخلاق، سیاست، صحابہ کرام نے اپنے عہد مین جس طرح یہ فرائض انجام دیئے اون کی تفصیل اس حصہ کے مختلف ابواب وفصول مین آئیگی، اِس موقع پر صرف اون موثر مثالون کا جمع کرنا مقصود ہی، جن سے اوس جوش، اوس خلوص، اوس مستعدی اور اوس سرگرمی کا اظہار ہوگا، جو ان فرائض کے انجام دینے مین صحابہ کرام نے ظاہر فرمائی،

ہمارے زمانہ مین بادشاہ کا رات کو تنہا نکلنا ایک غیر معمولی واقعہ سمجھا جاتا ہی، لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق جب خلیفہ ہوئے تو سات مہینہ تک مقام سخ مین قیام فرمایا جو مدینہ کی اصل آبادی سے دور تھا، لیکن روزانہ وہان سے کبھی پاپیادہ اور کبھی سواری پر مسجد نبوی مین آتے تھے اور عشا کی نماز پڑھا کر واپس جاتے تھے،[1]

حضرت عمرؓ صبح تڑکے اوٹھتے تو پہلا کام یہ انجام دیتے کہ جو لوگ تہجد پڑھکر سو جاتے تھے اون کو نماز صبح کے لئے جگاتے،[2] عشا کے بعد اون کا سب سے آخری فرض یہ تھا کہ مسجد کی دیکھ بھال فرماتے، جو لوگ عبادت الٰہی مین مصروف ہوتے اون کے سوا دوسرے بیکار

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوبکر صدیق، [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۷،

آدمیون کو نہ رہنے دیتے[1]،

لیکن ابھی اون کے فرائض خلافت ختم نہ ہوجاتے تھے بلکہ راتون کو اوٹھ اوٹھ کے مدینہ کا پہرا دیتے،

ایک دن حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے ساتھ رات کو نکلے، دفعتاً ایک گھر مین چراغ کی روشنی نظر آئی، قریب آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کچھ لوگ شور وشغب کر رہے ہین، حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ سے فرمایا تمھین معلوم ہے یہ کس کا گھر ہے؟ یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے، اور وہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہین، تمہاری کیا رائے ہے؟ بولے کہ "خدا نے ہم کو تجسس کی ممانعت فرمائی ہے" اسلئے واپس آئے[2]،

مدینہ مین ایک عام لنگر خانہ قایم کیا تھا، وہان جاتے تھے اور مسلمانون کو خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے، ایک قاصد دربار خلافت مین حاضر ہوا تو دیکھا کہ امیر المومنین، ہاتھ مین عصا لیکر مسلمانون کو خود کھانا کھلا رہے ہین[3]، عشاء کے بعد پھر پھر کے مسجد مین ہر شخص کا چہرہ دیکھتے اور اوس سے پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہین؟ اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تو اوس کو لیجا کر کھانا کھلاتے[4]،

نوجوان کو روانہ فرماتے تو ہر وقت اوس کے خیال مین مصروف رہتے، فرمایا کرتے تھے کہ مین نماز پڑھتا ہون اور فوج کے بھیجنے کا سامان کرتا رہتا ہون، نہاوند کے معرکہ کا دن آیا تو رات کروٹین بدل بدل کر کاٹی[5]، قادسیہ مین ایرانیون سے جنگ ہوئی، تو صبح سے لیکر دوپہر تک کا صرف یہ مشغلہ تھا کہ جو شتر سوار اودھر سے آتے اون سے حالات دریافت فرماتے[6]،

[1] خلاصۃ الوفا باخبار المصطفٰی صفحہ ۱۱۵، [2] اصابہ تذکرہ ربیعہ بن امیہ، اس قسم کی متعدد مثالین تاریخون مین مذکور ہین، [3] طبری صفحہ ۲۷۰۰، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ ام حبیبہ خولہ [5] طبری صفحہ ۲۶۲۸، [6] طبری صفحہ ۲۳۶۷،

رعایا کی خبرگیری کا نہایت خیال رکھتے تھے، عمال کے یہان سے جو قاصد آتے اون سے رعایا کا حال پوچھتے، ایک دن حضرت ابو موسی اشعری رضی کے یہان سے ایک آدمی آیا تو اوس سے رعایا کے حالات پوچھے، اخیر مین تمام ملک کے دورے کا بھی ارادہ کیا تھا، اور فرماتے تھے کہ ایک سال متصل دورہ کرونگا، رعایا خود مجھ تک پہونچ نہین سکتی اور عمال اون کی ضروریات کو مجھ تک نہین پہونچاتے، دو مہینہ شام مین، دو مہینہ جزیرہ مین، دو مہینہ مصر مین، دو مہینہ بحرین مین، دو مہینہ کوفہ مین اور دو مہینے بصرہ مین قیام کرونگا[1] لیکن ان مین صرف شام کے دورہ کی نوبت آئی،

صدقہ مین جو جانور آتے تھے اون کی نگرانی اور حفاظت خود فرماتے تھے، ایک دن سخت لو چل رہی تھی، اور زمین پر انگارے بچھے ہوئے تھے اسی حالت مین حضرت عثمان رض نے دیکھا کہ وہ دو اونٹون کو ہانکے ہوئے لے جارہے ہین، پوچھا کہ آپ اس وقت گھر سے کیون نکلے؟ بولے صدقے کے دو اونٹ چھوٹ گئے تھے مین نے خیال کیا کہ ان کو چراگاہ مین پہونچا آؤن[2]

ایک روز صدقے کے اونٹ آئے تو سر پر چادر ڈال لی اور تپتی ہوئی زمین پر کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اون کا حلیہ قلمبند کروایا، حضرت عثمان رض بھی موجود تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے حضرت موسی علیہ السلام کی نسبت کہا تھا،

ان خیر من استاجرت القوی الامین — جس کو تم نے ملازم رکھا ہے وہ قوی اور امین ہے،

---

[1] موطاے امام مالک کتاب الاقضیۃ القضاء فیمن ارتد عن الاسلام، [2] طبری صفحہ ۲۷۴۴،

لیکن وہ قوی امین ہیں[۱]،

ایک دن صدقہ کے اونٹون کے بدن پر تیل لگارہے تھے، ایک شخص نے کہا اُے امیر المومنین کسی غلام کے متعلق یہ کام کر دیا ہوتا؟ بولے "مجھ سے بڑھکر کون غلام ہو سکتا ہی؟ جو شخص مسلمانون کا والی ہے وہ مسلمانون کا غلام ہی[۲]"

بازار کی نگرانی کا خاص اہتمام رکھتے تھے، اگرچہ اس کام کے لئے حضرت عبید اللہ اور حضرت سائب بن زید کو خاص طور پر مقرر کر دیا تھا[۳]، لیکن خود بھی بازار کا گشت لگایا کرتے تھے، ایک دن بازار سے گذرے تو دیکھا کہ ایک نئی دوکان کھلی ہے اوس کو توڑ ڈالا، اگر تاجر ایک جگہ جمع ہو جاتے تو اون کو کوڑا مارتے اور کہتے کہ راستہ نہ بند کرو[۴]،

ایک دن بازار سے گذرے حضرت حاطب بن بلتعہؓ کو دیکھا کہ منقے بیچ رہے ہین، بولے "یا بھاؤ بڑھاؤ یا اس کو اوٹھا کر بازار سے لیجاؤ[۵]"،

بیت المال سے مسلمانون کے جو وظائف مقرر تھے اون کے گھرون پر جا جا کر تقسیم کرآتے تھے، ہشام کعبی کا بیان ہی کہ وہ ہاتھ مین قبیلہ خزاعہ کا رجسٹر سے لیتے تھے، اور مقام قدید مین جا کر ہر باکرہ و ثیبہ عورت کو اوس کا وظیفہ خود اوس کے ہاتھ مین دیدیتے تھے، پھر وہان سے مقام عسفان مین آکر وظائف تقسیم فرماتے تھے[۶]،

حضرت عثمانؓ نے بھی اس سنت کو قایم رکھا تھا، مسند امام احمد ابن حنبل مین ہی،

"کہ وہ ممبر پر تھے اور موذن اقامت کہہ رہا تھا، لیکن وہ اس حالت مین بھی لوگون کے حالات

---

۱ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ ۲ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۴، ۳ موطائے امام مالک کتاب البیوع، ۴ کنز العمال صفحہ ۱۷۰، ۵ مسند جلد ۱ صفحہ ۲۱، ۶ فتوح البلدان صفحہ ۴۷۵،

اور بازار کا نرخ پوچھ رہے تھے،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی جوش و خلوص کے ساتھ فرائض خلافت ادا فرماتے تھے، استیعاب میں ہی کہ وہ ہاتھ میں دُرّہ لئے ہوئے بازارون میں گھومتے رہتے تھے اور لوگون کو پرہیزگاری سچائی، حُسن معاملت اور پورے پورے ناپ جوکھ کی ترغیب دیتے تھے، ایک دن بازار مین گئے دیکھا کہ ایک لونڈی ایک خرمہ فروش کی دوکان پر رورہی ہی، بولے کیا حال ہی؟ بولی اوس نے ایک درہم پر میرے ہاتھ کھجور فروخت کی، لیکن میرے آقا نے اوس کو واپس کردیا اب وہ پھیرنے پر راضی نہین ہوتا، اونھون نے سفارش کی کہ کھجور لیلو، اور اوس کے دام واپس دیدو، اوس نے اون کو ڈھکیل دیا، لوگون نے کہا "کچھ خیر ہے! یہ امیرالمومنین ہین" اب اوس نے اوس کی کھجور واپس کردی اور کہا کہ "مجھ سے راضی ہوجائیے" بولے "اگر لوگون کا حق پورا پورا دوگے تو مجھ سے زیادہ تم سے کون راضی ہوگا"

ایک دن بازار سے گذرے دیکھا کہ لوگ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ گئے ہین بولے "کسی کو یہ اختیار نہین ہی، مسلمانون کے بازار نمازیون کے مصلے کی طرح ہین، جو لوگ آج آگے بڑھ گئے ہین وہ کل اوس کو چھوڑ دینگے"

دیانت، خلفاء کی حفاظت مین سب سے زیادہ گران قیمت چیز بیت المال تھا، دنیوی بادشاہ سلطنت کا مال اپنے اوپر بیدریغ صرف کرتے ہین، لیکن صحابہ کرام نے اس خزانہ الٰہی کی اس دیانت کے ساتھ حفاظت کی کہ اپنے مصارف سے زیادہ اوس مین سے کبھی ایک حبہ نہین لیا،

---

[۱] مسند جلد ۱ صفحہ ۳۳، [۲] استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، [۳] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ صفحہ ۲۴۰، [۴] کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۶۷

حضرت ابوبکرؓ نے فرائض خلافت کی مصروفیت کی بناپر بیت المال سے وظیفہ لیا تو اوس کے ساتھ یہ تصریح کردی، کہ اس کے بعد اون کی تجارت کی آمدنی بیت المال مین منتقل ہوجائے گی،

فسیاکل آل ابی بکر من ھذا المال	اب آل ابوبکر اس مال سے وجہ معاش سے گی
ویحترف للمسلمین[1]،	اور مسلمانون کے لیے پیشہ کرے گی،

لیکن انتقال کے وقت وظیفہ کی رقم بھی واپس کردی[2]،

حضرت عمرؓ کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ مسلمانون کے ایک مزدور تھے، اسلیے بیت المال سے صرف اوسی قدر لیتے تھے، جتنا ایک مزدور کو لینا چاہیئے، اسدالغابہ[3] مین ہے،

ونزل نفسہ بمنزلۃ الاجیر وکاحاد	اونھون نے اپنا حق بیت المال سے صرف اسقدر
المسلمین فی بیت[3] المال	لیا جس قدر ایک مزدور اور مسلمانون کے عام افراد کا حق تھا

اونھون نے اپنے طرز عمل سے ہر موقع پر ثابت کیا کہ بیت المال مسلمانون کا مشترکہ خزانہ ہی، خود اون کا اوس مین کچھ حق نہین ہی، چنانچہ اونھون نے ایک بار حضرت حذیفہؓ کو لکھا، کہ مسلمانون کے وظیفے تقسیم کردو، اونھون نے جواب دیا کہ وظیفے تقسیم ہوچکے، لیکن بہت سا مال بچ گیا ہی، حضرت عمرؓ نے اون کو دوبارہ لکھا کہ یہ بھی مسلمانون مین تقسیم کردو، یہ عمر اور آل عمر کا مال نہین ہی[4]،

---

[1] بخاری کتاب البیوع، [2] طبری صفحہ ۲۱۴۳، [3] اسدالغابہ جلد ۴ صفحہ ۷۱، [4] فتوح البلدان صفحہ ۴۵۸،

ایک بار حج کو گئے تو آمد و رفت مین ۸۰ درہم صرف ہوگئے، اون کو اس پر اسقدر افسوس ہوا کہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے، اور کہتے تھے،

ما خلقنا ان نکون قد اسرفنا — یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ ہم نے اللہ تعالی کے

فی مال اللہ تعالی، — مال مین فضول خرچی کی،

ایک بار بیمار ہوئے اور دوا کے لئے شہد کی ضرورت پیش آئی، بیت المال مین شہد کا پیپا تھا، مسجد مین تشریف لائے اور ممبر پر چڑہکر تمام مسلمانون کی طرف خطاب کرکے کہا کہ "اگر آپ لوگ اجازت دین تو یہ شہد لیلون ورنہ وہ مجھپر حرام ہی"[1]

ایک بار تمام مصارف کے بعد کچھ مال بچ گیا، تو لوگون سے مشورہ کیا کہ اب یہ کہان خرچ کیا جائے، لوگون نے کہا "یا امیر المومنین ہم نے آپ کو زراعت و تجارت کے کاروبار سے روکدیا ہی اب وہ آپ کا مال ہی" اونھون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "تم کیا کہتے ہو؟" اونھون نے کہا "لوگون نے آپ کا نام لیا ہی" بولے "تمھین کہو" اونھون نے کہا "ایک دن آپ میرے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین گئے، تو ہم نے آپ کو افسردہ پایا، دوسرے روز گئے تو آپ خوش تھے، ہم نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے دن میرے پاس صدقے کے دو دینار رہگئے تھے اسلئے مین رنجیدہ تھا اور آج مین نے اون کو تقسیم کردیا، اسلئے خوش ہون، حضرت عمرؓ نے فرمایا "تم نے سچ کہا مین دنیا و آخرت دونون مین تمھارا شکر گذار رہونگا"[3]

خلافت کے بعد وہ خود مسلمانون کے ہوگئے تھے، اور اپنی ذاتی حیثیت فنا کردی تھی، اسلئے

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۷۲، [2] نزہتہ الابرار فی الاسامی و مناقب الاخیار تذکرہ حضرت عمرؓ، [3] مسند جلد ۱ صفحہ ۹۴،

اون کو جو کچھ ملتا تھا اوس کو یا تو بیت المال مین داخل کر دیتے تھے یا اوس کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے،

ایک بار شاہ روم کا قاصد آیا تو اون کی بی بی نے ایک اشرفی کا عطر خرید اور اوس کو شیشی مین بھر کر شاہ روم کی بی بی کے پاس ہدیۃً بھیجا، اوس نے اون شیشیون کو جواہرات سے بھر کر واپس کر دیا، حضرت عمرؓ نے یہ جواہرات دیکھے تو اون کو فروخت کر کے ایک دینار اپنی بی بی کو واپس کر دیا، بقیہ رقم بیت المال مین داخل کر دی،

ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے چراگاہ مین اونٹون کو چرا کر خوب فربہ کیا، اور بازار مین بیچنے کے لئے لائے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ "اے امیر المومنین کے بیٹے یہان آؤ،، وہ آئے تو کہا کہ امیر المومنین کا بیٹا سمجھکر لوگون نے تمھارے اونٹون کو خوب کھلایا پلایا ہو، راس المال لیلو بقیہ اونٹون کو بیت المال مین داخل کر دو،،

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اون کی بی بی عاتکہ کے پاس ہدیۃً ایک چادر بھیجی، اونھون نے اون کو بلا کر سخت تنبیہ کیا اور چادر کو اون کے اوپر پھینکدیا کہ ہم کو اس کی ضرورت نہین[1]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ ایک بار اون کے پاس اصبہان سے کچھ مال آیا جس مین ایک روٹی بھی تھی، اونھون نے مال کے ساتھ روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور ہر حصہ پر ایک ایک ٹکڑا روٹی کا رکھا، پھر قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو دیا جائے،

ایک دن بیت المال کا کل مال تقسیم کر کے اوس مین جھاڑو دلوائی، پھر اوس مین نماز پڑھی تاکہ قیامت کے دن لوگ اون کی دیانت کی شہادت دین،

---

[1] نزہۃ الابرار تذکرہ حضرت عمرؓ،

ان کو جو چیزیں ہدیۃً ملتی تھیں وہ ان کو بھی بیت المال میں داخل کر دیتے تھے، ایک دن انھوں نے ایک عطر کی شیشی دکھا کر کہا کہ "یہ مجھے ایک دہقان نے ہدیۃً دی ہے" پھر بیت المال میں آئے اور اوس میں جو کچھ عطر تھا اونڈیل دیا، اور فرمایا "کامیاب ہے وہ شخص جس کے پاس ایک قوصرہ ہو اور وہ روز اوس کو کھائے"۔

ایک بار کسی رئیس نے حضرت حسن و حضرت حسین علیہما السلام کو دو چادریں ہدیۃً دیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے چادروں پر نظر پڑ گئی تو پوچھا کہ یہ کہاں سے ملیں؟ انھوں نے واقعہ بتایا تو ان کو بیت المال میں داخل کر دیا، ایک بار اصبہان سے ان کے پاس بہت سا مال اور سامان آیا انھوں نے اوس کو چند دیانت دار لوگوں کی حفاظت میں رکھوا دیا، اوس میں سے حضرت ام کلثوم نے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی کا منگوا لیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آکر گنا تو دو مشکیزوں کی کمی معلوم ہوئی، انھوں نے پوچھا تو حفاظت کرنے والوں نے کہا "ان کا حال نہ پوچھیے، ہم ان کو لا دیتے ہیں"، بولے "تم کو اصل واقعہ بیان کرنا پڑے گا" انھوں نے کہا "ہم نے حضرت ام کلثوم کے پاس بھیجدیا"، فرمایا "میں نے تو یہ حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو تقسیم کر دو اور تم نے ام کلثوم کو دیدیا"، چنانچہ اوسی وقت دونوں مشکیزے اوٹھوا منگوائے، اور ان میں سے جو کچھ صرف ہو چکا تھا، اوس کی قیمت لگوائی تو معلوم ہوا کہ ۳ درہم کی کمی آئی ہے، حضرت ام کلثوم کے یہاں سے ۳ درہم منگوائے اور مشکیزوں کو تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا،[2]

یہی دیانت تھی جس نے صحابہ کے دور خلافت میں جمہوری روح پھونکدی تھی، شخصیت درحقیقت

[1] استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، [2] نزہۃ الابرار تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ،

قوصرہ: ٹوکرا ... (margin note, partly illegible)

بد دیانتی، خود غرضی، اور عیش پرستی کا نتیجہ ہی، خود غرض لوگ صرف اس بنا پر شخصیت کی حمایت کرتے ہین کہ سلطنت کے تمام اختیارات، سلطنت کی تمام دولت، اور سلطنت کے تمام مداخل و مخارج اون کے ہاتھ مین آجائین، اور وہ مطلق العنانی کے ساتھ مزے اوڑائین، لیکن جو لوگ دیانت کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہین، وہ تمام دنیا کو خود امور سلطنت مین شرکت کی دعوت دیتے ہین تاکہ اون کے سر کا بوجھ ہلکا ہوجائے اور اون کی ذمہ واریان بہت سے لوگون پر تقسیم ہوجائین، صحابہ کرام اسی اصول پر حکومت کرنا چاہتے تھے، اسلئے وہ خود تمام مسلمانون کو امور خلافت مین شرکت کی دعوت دیتے تھے،

حضرت عمرؓ نے خراج کے تعین کے متعلق تمام صحابہ کو مشورے کے لئے بلایا تو یہ الفاظ فرمائے،

انی لم ادعکم الا ان تشترکوا فی امانتی[1]

مین نے آپ لوگون کو صرف اسلئے تکلیف دی ہو کہ آپ میری امانت مین شریک ہون،

مساوات، جبکہ تمام عرب و عجم نے سیادت و حکومت کے ذریعہ سے دنیا کو اپنا غلام بنا لیا تھا، اسلام نے صرف تقویٰ و طہارت کو انسان کا اصلی شرف قرار دیا اور قرآن مجید نے تمام دنیا کے خلاف یہ صدا بلند کی،

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم،

تم مین سب سے زیادہ شریف وہ ہو جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو،

صحابہ کرام کو اگرچہ خلافت الٰہی نے اوس شرف سے بھی ممتاز کیا جو روم و ایران کا سب سے بڑا ذریعہ تفوق و امتیاز تھا تاہم اونھون نے صرف مذہب و اخلاق ہی کو اپنا اصلی شرف خیال کیا حضرت عمر بن الخطابؓ کا قول ہو،

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۱۴،

کرم المومن تقواہ ودینہ وحسبہ ومروتہ وخلقہ[1]، — مسلمان کا اصلی مایۂ شرف اوس کا تقوی ہی اوس کا دین ہی اوس کا حسب ہی اوس کی مروت ہی اور اوس کا خلق ہی،

اس خیال کا یہ نتیجہ تھا کہ سیاسی حیثیت سے خلیفۂ وقت خود اپنے آپ کو تمام لوگون کے برابر سمجھتا تھا، اور ہر شخص کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتا تھا،

ایک دن حضرت عمرؓ امور خلافت مین مشغول تھے کہ اسی حالت مین ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے امیرالمومنین مجھپر فلان شخص نے ظلم کیا ہی، اونھون نے اوس پر کوڑا اوٹھایا اور کہا کہ جب مین فصل مقدمات کے لئے بیٹھتا ہون تو تم لوگ نہین آتے اور جب خلافت کے دوسرے کامون مین مشغول ہوتا ہون تو دادرسی کے لئے آتے ہو" وہ ناراض ہوکر چلا تو خود اوسے بُلایا اور اوس کے سامنے اپنا کوڑا اوڈال دیا اور کہا کہ "مجھ سے قصاص لو" اوس نے کہا "نہین مین خدا کے لئے معاف کرتا ہون" بولے "اگر خدا کے لئے معاف کرتے ہو تو خیر ورنہ اگر میرے لئے درگذر کرتے ہو تو مجھے بتا دو"، اوس نے کہا "نہین خدا کے لئے"[2]،

اگر کبھی امرا و عمال اون کے ساتھ اِس قسم کا برتاؤ کرتے جو اون مین اور عام مسلمانون مین تفریق و امتیاز پیدا کرتا تو سخت برہم ہوتے اور اوس کو تہدید فرماتے، ایک بار حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے اون کی خدمت مین نہایت تکلف کے ساتھ ایک لذیذ غذا بھیجی، فرمایا کل مسلمان یہی کھاتے ہین؟ جواب ملا نہین، بولے تو پھر مجھے بھی نہین چاہیئے؛ اِس کے بعد اون کو لکھا کہ یہ تمھاری اور تمھارے باپ کی کمائی نہین ہی، تمام مسلمانون کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور عیش پرستی سے بچو[3]،

ایک بار حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ بن عمرؓ عراق کی کسی مہم مین شریک ہوئے،

---

[1] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب الشہداء فی سبیل اللہ، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ، [3] مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ،

پلٹ کر بصرہ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو وہان کے گورنر تھے، نہایت جوش کے ساتھ اونکا خیر مقدم کیا اور کہا کہ "اگر مین آپ دونون صاحبون کو کوئی فائدہ پہونچا سکتا تو ضرور پہونچاتا، یہان میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا مال ہی جس کو امیر المومنین کی خدمت مین بھیجنا چاہتا ہون، آپ لوگ یہان اس روپیہ سے اسباب تجارت خرید لین اور مدینہ جاکر اوس کو فروخت کرین، جو نفع حاصل ہو اوس کو خود لے لین اور اصل مال امیر المومنین کے حوالے کردین" یہ کہکر روپیہ اون کے حوالہ کردیا، اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دیدی ان دونون صاحبون نے اس پر عمل کیا، لیکن جب روپیہ لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو اونھون نے پوچھا کیا ابو موسیٰ نے کل فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ بولے "نہین" فرمایا "امیر الڑکا سمجھکر تمھارے ساتھ یہ رعایت کی ہی، اصل اور نفع دونون دیدو"[۱]

ایک بار اونھون نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا، اوس نے کہا کہ "اگر اجازت ہو تو مین عراق کو جاؤن" بولے "مکاتب ہونے کے بعد جہان چاہو جاسکتے ہو" وہ روانہ ہوا تو اور چند غلامون نے اوسکی رفاقت کرنا چاہی، اور کہا کہ "امیر المومنین سے ایک خط لیلو کہ تمام مسلمان ہمارے ساتھ عزت سے پیش آئین" اوس کو اگرچہ معلوم تھا کہ یہ درخواست اون کو ناگوار ہوگی تاہم اوس نے یہ گذارش کی ڈانٹ کر فرمایا "تم لوگون پر ظلم کرنا چاہتے ہو، تم تمام مسلمانون کے برابر ہو"[۲]

اس طرز عمل نے تمام قوم مین مساوات کی روح پھونکدی تھی، اسلئے اگر کوئی شخص خلفاء کے ساتھ کسی قسم کا غیر مساویانہ برتاو کرتا تھا تو تمام لوگ برہم ہوجاتے تھے حضرت امیر معاویہ پہلی بار

---

[۱] موطاے امام مالک کتاب البیوع باب ماجاء فی القراض، [۲] طحاوی کتاب المکاتب فی الوضع عن المکاتب ربعہ،

شام سے حج کو آئے تو ایک شخص نے کہا کہ "السلام علیک ایہا الامیر و رحمۃ اللہ" تمام اہل شام بگڑ گئے اور کہا کہ یہ منافق کون ہے جو حضرت امیر المومنین کو سلام کرتا ہے[1]،

زہد و تواضع، | سلاطین و امرا کے جاہ و جلال سے اگرچہ انسان دفعۃً مرعوب ہو جاتا ہے لیکن حقیقی اطاعت اور اصلی محبت صرف زہد و تواضع سے پیدا ہو سکتی ہے، صحابہ کرام کے دور خلافت مین اگرچہ دنیا نے اون کے سامنے اپنے خزانے اوگل دیئے، تاہم اونھون نے اپنی قدیم سادگی اور خاکساری کو ہمیشہ قایم رکھا، اسلئے عرب کی غیور طبیعتون کو اون کی اطاعت اور فرمانبرداری سے کبھی عار و استنکاف نہین ہوا،

حضرت ابوبکرؓ خلافت سے پہلے بکریان دوہا کرتے تھے، منصب خلافت سے ممتاز ہوئے تو ایک چھوکری نے کہا "اب وہ ہماری بکریان نہ دوہین گے" اونھون نے سُنا تو بولے "خدا کی قسم ضرور دوہون گا، خدا نے چاہا تو خلافت میری قدیم حالت مین کوئی تغیر نہ پیدا کرے گی، چنانچہ امور خلافت کو بھی انجام دیتے تھے اور اون کی بکریان بھی دوہتے تھے، بلکہ اگر ضرورت ہوتی تھی تو اون کو چرا بھی لاتے تھے،

ایک دن اونھون نے پینے کا پانی مانگا، تو لوگ شہد کا شربت لائے، پیالے کو منھ سے لگا کر ہٹا لیا، اور رونے لگے، جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی رو پڑے، تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئے، پھر دوبارہ رونا شروع کیا، لوگون نے پوچھا آخر آپ کیون روئے؟ فرمایا "مین ایک دن رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا، مین نے دیکھا کہ آپ کسی آدمی کو ڈھکیل رہے ہین، حالانکہ

---

[1] ادب المفرد باب التسلیم علی الامیر

کوئی شخص آپ کے پاس نہ تھا میں نے پوچھا یہ آپ کس کو ڈھکیل رہے ہیں؟ فرمایا دنیا میرے سامنے مجسم ہوکر آئی تھی، میں نے اوس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا، وہ ہٹ گئی، مگر پھر دوبارہ آئی اور کہا کہ آپ مجھ سے بچ کے نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے نہیں بچ سکتے،، مجھے یہی واقعہ یاد آگیا، اور میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے چمٹ نہ جائے[1]

حضرت عمرؓ کسریٰ وقیصر کے خزانے کے کلید بردار تھے لیکن زہد و تواضع کا یہ حال تھا کہ ایک دن انھوں نے پینے کا پانی مانگا، لوگ شہد کا شربت لائے پیالے کو ہاتھ پر رکھکر تین بار فرمایا کہ "اگر پی لون تو اوس کی مٹھاس چلی جائیگی اور تلخی (عذاب) باقی رہجائیگی" یہ کہکر ایک آدمی کو دیدیا اور وہ اوس کو پی گیا،

ایک بار اون کے پاس حضرت عتبہ بن فرقدؓ آئے، دیکھا کہ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے اون کو بھی شریک طعام کر لیا لیکن یہ لقمہ ہائے خشک اون کے گلے سے نہ اوترے، وہ عیش و طرب کے ساز و برگ دیکھ چکے تھے، بولے یا امیرالمومنین! آپ کو میدے سے رغبت ہے؟ فرمایا "کل مسلمانوں کو مل سکتا ہے" اونھوں نے کہا "نہیں" بولے کیا تم چاہتے ہو کہ میں دنیا ہی میں کھانے پینے کا مزا اوڑا لوں؟

ایک دن حضرت حفصہؓ کے یہاں آئے، اونھوں نے سالن میں زیتون کا تیل ڈالکر سامنے رکھدیا، بولے "ایک برتن میں دو دو سالن، تادم مرگ نہ کھاؤنگا"[2]

عین زمانہ خلافت میں اون کے سامنے کھجوریں رکھدی جاتی تھیں اور وہ سڑی گلی

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ،

کھجوریں تک اوٹھاکر کھا جاتے تھے[1]،

لباس اس سے بھی زیادہ سادہ تھا حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہو کہ مین نے زمانہ خلافت مین دیکھا کہ اون کے کرتے کے مونڈھے پر تہ بتہ پیوند لگے ہوے ہیں[2]،

جاہ وجلال کے موقعون پر بھی یہی سادگی قایم رہتی تھی، شام کے دورے کو گئے تو شہر کے قریب پہونچکر اپنے اونٹ پر غلام کو سوار کرادیا اور خود غلام کے اونٹ پر سوار ہولئے، لوگ استقبال کے لئے چشم براہ تھے، قریب پہونچے تو حضرت سالم نے لوگون کو اشارے سے بتایا کہ امیرالمومنین یہ ہین، لوگ تعجب سے باہم کانا پھوسی کرنے لگے، فرمایا اون کی نگاہین اہل عجم کے جاہ وحشم کو ڈھونڈھ رہی ہین[3]"

ایلہ کو گئے تو اونٹ پر بیٹھے بیٹھے گاڑھے کی قمیص پھٹ گئی، اسلئے وہان کے پادری کو دیا کہ اس کو دھوکر پیوند لگادے وہ قمیص مین پیوند لگا کر لایا تو اوس کے ساتھ خود اپنی طرف سے ایک نئی قمیص بھی دی، لیکن اونھون نے یہ کہکر واپس کردی کہ "میری قمیص پسینہ خوب جذب کرتی ہے"[4]

ایک دن ممبر پر چڑھ کے فرمایا کہ "ایک دن وہ تھا کہ مین اپنی خالہ کی بکریان چرایا کرتا تھا اور وہ اوس کے عوض مین مٹھی بھر کھجور دیدیا کرتی تھین، آج میرا یہ زمانہ ہے" یہ کہکر ممبر سے اوتر آے، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے کہا "یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی"، بولے تنہائی مین میرے دل نے کہا کہ "تم امیرالمومنین ہو، تم سے افضل کون ہوسکتا ہے؟ اسلئے

---

[1] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب [2] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فی لبس الثیاب،
[3] موطائے امام محمدؒ باب الزہد والتواضع، [4] طبری صفحہ ۲۵۲۳،

مین نے چاہا کہ اوس کو اپنی حقیقت بتا دون[1]"

اون کے دروازے پر دربان اور پہرے دار نہ تھے[2]، وہ خود اپنے چپراسی تھے، جہان ضرورت ہوتی تھی خود چلے جاتے تھے اور کام انجام دے کر چلے آتے تھے، ایک دن حضرت زید بن ثابت[رض] کے پاس آئے، لونڈی اون کے بالون سے جوئین نکال رہی تھی اونھون نے اوسکو ہٹانا چاہا، بولے "رہنے بھی دو"، اونھون نے کہا "یا امیر المومنین اگر آپ بلوا بھیجتے تو مین خود حاضر ہوتا"، بولے "ضرورت[3] تو مجھکو تھی"،

حضرت عثمان[رض] اگرچہ بذات خود دولت مند تھے، لیکن زمانۂ خلافت مین نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے، مسجد مین سرہانے چادر رکھکر لیٹ جاتے تھے، اوٹھتے تھے تو بدن مین کنکریون کے چبھنے کے نشان نظر آتے تھے، لوگ دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ امیر المومنین ہین[4]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلعم نے ابو تراب کا خطاب عطا فرمایا تھا، اور خاکساری نے اون کو اس لقب کا صحیح مصداق بنا دیا تھا، تمام لوگ اون کی خدمت و اطاعت کو اپنا فخر سمجھتے تھے لیکن وہ خود بازار سے اپنا سودا سلف خرید کر لاتے تھے، ایک دن بازار مین کھجورین خریدین اور خود اوٹھا کر لے چلے، ایک آدمی نے کہا "یا امیر المومنین مین پہونچا دون"، بولے "بچونکا باپ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے[5]"

زہد و تورع کا یہ حال تھا کہ اپنے لئے کبھی اینٹ پر اینٹ اور شہتیر پر شہتیر نہین رکھی، یعنی گھر نہین[6] بنایا، بیت المال مین جو کچھ آتا اوسی وقت تقسیم کر دیتے، اور کہتے کہ

---

[1] نزہۃ الابرار تذکرۂ حضرت عمر[رض]، [2] طبری صفحہ ۲۷۵۵، [3] ادب المفرد باب من کانت لہ حاجۃ فہو احق ان یذہب الیہ، [4] الریاض النضرۃ صفحہ ۱۱۱، [5] ادب المفرد باب الکبر، [6] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ،

اے دنیا مجھے فریفتہ نہ کر[1]،

لباس نہایت سادہ پہنتے تھے، ایک شخص نے دیکھا کہ اون کے بدن پر ایک پھٹی پرانی قمیص ہے، جب آستین کھینچی جاتی ہی تو ناخن تک پہونچ جاتی ہی اور چھوڑ دی جاتی ہے تو سکڑ کر نصف کلائی تک آجاتی ہی، اسی سادہ لباس مین فرائض خلافت ادا کرنے کے لئے بازارون مین پھرا کرتے تھے، ایک شخص کا بیان ہے کہ مین نے دیکھا کہ گاڑھے کا تہ بند باندھے ہوئے اور گاڑھے کی چادر اوڑھے ہوئے بازار مین پھر رہے ہین، ہاتھ مین دُرہ ہی، اور لوگون کو سچائی، اور حُسن معاملہ کا حکم دے رہے ہین، لیکن بعض اوقات یہ سادہ لباس بھی بہ مشکل میسر ہوتا تھا، ایک دن ممبر پر چڑھکر فرمایا کہ "میری تلوار کون خریدتا ہی؟ اگر میرے پاس تہ بند کے دام ہوتے تو مین اِس کو نہ فروخت کرتا" ایک شخص نے اوٹھ کے کہا "ہم آپ کو تہ بند کی قیمت قرض دیتے ہین"

دربان اور پہریدار کا جھگڑا نہین رکھا تھا، تنہا اوٹھتے اور مسجد کو چلے جاتے[2]،

ایثار، | خلافت الٰہی ایک خوان نعمت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے دنیا کے سامنے چن دیتا ہے، لیکن بدبخت لوگ تمام دنیا کو بھوکا رکھتے ہین اور خود اپنا پیٹ بھرتے ہین، مگر خدا کے برگزیدہ بندے پہلے تمام دنیا کو کھلاتے ہین، پھر جو کچھ بچ رہتا ہی خود کھاتے ہین، صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے اسلئے اونھون نے اِس خوان نعمت کو تمام دنیا کے لئے وسیع اور اپنے لئے تنگ کر دیا تھا،

ایک بار حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتون مین چادر تقسیم فرمائی، ایک عمدہ چادر رہگئی، تو کسی نے

[1] استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، [2] استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کہاکہ" اپنی بی بی ام کلثوم کو دیدیجیے"۔ بولے" ام سلیط اس کی زیادہ مستحق ہین، کیونکہ وہ غزوہ احد مین مشک بھر بھر کے پانی لاتی تھین اور ہم کو پلاتی تھین[1]،

ایک دن مسلمانون کو حلے تقسیم فرمارہے تھے، ایک نہایت عمدہ حلہ نکلا تو لوگون نے کہا" حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیدیجیے"۔ بولے" نہین، مہاجر ابن سعید ابن عتاب یا سلیط ابن سلیط کو دونگا"[2]

اونھون نے اپنے عہد خلافت مین ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، اور جب میوہ یا کھانے کی کوئی عمدہ چیز آتی تو اون مین بھر کے ازواج مطہرات کی خدمت مین بھیجتے لیکن سب سے آخری پیالہ حضرت حفصہؓ کے پاس بھجواتے تھے تاکہ جو کمی ہو وہ اون کے حصہ مین آئے[3]،

لوگون کے وظیفے مقرر فرمائے تو لوگون نے کہا کہ "رجسٹر مین پہلے اپنا نام درج فرمائیے" بولے" نہین اپنے آپ کو وہین رکھونگا جہان مجھکو خدا نے رکھا ہے، چنانچہ قرابت داران رسولؐ کے نام پہلے لکھوائے، اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے کم مقرر فرمایا تو اونھون نے کہا کہ وہ مجھ سے کسی چیز مین آگے نہین رہے"۔ بولے" اون کے باپ تمھارے باپ سے اور وہ تم سے رسول اللہ صلعم کو محبوب تھے[4]،

امرا و عمال مقرر فرمائے تو اپنے خاندان کے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہین دیا، اون کے خاندان مین حضرت نعمان بن عدی ایک ایسے بزرگ ہین، جن کو میسان کا عامل مقرر فرمایا تھا

[1] بخاری کتاب الجہاد باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو، [2] اصابہ تذکرہ عتاب [3] موطاے امام مالک کتاب الزکوۃ باب جزیۃ اہل الکتاب والمجوس، [4] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۲،

لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد اون کو ایک جرم پر موقوف بھی کر دیا[1]،

اس سے بڑھکر کیا ایثار نفسی ہوسکتی ہو کہ اپنے بعد جن لوگون کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا اون مین اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی نسبت صاف تصریح کر دی کہ خلافت مین اون کا کوئی حصہ نہین، چنانچہ بخاری مین یہ واقعہ بہ تصریح مذکور ہو،

حق پسندی، اگرچہ امراؤ سلاطین مین حق پسندی کا مادہ موجود نہو تو رعایا کی آزادی، نکتہ چینی اور حقوق طلبی بالکل بیکار ہو، لیکن صحابہ کرام کے دور مین خود خلفا مین حق پسندی کا اسقدر مادہ موجود تھا کہ ہر جایز نکتہ چینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے اسلئے ایک طرف تو ان نکتہ چینیون کے عملی نتائج نکلتے تھے، دوسری طرف قوم مین جائز آزادی کا مادہ پیدا ہوتا تھا، جو خلافت کے استحکام کا سب سے قوی سبب تھا،

ایک بار حضرت عمرؓ نے خزائن کعبہ کو تقسیم کرنا چاہا، لیکن حضرت شیبہؓ نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ آپ ایسا نہین کرسکتے، رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ آپ سے زیادہ محتاج تھے لیکن اونھون نے ایسا نہین کیا، حضرت عمرؓ نے تقسیم سے فورًا ہاتھ کھینچ لیا[2]،

ایک بار حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بی بی کو شوہر کی دیت مین وراثت نہین ملتی، حضرت ضحاک ابن سفیانؓ نے کہا نہین اشیم الضبابی کی بی بی کو رسول اللہ صلعم نے تحریری فرمان کے ذریعہ سے اوس کے شوہر کی دیت دلوائی تھی، حضرت عمرؓ نے فورًا اپنی راے بدلدی[3]،

ایک پاگل عورت مرتکب زنا ہوئی، لوگون نے اوس کو حضرت عمرؓ کی خدمت مین

[1] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۲۷ تذکرہ نعمان بن عدی، [2] ابوداود کتاب المناسک باب فی مال الکعبۃ، [3] ابوداود فی المراۃ ترث من دیۃ زوجہا،

پیش کیا، اونھون نے صحابہ کرام کے مشورے سے رجم کا حکم دیا، لوگ اوس کو سنگسار کرنے کے لئے لیجا رہے تھے، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگئے اور واقعہ معلوم ہونے پر کہا" کہ اس کو واپس لیچلو"، حضرت عمرؓ کی خدمت مین آئے تو کہا کیا آپ کو معلوم نہین کہ پاگل مرفوع القلم ہے، پھر اس کو کیون سنگسار کرتے ہین؟ اونھون نے اوس کو رہا کردیا اور غلغلۂ تکبیر[1] بلند کیا،

ایک بار حضرت ابومریم ازدیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار مین آئے اون کو اونکا آنا ناگوار ہوا، اور بولے کہ "ہم تمھارے آنے سے کچھ خوش نہین ہوے"، اونھون نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا جس شخص کو مسلمانون کا والی بنائے اگر وہ اون کی حاجتون سے آنکھ بند کرکے پردہ مین بیٹھ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اوس کی حاجتون کے سامنے پردہ ڈالدیگا، حضرت امیر معاویہؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگون کی حاجت برآری کے لئے ایک مستقل شخص مقرر[2] کردیا،

رحم وشفقت، اخلاقی کتابون مین بادشاہ کو رعایا کا باپ کہا گیا ہی لیکن دنیاے قدیم مین کتنے مسند آرا سریر سلطنت گذرے ہین اور دنیاے جدید مین کتنے مدعیان تخت وتاج ہین جنھون نے اپنے بچون کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا ہی؟ لیکن صحابہ کرام نہ صرف مجازًا بلکہ حقیقۃً ان بچون کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے تھے، اور اون سے دائمی اطاعت کا خاموش معاہدہ لیتے تھے حضرت ابوبکرؓ کو بچے دیکھتے تو دوڑ کر کہتے، "اے باپ" وہ محبت سے اون کے سر پر ہاتھ پھیرتے[3] چھوکریان کہتین کہ آپ ہماری بکریان کا دودھ کیون نہین دوہتے؟ وہ دودھ دوہ دیتے، اور کہتے کہ

[1] ابوداود کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، [2] ابوداود کتاب الخراج والامارۃ، [3] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد ۱ صفحہ ۱۳،

"اگر ضرورت ہو تو چرا بھی لاؤن"، مدینہ کے کسی گوشہ مین ایک بڑھیا رہتی تھی، وہ رات کو جاتے اور اوس کی ضروریات انجام دے آتے، جاڑے کے دن مین چادرین خرید کر مدینہ کی بیوون مین تقسیم فرماتے،

حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو اون کی قدیم شدت وجلادت کے تصور سے تمام صحابہ کانپ اوٹھے، اور کہنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہی؟ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی، تو ایک عام مجمع کیا اور منبر پر چڑھکر فرمایا،

"مجھے معلوم ہوا ہی کہ لوگ میری سختیون سے گھبراتے ہین اور کہتے ہین کہ خود رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین عمر ہم پر سختی کرتے تھے، پھر حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو اوس وقت بھی عمر ہمارے ساتھ سختی سے پیش آئے، اب جبکہ وہ خود خلیفہ ہوگئے ہین تو خدا جانے کیا غضب ہو گا؟ لوگون نے یہ بالکل سچ کہا ہی، مین رسول اللہ صلعم کا ایک خادم تھا، اور آپ کی رحمت وشفقت کا درجہ کون حاصل کرسکتا ہی؟ خدا نے خود آپ کو رؤف ورحیم کہا ہی، جو خود خدا کا نام ہے، پھر ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور اون کے رفق وملاطفت کا بھی آپ لوگون کو انکار نہین، مین اون کا بھی ایک خادم اور مدد گار تھا، اسلئے اون کی نرمی کے ساتھ اپنی سختی کو ملا دیتا تھا، اور تیغ بے نیام ہوجاتا تھا، وہ چاہتے تھے تو اوس سے وار کرتے تھے، ورنہ میان مین ڈالدیتے تھے، لیکن اب جبکہ مین خود خلیفہ ہوگیا ہون تو یقین کرو کہ وہ سختی دوگنا ہوگئی ہے، لیکن صرف اون لوگون کے لئے جو مسلمانون پر ظلم کرتے ہین، رہے نیک اور دیندار لوگ تو مین اونکے لئے اوس سے زیادہ نرم ہون،

لے اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو بکرؓ، لے کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۱،

جسقدر وہ باہم نرم خو تھے[1]

حدیث، اسماء رجال اور تاریخ کی کتابون مین حضرت عمرؓ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ محفوظ ہے، اون سب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس خطبہ کا ایک ایک لفظ کس قدر سچائی، کس قدر صداقت، اور کس قدر راستبازی سے لبریز تھا، اونھون نے کہا تھا کہ وہ دیندار لوگون کے لئے سب سے زیادہ نرم ہون گے، واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت ایسے ہی تھے، حضرت سعید بن یربوعؓ ایک صحابی تھے، جو اون کے عہد خلافت مین اندھے ہوگئے تھے، حضرت عمرؓ اون کے پاس تعزیت کو آئے اور کہا کہ کوئی جمعہ ناغہ نہ کرنا، اور مسجد نبوی مین برابر شریک جماعت ہونا، بولے مجھے کون لیجائیگا؟ پلٹے تو اس کام کے لئے اون کے پاس ایک غلام بھیجدیا[1]،

ایک بار حضرت احنف بن قیس بصرہ کے وفد کے ساتھ آئے، اور کہا کہ ہم ایک بنجر زمین مین آباد ہین، اوس کے مشرقی جانب کھاری سمندر ہے، اور مغربی جانب چٹیل میدان، نہ ہمارے پاس کھیت ہین نہ مویشی، دو کوس سے ضعیف لوگ پانی لاتے ہین، عورتین پانی بھرنے جاتی ہین تو بچون کو بکری کی طرح باندھ دیتی ہین، کہ کہین درندے نہ اوٹھا لیجائین تو کیا آپ ہماری ضرورت پوری نہ کرین گے؟ حضرت عمرؓ نے فوراً بصرہ کے بچون کے وظیفے مقرر کردیئے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھ بھیجا کہ اون کے لئے ایک نہر کھدوا دین[2]،

جن عورتون کے شوہر سفر مین ہوتے، اون کے گھر خود تشریف لیجاتے، دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے، اور کہتے کہ تمہین کوئی ضرورت ہے؟ تمہین کسی نے ستایا تو نہین؟ اگر

[1] الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ۲ صفحہ ۴۳، و اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن یربوعؓ

[2] فتوح البلدان صفحہ ۳۶۲،

تمھین سودے سلف کی ضرورت ہو تو مین خرید دون، مجھے خوف ہی کہ بیع و شرا مین تم لوگ دھوکا نہ کھا جاؤ، وہ اپنی لونڈیان ساتھ کر دیتین، بازار مین جاتے تو ان لونڈیون اور غلامون کا جھرمٹ ساتھ ہوتا، اون کا سودا سلف خرید دیتے، جن کے پاس دام نہوتے تو خود اپنی گرہ سے دیدیتے مجاہدین کے خطوط آتے تو خود اون کی بی بیون کے پاس لیکر جاتے اور کہتے کہ اگر کوئی پڑھنے والا نہو تو دروازہ کے قریب آجاؤ مین پڑھ دون، قاصد فلان دن جائیگا جواب لکھوا رکھو کہ بھیجدون، پھر خود ہی کاغذ و دوات لیکر جاتے، جن عورتون کے خطوط تیار ہوتے اون کو لے لیتے، ورنہ کہتے کہ دروازے کے پاس آجاؤ مین خود لکھدون، سفر مین ہوتے تو اپنے اونٹ پر ستو، کھجور، مشک اور پیالے ساتھ رکھتے، جو لوگ کسی ضرورت سے پاس آتے اون سے کہتے کہ لو کھاؤ، جب لوگ کوچ کر چکتے تو منزل کی دیکھ بھال فرماتے، اگر کوئی چیز گری ہوتی تو اوٹھا لیتے، اگر کوئی شخص لنگڑا لولا ہوتا یا اوس کا اونٹ بیمار ہوتا تو اوس کے لئے کرایہ کا اونٹ کر دیتے، قافلہ روانہ ہوتا تو پیچھے پیچھے چلتے، کوئی چیز گر پڑتی تو اوٹھا لیتے، لوگ منزل پر اوترتے تو گم شدہ چیزون کی تلاش مین خود امیر المومنین کے پاس[1] آتے،

ایک بار بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت آئی اور کہا کہ یا امیر المومنین میرا شوہر مر گیا ہی اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ رہے ہین نہ وہ کوئی کام کر سکتے ہین، نہ اون کے پاس کھیتی ہی نہ مویشی، مجھے خوف ہی کہ اون کو درندے نہ کھا جائین، مین خفاف ابن ایماء الغفاری کی لڑکی ہون، جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ حدیبیہ مین شریک ہوئے تھے، حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے

[1] الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ بروایت ابو حذیفہ،

وہان سے پلٹے تو ایک اونٹ پر غلہ اور کپڑا لادکر اوس کے پاس لائے اور ہاتھ مین اونٹ کی مہار دیکر کہا کہ "اس کو ہانک لیجاؤ، جب یہ ختم ہوجائیگا تو خدا پھر دے گا"، ایک شخص نے کہا "اے امیر المومنین آپ نے اوس کو بہت دیا" بولے" ارے کم بخت اس کے باپ اور بھائی دونون نے میرے سامنے ایک قلعہ کا مدتون محاصرہ کیا اور اوسؓ کو فتح کیا"[1]

ایک بار سفر حج کو جارہے تھے، راہ مین ایک بڈھا ملا اور اوس نے قافلہ کو روک کر پوچھا کہ تم مین رسول اللہ صلعم ہین؟ جب معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہوچکا تو اوس نے شدت سے گریہ و بکا کیا، پھر پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام بتایا بولا وہ تم مین ہین؟ جب اوس کو اون کے وفات کی خبر ہوئی تو پھر اوسی طرح گریہ وزاری کی، پھر پوچھا کہ اون کے بعد کس نے زمام خلافت ہاتھ مین لی؟ بولے "عمر بن الخطاب"، اوس نے پوچھا وہ تم مین ہین؟ جواب دیا کہ "تم سے وہی گفتگو کررہے ہین" اوس نے کہا "تو میری فریادرسی کیجئے، مجھے کوئی فریادرس نہین ملتا"، حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کون ہو؟ تمھاری فریاد سن لی گئی"، بولا "میرا نام ابوعقیل ہے، رسول اللہ صلعم نے مجھے دعوت اسلام دی، مین آپ پر ایمان لایا آپ نے مجھے ستو پلایا اور مین اب تک اوس کی سیری و سیرابی کو محسوس کرتا ہون، پھر مین نے بکری کا ایک گلہ خریدا اور اب تک اون کو چراتا ہون، نماز پڑھتا ہون اور روزہ رکھتا ہون، لیکن اس سال بدبختی نے ایک بکری کے سوا کچھ نہین چھوڑا تھا، مگر اوس کو بھی بھیڑیا اوٹھا لے گیا، اب آپ میری دستگیری فرمائیے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم سے چشمہ پر ملو، منزل پر پہنچے تو اونٹنی کی

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ

لگام پکڑے بھوکے پیاسے بڑھے کا انتظار کرتے رہے، لوگ آچکے تو صاحب حوض کو بلا کر کہا کہ "فلان بڈھا آئے تو اوس کو اور اوس کے اہل وعیال کو کھلاتے پلاتے رہو، یہان تک کہ مین حج سے واپس آجاؤن"، حج سے پلٹے، تو صاحب حوض سے اوس کے متعلق دریافت فرمایا، اوسنے کہا کہ "وہ مبتلائے بخار آیا تھا اور تین دن کے بعد مرگیا، مین نے اوس کو دفن کر دیا، اور یہ اوسکی قبر ہے" حضرت عمرؓ نے فوراً اوس کی قبر پر نماز پڑھی، اور اوس سے لپٹ کر روئے، اوس کے اہل و عیال کو ساتھ لے گئے، اور تادم مرگ اون کی وجہ معاش کے متکفل رہے[1]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بازارون مین جاتے تو بھولے بھٹکے لوگون کو راستہ دکھاتے حمالون کے سر پر بوجھ اوٹھا دیتے، اگر کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو اوسے اوٹھا کر دیدیتے، اور یہ آیت پڑھتے،

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين	ہم نے دار آخرت کو ان لوگون کے لئے بنایا ہے جو
لا يريدون علوا في الارض	زمین مین فساد اور غلبہ حاصل کرنا نہین چاہتے اور
ولا فسادا والعاقبة للمتقين[2]،	عاقبت صرف پرہیزگارون کے لئے ہی،

حلم وعفو، حلم وعفو سیادت کا ایک ایسا ضروری عنصر ہو کہ عرب کے ان پڑھ بدو بھی اس سے واقف تھے چنانچہ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے،

اذا شئت يوما ان تسود عشيرة	فبالحلم سد لا بالتسرع والتشتم
اگر تم کسی قبیلہ کے سردار بننا چاہتے ہو	تو حلم وبردباری کے ساتھ سرداری کرو نہ اشتعال و شتم کیساتھ

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ ابو عقیل، [2] الریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳،

بالخصوص عرب کی مشتعل طبیعتوں پر تو صرف یہی ایک ایسی چیز تھی جو چھینٹا ڈال سکتی تھی اگر اون کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تو روز بغاوت کے شعلے بلند ہوتے اسلئے صحابہ کرام نے نہایت معتدل اصول سیاست اختیار فرمایا تھا،

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خلافت اس وقت تک صحیح اصول
یقول لا یصلح ھذا الامر الا لشدۃ فی	قایم نہین رہ سکتی جب تک ایسی سختی نہ کیجاے جو ظلم کی حد تک نہ
غیر تجبر ولین فی غیر وھن[1]	پہونچے اور ایسی نرمی نہ اختیار کیجاے جو کمزوری پر مبنی ہو

لیکن یہ سختی بھی حقوق العباد اور حقوق اللہ تک محدود تھی ورنہ ذاتی معاملات مین وہ روئی کے گالے کی طرح نرم ہوجاتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولید کی معزولی کا اعلان کیا تو ایک شخص نے کہا،

ما عدلت یا عمر لقد نزعت عاملا استعملہ	عمر تم نے انصاف نہین کیا اور ایک ایسے عامل کو معزول کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغمدت	جس کو رسول اللہ صلعم نے مقرر فرمایا تھا اور ایسی تلوار کو
سیفا سلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میان مین کردیا جس کو آنحضرت صلعم نے کھینچا تھا، ایک ایسے
ووضعت لواء نصبہ رسول اللہ صلی اللہ	جھنڈے کو پست کردیا جس کو آنحضرت صلعم نے قایم کیا تھا، تم نے
علیہ وسلم ولقد قطعت الرحم وحسدت ابن العم	قطع رحم کیا اور اپنے چچا زاد بھائی پر حسد کیا،

یہ الفاظ مجمع عام مین کہے گئے تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو سنکر صرف اس قدر کہا کہ تم کو کم سنی اور قرابت مندانہ کی بناپر اپنے چچا زاد بھائی کی حمایت مین غصہ آگیا، ایک دفعہ وہ مسجد سے آرہے تھے راہ مین ایک صحابیہ سے ملاقات ہوگئی اور اونھون نے اون کو سلام کیا بولین اے عمرؓ مین نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تم کو

[1] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ص ۶۱ اسد الغابہ تذکرہ احمد بن حفص مخزومی۔

لوگ عکاظ مین عمر کہتے تھے، اور اب تو تمہارا لقب امیر المؤمنین ہی، پس رعیت کے معاملے مین خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب خداوندی سے ڈرے گا اوس پر بعید قریب ہو جائیگا اور جو موت سے ڈرے گا اوس کو فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا، ایک شخص جو ساتھ مین تھے بولے "بی بی تم نے تو امیر المؤمنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا" لیکن حضرت عمرؓ نے کہا "جانے دو یہ خولہ بنت حکیم ہین اور عبادہ بن صامت کی بی بی ہین اللہ تعالی نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی، پھر عمر کو تو اور سننا چاہیئے،،[1]

مساوات فی الحقوق، رعایا اگرچہ بادشاہ کے تفوق وامتیاز کو گوارا کر لیتی ہی لیکن وہ باہمی تفریق و امتیاز کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی، اسلیئے اگر کوئی بادشاہ تمام رعایا کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتا ہی تو اوس کا سب سے بڑا فرض یہ ہی کہ اون کے حقوق مین ہمواری اور مساوات پیدا کرے صحابہ کرام کے دور خلافت کے ابتدائی زمانہ مین جو اتفاق واتحاد قایم رہا اوس کا سنگ بنیاد خلفاء کا یہی مساویانہ طرز عمل تھا، اوّل اوّل حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب خراج وزکوٰۃ کا مال آیا تو اونھون نے سب پر برابر برابر تقسیم کر دیا، اور چھوٹے بڑے آزاد، غلام، مرد اور عورت سب نے سات سات درہم سے کچھ زیادہ پایا، دوسرے سال اس سے زیادہ مال آیا اور ہر شخص کو بیس بیس درہم ملے، اللہ تعالی کے اس فضل وبرکت کو دیکھکر بعض لوگون نے کہا کہ آپ نے تمام لوگون کو برابر کر دیا، حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہین جن کے فضائل اون کی ترجیح کی سفارش کرتے ہین، لیکن اونھون نے صاف صاف کہدیا کہ فضائل کا ثواب خدا دے گا، یہ معاش کا معاملہ ہی اس مین مساوات ہی

[1] اصابہ تذکرہ خولہ بنت مالک، قرآن مجید کی یہ آیت قد سمع اللہ قول التی تجادلک الخ انہی کے بارے مین نازل ہوئی تھی اور حضرت عمرؓ کا اشارہ اسی آیت کی طرف ہی،

بہتر ہے[1]،

حضرت عمرؓ نے اگرچہ فضائل کے لحاظ سے وظایف کے مختلف مدارج قایم کیے، تاہم اون کے دل مین بھی یہ ناہمواری ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی، چنانچہ اپنی خلافت کے اخیر زمانے مین خود یہ الفاظ فرمائے،

انی کنت تالفت الناس بما صنعت	مین نے بعض لوگون کو بعض لوگون پر جو ترجیح دی
فی تفضیل بعض علے بعض وان	تھی اوس کا مقصد صرف تالیف قلوب تھا لیکن اگر
عشت ھذہ السنۃ ساویت بین	اس سال زندہ رہا تو سب کے حقوق برابر کردونگا
الناس فلم افضل احمر علی اسود	اور سُرخ کو سیاہ پر، عربی کو عجمی پر کوئی ترجیح نہ دونگا
ولا عربیا علی عجمی وصنعت کما صنع	اور وہی طرز عمل اختیار کرونگا جو رسول اللہ صلعم
رسول اللہ وابوبکر[2]	اور ابوبکرؓ نے کیا تھا،

رعایا کے حقوق کا اعلان، رعایا اور بادشاہ کے تعلقات اسقدر نازک، مشتبہ اور پیچیدہ ہوتے ہین کہ اگر وضاحت کے ساتھ اون کا اعلان نہ کردیا جائے تو رعایا کے تمام حقوق و مطالبات پامال ہوجائین، یہی وجہ ہی کہ ظالم سلاطین ان حقوق سے رعایا کو عموماً ناواقف رکھنا چاہتی ہین، اور اون کا تفصیلی اعلان تو عادل سے عادل سلطنت بھی نہین کرتی، لیکن صحابہ کرام دنیا مین معیار عدل کے قایم کرنے کے لئے آئے تھے، اسلئے اونھون نے اپنے دور خلافت مین نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان حقوق کا اعلان کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خاص اس موضوع پر

[1] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف صفحہ ۲۴، [2] یعقوبی مطبوعہ یورپ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶،

ایک خطبہ دیا جس مین نہایت تفصیل کے ساتھ خلیفہ و رعایا کے حقوق و اختیارات بتائے،
اونھون نے فرمایا،

صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہین ہو کہ معصیت الٰہی مین اوس کی اطاعت کی جاے صرف تین
طریقے ہین جن کے اختیار کرنے سے یہ مال مال صالح ہوسکتا ہو، یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے،
حق مین صرف کیا جائے، اور ناجائز طریقے سے اوس کو نہ خرچ کیا جائے، میری اور تمھارے مال کی
مثال یتیم کے ولی کی مثال ہو، اگر مین متمول ہونگا تو اوس کے لینے سے احتراز کرون گا، اور اگر
محتاج ہون گا تو نیکی کے ساتھ اوس کو بقدر ضرورت اپنے اوپر صرف کرون گا مین کسی کو یہ موقع
نہ دون گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے، اگر کسی نے ایسا کیا تو مین اوس کے چہرے کو اپنے پاؤن سے مسل
دون گا، کہ راہ حق پر آجائے،

مجھپر تمھارے چند حقوق ہین، جن کو مین اسلئے بیان کرتا ہون کہ تم مجھ سے اون کا مطالبہ کرسکو،
میرا فرض ہو کہ مین خراج اور خمس کا مال جایز طریقہ سے وصول کرون، میرا فرض ہو کہ جب وہ
مال میرے ہاتھ مین آجائے تو اوسی کے مصارف صحیحہ مین صرف کرون، میرا فرض ہو کہ تمھارے
وظائف کو بڑھاؤن اور سرحد کی حفاظت کرون، اور میرا فرض ہے کہ تم کو خطرے مین نہ ڈالون،
لیکن ان حقوق کی عملی تشکیل زیادہ تر امرا و عمال کے ہاتھ مین تھی، اسلئے اون کو مخاطب
کرکے فرمایا،

اچھی طرح سن لو مین نے تم کو ظالم و جبار بناکر نہین بھیجا ہے، مین نے تم کو ائمہ ہدیٰ بناکر
بھیجا ہو، کہ لوگ تمھارے ذریعہ سے سیدھی راہ پائین، پس فیاضی کے ساتھ مسلمانون کے حقوق دو،

نہ اون کو مارد کہ وہ ذلیل ہوجائین، نہ اون کی مدح وستائش کرو کہ اون کو تمھارے ساتھ گرویدگی پیدا ہو، نہ اون کے سامنے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے، اپنے آپ کو اونپر ترجیح دیکر اون پر ظلم نہ کرو، اون کے ساتھ جہالت سے نہ پیش آؤ، اون کے ذریعہ سے کفار کیساتھ جہاد کرو، لیکن اِس معاملہ مین اونپر اون کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ تھک جائین تو رک جاؤ، لوگو تم گواہ رہو کہ مین نے ان امرا کو صرف اسلئے بھیجا ہی کہ لوگون کو دین کی تعلیم دین، اون پر مال غنیمت تقسیم کرین، اون کے مقدمات کے فیصلے کرین، اور اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے تو اوس کو میرے سامنے پیش کرین[1]،

مشورہ، | قرآن مجید مین اللہ تعالی نے مسلمانون کی یہ خصوصیت بتائی ہے،

امرھم شوریٰ بینھم	اون کے تمام کام مشورے سے چلتے ہین،

اور صحابہ کرام کا دور خلافت اِس آیت کی عملی تفسیر تھا حضرت ابوبکرؓ سیاست کے مہمات مسائل کے علاوہ مقدمات کا فیصلہ بھی مشورہ کے بغیر نہین کرتے تھے، مسند دارمی مین ہی،

کان ابوبکر اذا ورد علیہ الخصم	حضرت ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی فریق مقدمہ لیکر آتا تو
نظر فی کتاب اللہ ثم فی السنۃ ثم	پہلے کتاب وسنت پر نظر ڈالتے، پھر تمام مسلمانون سے
استشار المومنین[2]،	مشورہ لیتے،

اونھون نے مہاجرین وانصار کی ایک مجلس شوریٰ قایم کی تھی، جس مین حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ

[1] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف صفحہ ۶۷، [2] صفحہ ۳۲ و ۳۳،

حضرت زید بن ثابتؓ لازمی طور پر شریک کیے جاتے تھے[1]، یہی مجلس شوریٰ تھی جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت مین نہایت وسیع، نہایت باضابطہ، اور نہایت مکمل کر دیا لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے مین فتوحات کی کثرت اور ملک کی وسعت کی بنا پر اس قدر کثرت سے بحث طلب مسائل پیدا ہوئے کہ اون کے لیے ایک دوسری مجلس کی ضرورت پیش آئی، اسلئے اونھون نے مسجد نبوی مین ایک دوسری مجلس شوریٰ قایم کی جس مین صرف مہاجرین شریک ہوتے تھے،

چنانچہ علامہ بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین،

کان للمهاجرین مجلس فی المسجد	مسجد نبوی مین مہاجرین کی ایک مجلس قایم تھی جس مین
فکان عمر یجلس معهم فیه ویحدثهم	حضرت عمرؓ اون معاملات کے متعلق گفتگو کرتے تھے جو اونکی
عما ینتهی الیه من امر الآفاق[2]	خدمت مین اطراف ملک سے پیش ہوتے تھے،

ان مجالس کے ذریعہ سے جو امور طے ہوئے وہ بہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کتابون مین مذکور ہین،

نبوت و خلافت مین تفریق و امتیاز، جس طرح عدم تفریق و امتیاز نے نبوت و الوہیت کے ڈانڈے ملا دیئے تھے اور دنیا نے انبیا کو صفات الٰہی کا مظہر قرار دے لیا تھا، اوسی طرح اگر نبوت و خلافت مین تفریق و امتیاز قایم نہ کی جائے تو دونون کے حدود باہم مل جائین، خلیفہ پیغمبر کا قایم مقام ہوتا ہی اور پیغمبر ہی کی طرح اوس کی اطاعت فرض ہوتی ہی، خدا خود فرماتا ہی،

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم	خدا کی، خدا کے رسول کی اور امراء کی اطاعت کرو،

[1] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ بحوالہ طبقات ابن سعد، [2] فتوح البلدان صفحہ ۲۷۷،

اِس بنا پر اگر خلیفہ اور پیغمبر کی حیثیتین الگ الگ نہ قایم کی جائین تو کچھ دنون مین دونون ایک ہوجائین اور شرک فی النبوۃ کی ایک جدید قسم پیدا ہوجاے، صحابہ کرام نے خلافت الٰہی کو قایم کیا تو سب سے پہلے نبوت وخلافت مین تفریق و امتیاز قائم کرکے دنیا کو ایک عام غلط فہمی سے محفوظ رکھا، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کو مورد سب وشتم بناے تو اوس کی سزا موت ہی، اور خود آپ کے عہد مبارک مین اِس کی نظیر قایم ہوچکی ہی، خلیفہ کے ادب واحترام کا قایم رکھنا بھی اگرچہ امت کا فرض ہی تاہم اوس کو اِس معاملہ مین وہ درجہ نہین حاصل ہوسکتا جو رسول اللہ صلعم کو حاصل تھا، حضرت ابوبکرؓ پہلے شخص ہین جنھون نے اِس نکتہ کو سمجھا اور نبوت وخلافت مین فرق وامتیاز قایم کیا، ایک بار وہ کسی شخص پر سخت برہم ہوئے، سامنے ایک دوسرے صحابی بیٹھے ہوئے تھے، اونھون نے تیور دیکھکر کہا ارشاد ہو تو اس کی گردن اڑادون، غصہ فرو ہوا تو اون کو بلاکر پوچھا کہ اگر مین حکم دیتا تو تم واقعی اوس کو قتل کرڈالتے؟ بولے "ہان" فرمایا "خدا کی قسم محمد صلعم کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہین ہے[1]"

ایک بار کسی نے اون کو خلیفۃ اللہ کہا، بولے "مین خلیفۃ اللہ نہین ہون، خلیفۃ الرسولؐ ہون[2]"،

خانہ جنگی سے اجتناب، آخیر زمانے مین اگرچہ مسلمانون کی تلوارین خود مسلمانون کے خون سے سیراب ہونے لگین، لیکن متعدد تربیت یافتگان عہد نبوت نے اپنے دامن کو اوس کی چھینٹون سے محفوظ رکھا، سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے زمانے مین خانہ جنگی کی آگ بھڑکی، لیکن جب

[1] ابوداود کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی صلعم، [2] استیعاب تذکرہ حضرت ابوبکرؓ،

بعض لوگون نے اون کو معرکہ آرا ہونے کا مشورہ دیا تو اونھون نے صاف کہدیا کہ "مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ رسول اللہ صلعم کا خلیفہ بنون اور خود آپ ہی کی اُمّت کا خون بہاؤن"[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے مین یہ شعلے بلند ہوے تو حضرت احنف بن قیسؓ اون کی حمایت کے لئے اوٹھے، اتفاق سے حضرت ابوبکرہؓ سے ملاقات ہوگئی، اونھون نے اون کو روکا اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان باہم جنگ کرین تو دونون جہنمی ہین"[2]

جنگ صفّین مین حامیان علیؓ نے جب حضرت سہل بن حنیفؓ پر الزام لگایا کہ وہ جنگ کرنے مین لیت و لعل کرتے ہین، تو بولے "ہم نے جب کسی مہم کے لئے کندھے پر تلوار رکھی تو خدا نے اوس مشکل کو آسان کر دیا، البتہ یہ جنگ ایسی ہی کہ ہم مشک کا ایک منھ بند کرتے ہین تو دوسرا کھل جاتا ہی (یعنے ایک کے طرفدار ہو کر لڑتے ہین تو فریق مخالف بھی مسلمان ہی ہوتا ہے جس سے جنگ کرنا ناجائز ہے) کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ اِس مین کیونکر شریک ہون"[3]

حجاج و حضرت زبیرؓ کے زمانے مین خانہ جنگی ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس دو شخص آئے اور کہا کہ "لوگ تباہ ہوگئے، آپ عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلعم کے صحابی ہین آپ کیون نہین اوٹھتے؟ بولے "اس لئے کہ خدا نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے" دونون نے کہا کہ خدا تو خود کہتا ہی،

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة، — جہاد کرو تاکہ فتنہ وفساد نہونے پائے،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۶ مسند عثمان، [2] بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ، [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ،

بولے اتنا تو ہم لڑ چکے کہ فتنہ دب گیا اور دین خدا کا ہوگیا اور اب تم لوگ اس لیے لڑنا چاہتے ہو کہ اور بھی فتنہ وفساد ہو اور دین خدا کے سوا دوسرے کا ہوجائے[۱]"

متعدد صحابہ ایسے تھے جو نہ صرف خود الگ رہتے تھے، بلکہ دوسرون کو بھی اِس خانہ جنگی سے الگ رکھنا چاہتے تھے، چنانچہ حجاج اور حضرت ابن زبیرؓ مین جنگ ہوئی تو حضرت جندب بن عبد اللہ بجلیؓ نے عسعس بن سلامہ کے پاس قاصد بھیجا کہ تم لوگون کو جمع کرو مین اون کے سامنے ایک حدیث بیان کرون گا، لوگ جمع ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک سریہ بھیجا مقابلہ ہوا تو حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک کافر پر تلوار ماری، اوس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا لیکن اونھون نے اوس کا کام تمام کردیا، آپ کو معلوم ہوا تو وہ ہزار عذر کرتے رہے، لیکن آپ یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن تم اوس کے لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دوگے[۲]،

عمرو بن سعید یزید کی جانب سے مدینہ کا گورنر تھا، حجاج اور عبد اللہ بن زبیرؓ کے درمیان جنگ ہوئی، تو اوس نے مکہ کو فوج بھیجنا چاہی، لیکن حضرت ابو شریح انصاریؓ نے کہا کہ "اگر اجازت ہو تو وہ حدیث بیان کرون جس کا آپ نے فتح مکہ کے دن اعلان کیا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ مکہ کو خدا نے حرم بنایا ہے، نہ کہ آدمیون نے، اس لیے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہین کہ اوس مین خون بہائے، اگر عمرو بن سعید نے اِس حدیث پر عمل کیا ہوتا تو اِس آگ کے ایندھن مین کم ازکم بہت کچھ کمی آجاتی، لیکن اوس نے کہا "مجھے تم سے زیادہ اِس کا علم ہے، مکہ نافرمانون اور خونیون کو اپنے دامن مین پناہ نہین دے سکتا[۳]"،

[۱] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ قاتلوہم حتی لاتکون فتنہ، [۲] مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ وان مات مشرکا دخل النار، [۳] بخاری کتاب العلم لیبلغ العلم الشاہد الغائب،

جب ابن زیاد اور مروان نے شام مین اور حضرت ابن زبیر نے مکہ مین اور قرا نے بصرہ مین یہ طوفان اوٹھایا تو بعض لوگ حضرت ابو برزہ اسلمی کے پاس آئے اور اِس پر افسوس ظاہر کیا، بولے مجھے قریش پر سخت غصہ آتا ہی، اے گروہ عرب تم جس ذلت، جس گمراہی اور جس افلاس مین مبتلا تھے وہ تم کو معلوم ہی، پھر خدا نے تم کو اسلام اور محمد صلعم کے ذریعہ سے نجات دلائی یہانتک کہ اس درجہ کو پہونچے، اب دنیا نے پھر تم کو برباد کر دیا، یہ جو کچھ شام مین ہو رہا ہے خدا کی قسم وہ صرف دنیا کے لئے ہے،

اگر رعایا مین کسی قسم کی بےچینی اور اضطراب کے آثار نمایان ہوتے تو قبل اِس کے کہ یہ چنگاریان بھڑکین صحابہ کرام پند و نصیحت کے چھینٹون سے اون کو بجھانے کی کوشش کرتے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے کوفہ کے گورنر تھے اون کا انتقال ہوا تو رعایا مین بےچینی کے آثار نمودار ہوئے، حضرت جریر بن عبد اللہ نے اوسی وقت ایک خطبہ دیا، جس کے الفاظ یہ ہین،

علیکم باتقاء اللہ وحدہ لا شریک لہ والوقار والسکینۃ حتی یاتیکم امیر فانما یاتیکم الان استغفوا لامیر فانہ کان یحب العفو[2]	تمہارے لئے اِس حالت مین تقوی وقار اور سکون لازم ہے، یہان تک کہ دوسرا امیر آئے، اور وہ آنے والا ہے، اپنے امیر کو معاف کرو کیونکہ وہ معافی کو دوست رکھتا تھا،

متعدد صحابہ نے اِس کشمکش سے الگ ہوکر عزلت گزینی اختیار کر لی تھی، حضرت ابن

---

[1] بخاری کتاب الفتن، [2] بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلعم الدین النصیحۃ

الحنظلیہ دنیا سے قطع تعلق کر کے دمشق مین گوشہ نشین ہو گئے تھے، اور شب و روز نماز اور تسبیح و تہلیل مین مصروف رہتے تھے،[1]

حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد حضرت سلمہ بن اکوع رض ربذہ مین چلے گئے اور عمر بھر وہین مقیم رہے، صرف وفات سے دو چار روز بیشتر مدینہ مین آگئے تھے، وہان اونھون نے شادی بھی کر لی تھی، اور اولاد بھی ہوئی تھی، ایکبار حجاج نے اون سے کہا کہ "اس گوشہ گیری نے تم کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا" بولے نہین، مجھکو رسول اللہ صلعم نے اس کی اجازت دی تھی"[2]

حضرت سعد بن وقاص رض نے اگرچہ عمر بھر فوجی زندگی بسر کی تھی، تاہم حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد جب خانہ جنگی ہوئی تو اوس مین بالکل حصہ نہین لیا اور خانہ نشین ہو گئے، اونکے لڑکے اور بھائی نے ترغیب دی کہ خود دعوی خلافت کرین، حضرت امیر معاویہ رض نے اعانت کی خواہش کی لیکن وہ اپنے گوشہ عزلت سے نہین نکلے،[3]

حضرت سعید بن عاص نے بھی فتنہ کے خوف سے بالکل عزلت گزینی اختیار کر لی اور جنگ صفین و جمل کسی مین شریک نہین ہوئے،[4]

حضرت ہبیب رض اس زمانہ مین مصر کے ایک وادی مین گوشہ نشین ہو گئے، اور وہین وفات پائی، چنانچہ اون کے انتساب سے اوس کا نام وادی ہبیب پڑ گیا،[5]

یزید بن معاویہ نے حضرت ابو اشعث صنعانی کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رض کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو وہ مدینہ مین ایک صحابی کے یہان اوترے اور ان سے کہا کہ اس فتنہ کے

---

[1] ابو داود کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار، [2] بخاری کتاب الفتن باب التعرب فی الفتنہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاص [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن عاص [5] حسن المحاضرہ جلد اول صفحہ ۱۰۰،

متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ بولے میرے دوست ابو القاسم صلعم نے مجھے وصیت کی ہے کہ اگر اس قسم کے واقعات پیش آئیں، تو احد پر جاکر اپنی تلوار توڑ ڈالو، اور خانہ نشین ہو جاؤ، اگر کوئی جنگجو تمہارے گھر میں گھس آئے تو بستر پر چلے جاؤ، اگر بستر کی طرف بھی بڑھے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور کہو کہ اپنے اور میرے دونوں کے گناہوں کا وبال اپنے سر پر لو، اور دوزخ میں چلے جاؤ، اسلئے میں نے تلوار توڑ ڈالی ہے اور خانہ نشین ہو گیا ہوں[1]،

اطاعت خلفاء، معصیت الٰہی کے سوا ہر موقع پر صحابہ کرام کی گردنیں خلفاء کے سامنے جھک جاتی تھیں، صحابہ کرام کے لئے روایت حدیث سے زیادہ محبوب اور واجب العمل کوئی کام نہ تھا، تاہم جب حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی اور اونھوں نے اوس پر ٹوکدیا، تو کمال اطاعت گذاری کے لہجے میں بولے کہ اے امیر المومنین اگر آپ فرمائیں تو میں کبھی اس حدیث کی روایت نہ کروں[2]"،

ایک بار حضرت ابوبکرؓ ایک شخص پر سخت برہم ہوئے، سامنے ایک صحابی بیٹھے ہوئے تھے، بولے ارشاد ہو تو اس کی گردن اوڑا دوں، غصہ فرو ہوا تو پوچھا کہ اگر میں حکم دیتا تو تم واقعی اوس[3] کو قتل کر ڈالتے؟ بولے ہاں،

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حج کے متعلق لوگوں کو فتویٰ دیا، لیکن ایک آدمی نے کہا ابھی آپ ٹھہر جائیے کیونکہ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) نے دوسرا تغیر کیا ہے، اونھوں نے فوراً لوگوں سے کہا کہ میں نے جو فتویٰ دیا ہے اوس پر عمل نہ کرو، امیر المومنین

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۲۶، [2] ابو داود کتاب الطہارۃ باب التیمم، [3] ابو داود کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبیؐ،

آ رہے ہین، اون کی اقتدا کرو،[1]

حضرت ابو ذرؓ اور امیر معاویہؓ مین ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا اور یہ اختلاف اسقدر بڑھا کہ امیر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت مین اون کی شکایت کی، اونھون نے اون کو بلوا بھیجا اور کہا کہ اگر آپ دمشق سے منتقل ہو کر ربذہ مین آجاتے تو ہم سے قریب تر ہو جاتے اونھون نے بخوشی اون کی اطاعت کی اور ربذہ مین آکر مقیم ہو گئے، وہ خود فرماتے ہین،

ولو امروا علی حبشیا سمعت واطعت[2] — اگر لوگ مجھپر حبشی کو بھی امیر بناتے تو مین اوس کی اطاعت کرتا،

حضرت عمرؓ نے ایک انصاریہ سے نکاح کیا اوس سے بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد طلاق دیدی، ایک دن قبا مین آئے دیکھا کہ بچہ کھیل رہا ہے اوٹھا کر اپنے سامنے اونٹ پر بٹھا لیا، لڑکے کی نانی آئی اور بچے کو چھیننا چاہا، معاملہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت مین پیش ہوا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بچے کو عورت کے حوالے کردو، حضرت عمرؓ چپ چاپ[3] چلے گئے، اور کچھ جواب نہ دیا،

بنو امیہ نے اسلام کے نظام سلطنت کو بہت کچھ بدل دیا تھا تاہم حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے عبد الملک بن مروان کو ایک خط مین لکھا کہ جہان تک ممکن ہوگا مین تمھاری اطاعت سے دریغ نہ کرون گا،[4]

یہ اطاعت صرف خلفاء کی زندگی ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اون کی وفات کے

[1] نسائی کتاب الحج باب ترک التسمیۃ عند الاہلال، [2] بخاری کتاب الزکوۃ باب ما ادی زکوتہ، [3] موطا امام مالک کتاب الاقضیۃ باب ما جاء فی المؤنث من الرجال ومن احق بالولد، [4] موطا امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فی البیعۃ،

بعد بھی اِس کا اثر ظاہر ہوتا تھا،

ایک جذامی عورت (غالباً صحابیہ ہوگی) خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی حضرت عمر بن الخطابؓ کا گذر ہوا تو فرمایا لوگون کو اذیت نہ دو، گھر مین جاکے بیٹھو، وہ جاکر خانہ نشین ہوگئی، حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے جاکر کہا تمھارا روکنے والا تو مرگیا اب گھر سے باہر نکلو، بولی مین ایسی نہین ہون کہ زندگی مین اون کی اطاعت اور مرنے کے بعد اون کی نافرمانی کرون[1]،

جب تمام اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو فسخ کر دیا تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے اہل وعیال اور نوکر چاکر سب کو جمع کیا اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہی کہ غدر کرنیوالون کے لئے قیامت کے دن جھنڈا قایم کیا جائیگا، ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسولؐ کے لئے بیعت کی ہی، اور میرے خیال مین اِس سے بڑھکر غدر نہین ہوسکتا، کہ ایک شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسول کے لئے بیعت کی جائے اور پھر اوس سے جنگ کی جائے، جس شخص نے اوس کی بیعت کو فسخ کیا ہو میرے اور اوس کے درمیان کوئی تعلق نہین[2]،

لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ، رسول اللہ صلعم کی زندگی کا مقصد چونکہ خلافت آلٰہی کو دنیا کے لئے منبع خیر وبرکات بنانا تھا، اسلئے آپ نے اطاعت امرا کی ایک خاص حد مقرر فرمادی تھی، اور معاصی ومنکرات کو اطاعت کے دائرہ سے الگ رکھا تھا، اور ایک موقع پر صاف صاف فرمادیا تھا، کہ اطاعت کا تعلق صرف نیک کامون[3] سے ہی،

[1] موطا امام مالک کتاب الحج باب جامع الحج، [2] بخاری کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافہ،
[3] بخاری کتاب المغازی،

صحابہ کرام نے اطاعت خلفا کے متعلق ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا، یہی وجہ ہے کہ اون کے عہد مین خلفا، جادۂ اعتدال سے سرمو تجاوز نہ کرسکے، ایک بار حضرت عمرؓ نے ممبر پر چڑھ کے کہا، صاحبو! اگر مین دنیا کی طرف جھک جاؤن تو تم لوگ کیا کروگے؟ ایک شخص وہین کھڑا ہوگیا اور تلوار میان سے کھینچکر بولا کہ تمھارا سر اوڑادینگے، حضرت عمرؓ نے اوس کے آزمانے کو ڈانٹ کر کہا تو میری شان مین یہ لفظ کہتا ہے؟ اوس نے کہا ہان تمھاری شان مین، بولے "الحمد للہ قوم مین ایسے لوگ موجود ہین کہ مین کج ہونگا تو مجھے سیدھا کردینگے"

خلفاے راشدین کے بعد جب خلافت نے سلطنت کا قالب اختیار کرلیا، تو اوس وقت بھی صحابہ کرام نے اِس اصول کو محفوظ رکھا اور امرا کے ناجائز احکام کے سامنے اپنی گردن خم نہ کی،

ایک بار مدینہ کے ایک مروانی گورنر نے حضرت سہل بن سعدؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہلوانا چاہا، لیکن اونھون نے صاف انکار کردیا[1]

ایک بار حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے حضرت امیر معاویہ کی علانیہ مخالفت شروع کی، اونھون نے حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا کہ عبادہ نے شام مین سخت فتنہ وفساد پھیلا رکھا ہے، آپ اون کو بُلالیجئے، ورنہ مین اون کو جلاوطن کردونگا، اونھون نے اونکو مدینہ مین بلا لیا، اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، بولے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کچھ اُمرا ہونگے جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی بنائینگے، اسلئے جو لوگ خدا اور خدا

[1] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی ابن ابی طالبؓ،

رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہین اون کی اطاعت نہین کرنی چاہئے،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص مسجد مین حدیث بیان کر رہے تھے،
حضرت عبدالرحمان بن عبدرب الکعبہ آئے اور حلقہ مین شامل ہوگئے، جب وہ روایت
کر چکے تو بولے کہ آپ کا بھتیجا معاویہ ہم کو حکم دیتا ہے کہ باہم ناجائز طور پر اپنا مال کھائین
اور اپنے بھائیون کو قتل کرین، حالانکہ خداوند تعالی فرماتا ہے،

یاایہاالذین آمنو لا تاکلوا اموالکم	مسلمانو! اپنے مال باہم ناجائز طور پر نہ کھاؤ، بجز اوس
بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ	صورت کے جب تم مین باہم رضامندی کے ساتھ
عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم	تجارتی تعلقات قایم ہون اور اپنے آپ کو قتل
ان اللہ کان بکم رحیما ہ	نہ کرو، خدا تم پر مہربان ہے،

بولے خدا کی اطاعت مین اون کی اطاعت اور خدا کی نافرمانی مین[1] اونکی نافرمانی کرو،

حضرت معاویہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت لینا چاہی، تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر
نے سخت مخالفت کی اور کہا کیا ہرقل کی سنت جاری کی جائے گی، کہ جب ایک قیصر مرے گا
تو دوسرا قیصر اوس کا جانشین ہوگا، خدا کی قسم ہم ایسا نہین کرین گے، امیر معاویہ نے اون کو
دولت و مال دے کر ہموار کرنا چاہا اور اس غرض سے اون کی خدمت مین لاکھ روپیہ بھیجے
لیکن اونھون نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ مین دین کو دنیا کے بدلے مین نہین[2] بیچ سکتا،

سلاطین و اُمرا کی عملی مخالفت، | صحابہ کرام کے دل مین خدا اور رسولؐ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۲۵، [2] مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بالوفا ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، [3] اصابہ تذکرہ عبدالرحمان بن عبداللہ،

اس لئے وہ امراوسلاطین کی دلیرانہ مخالفت کرتے تھے، اور جو چیز اصول اسلام اور سنت نبوی کے خلاف ہوتی تھی، اوس سے اون کو روکتے رہتے تھے، حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کا قدیم نقشہ بدلنا چاہا تو تمام صحابہ نے عام مخالفت کی، یہان تک کہ اون کو ایک عام مجمع مین تمام صحابہ کو ہموار کرنا پڑا[1]،

اخیر زمانہ مین جب خلافت نے حکومت کی شکل اختیار کر لی اوس وقت بھی صحابہ کرام نے اس جوہر کو محفوظ رکھا،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرفات مین کہا کہ "لوگ تلبیہ کیون نہین کہتے؟ حضرت سعید بن جبیر ساتھ تھے بولے کہ معاویہ کا خوف مانع ہے، یہ سننے کے ساتھ ہی خیمے سے نکلے اور تین بار لبیک کہا اور فرمایا کہ علی کے بغض سے اونھون نے سنت کو چھوڑ دیا ہے[2]"

مروان مدینہ کا گورنر تھا، ایک بار حضرت ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے، مروان کا لڑکا سامنے سے گذرا اونھون نے پہلے اوس کو ہٹایا، وہ نہ ہٹا تو مارا، وہ روتا ہوا مروان کے پاس آیا، مروان نے اون سے کہا، اپنے بھتیجے کو کیون مارا؟ بولے مین نے اوس کو نہین بلکہ شیطان کو مارا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص حالت نماز مین کسی کے سامنے سے گذر جائے تو پہلے اوس کو ہٹائے، اگر نہ ہٹے تو اوس سے مقاتلہ کرے کیونکہ وہ شیطان ہے[3]،

ایک دن جمعہ کے روز مروان خطبہ دے رہا تھا، حضرت ابوسعید خدریؓ آئے اور

[1] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل بناء المسجد، [2] نسائی کتاب الحج باب التلبیہ بعرفۃ، [3] نسائی کتاب الدیات والقصاص باب من اقتص وخذ دون السلطان و بخاری کتاب الصلوٰۃ، بخاری مین ہے، شاب من بنی ابی معیط،

کھڑے ہو کر نماز پڑہنے لگے، پولیس نے بٹھانا چاہا، لیکن وہ نہ بیٹھے لوگون نے کہا، خدا نے رحم کیا، ورنہ وہ آپ کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے تھے، اونھون نے کہا جب مین رسول اللہ صلعم کے سامنے ایسا کرتے ہوئے دیکھ چکا ہون تو ان دو رکعتون کو نہین چھوڑ سکتا، آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا آپ نے اسی حالت مین دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا[1]،

تشتت و اختلاف سے اجتناب، | صحابہ کرام اگرچہ آزادی کی بنا پر خلفا سے مناظرہ کرتے تھے، مباحثہ کرتے تھے، ردوقدح کرتے تھے، اختلاف کرتے تھے، لیکن اختلاف کو قایم نہین رکھتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ نے منی مین چار رکعت نماز پڑھی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اختلاف کیا، اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ یہان دو رکعت نماز پڑھی، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد تم نے اور راستے اختیار کر لئے، مین تو چار رکعت پر دو ہی رکعت کو ترجیح دیتا ہون، لیکن اس کے بعد خود چار رکعت ادا کی، لوگون نے کہا یہ کیا؟ ابھی تو آپ نے حضرت عثمانؓ پر ردوقدح کی اور پھر چار رکعت نماز پڑہتے ہین، بولے "اختلاف بری چیز ہے"[2]،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اگرچہ بجد متبع سنت تھے اور اس وجہ سے جب منی مین تنہا نماز پڑھتے تھے، تو قصر کرتے تھے، لیکن جب امام کے ساتھ نماز کا اتفاق ہوتا تو اختلاف کے خوف سے چار ہی رکعت[3] ادا فرماتے تھے،

صحابہ کرام اختلاف و تشتت سے اسقدر ڈرتے تھے، کہ جن احادیث سے مسلمانون مین

[1] ترمذی ابواب الجمعہ باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب، [2] ابوداود کتاب المناسک باب الصلوٰۃ بمنی، [3] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب قصر الصلوٰۃ بمنی،

اختلاف پیدا ہوسکتا تھا، اوس کی روایت سے بھی احتراز فرماتے تھے، رسول اللہ صلعم نے جن صحابہ کی نسبت ناراضی کے کلمات فرماے تھے اون کو حضرت حذیفہؓ مداین مین بعض لوگون سے بیان کرتے تھے، تو وہ لوگ حضرت سلمانؓ کے پاس آکر اون کی تصدیق کرناچاہتے تھے، لیکن وہ یہ کہکر ٹالدیتے تھے کہ حذیفہ ہی کو انکا علم ہی، حضرت حذیفہؓ کو معلوم ہوا تو وہ اون کے پاس آئے اور کہا کہ آپ میری روایتون کی تصدیق کیون نہین کرتے؟ بولے کہ رسول اللہ صلعم کبھی کبھی خفا ہوجاتے تھے اور ناراضی کی حالت مین اپنے اصحاب کو کچھ کہہ دیا کرتے تھے، تو آپ اونکے ذریعہ سے دلون مین بعض اصحاب کا بغض اور بعض اصحاب کی محبت پیدا کرتے ہین اور اختلاف وتفریق کا سبب بنتے ہین، اگر آپ اون کی روایت سے باز نہ آئین گے تو مین[1] حضرت عمرؓ کو لکھون گا،

حقوق طلبی، جس طرح سلطنت کا فرض حقوق کا دینا ہی، اسی طرح رعایا کا فرض حقوق کا لینا ہے، جب کسی نظام حکومت مین یہ دونون عنصر شامل ہوجاتے ہین تو میزان عدل کے پلّے برابر ہوجاتے ہین، صحابہ کرام کے عہد مین خلافت جن عادلانہ اصول پر قایم رہی اوس کا سبب انہی دونون عناصر کا اجتماع تھا صحابہ کرام اگرچہ نہایت بے نیاز تھے تاہم سلطنت سے اپنے پورے حقوق کے لینے مین دریغ نہین کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مال خمس مین سے اہل بیت کا حق دیا لیکن اون کو کمی معلوم ہوئی تو سب نے لینے سے انکار کردیا،[2]

صحابہ کرام نہ صرف اپنے حقوق لیتے تھے بلکہ جو گروہ ضعیف ہوتا تھا اوس کے حقوق کا

[1] ابوداود کتاب السنۃ باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ صلعم، [2] ابوداود کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربی،

طلب کرتے تھے، عہد نبوت میں آزاد شدہ غلاموں کا ایک لاوارث اور بیکس گروہ تھا، اسلیے
جب کہیں سے مال آتا تو آپ سب سے پہلے اسی کس مپرس گروہ کو حصہ دیتے تھے، آپ کے بعد
جب دفتر قایم ہوا اور تمام وظیفہ خواروں کے نام لکھے گئے تو یہ گروہ بالکل نظرانداز کردیا گیا، حضرت
عبداللہ بن عمرؓ نے اون کے حقوق کا مطالبہ کیا، اور خود حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں جاکر
ان کے وظیفے طلب کیے۔[1]



[1] ابوداود کتاب الخراج و الامارۃ باب فی قسم الفئی۔

اُمراء وعُمّال

رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین صرف دو قسم کے عمال کا تقرر ہوا، حکام وولاۃ اور محصلین زکوۃ، جو صحابہ محصل زکوۃ بناکر روانہ کئے جاتے تھے اون کو

(۱) ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس مین یہ تصریح بتایا جاتا تھا کہ کس قسم کے مال کی کتنی تعداد مین کتنی زکوۃ لینی چاہیئے، انتخاب کرکے یا حق سے زیادہ مال لینے کی اجازت نہ تھی،

(۲) یہ لوگ جب زکوۃ وصول کرکے لاتے تھے تو آپ اون کا محاسبہ فرماتے تھے، کہ کہین کوئی ناجائز رقم تو نہین وصول کی ہے،

(۳) تمام عمال کو بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا اور مقدار ضرورت کی تصریح آپ نے خود فرمادی تھی،

من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجۃ فان لم	جو شخص ہمارا عامل ہو اوس کو ایک بی بی کر لینا چاہئے
یکن لہ خادم فلیکتسب خادما وان لم	اگر اوس کے پاس ملازم نہ ہو تو ایک ملازم رکھ لینا چاہئے
یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکنا ومن اتخذ	اگر گھر نہ ہو تو ایک گھر بنا لینا چاہیئے، لیکن اگر کوئی اس سے
غیر ذلک فھو غال[1]	زیادہ لے گا تو وہ خائن ہوگا،

[1] ابوداود کتاب الخراج باب فی ارزاق العمال،

صحابہؓ کرام نے جس صداقت راستبازی، دیانت، اور ایثار نفسی کے ساتھ ان احکام کی پابندی کی وہ ادن کے محاسن اخلاق کا طغرائے امتیاز ہے محصلین زکوٰۃ کو لوگ بہترین منتخب بلکہ بعض حالتون مین اپنا کل مال دیدیتے تھے، لیکن وہ لوگ صرف وہی مال لیتے تھے اور اسیقدر لیتے تھے جس کی رسول اللہ صلعم نے اجازت دی تھی چنانچہ زکوٰۃ کے عنوان مین اس کی متعدد مثالین پہلے حصے مین گذر چکی ہین،

خیانت کا ارتکاب تو ایک طرف، بعض صحابہ خیانت کے خوف سے اِس خدمت ہی کو قبول کرنا پسند نہین کرتے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابومسعود انصاریؓ کو مصدق بناکر بھیجنا چاہا تو فرمایا کہ" ایسا نہ کرنا کہ قیامت مین تمھاری پشت پر کوئی صدقہ کا اونٹ بلبلاتا ہوا نظر آئے (یعنی خیانت نہ کرنا) بولے کہ اب مین نہین جاتا، ارشاد ہوا کہ مین تمھین مجبور بھی نہین کرتا[1]، ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا،

یا ایھا الناس من عمل منکم لنا علی عمل	لوگو! جو شخص ہمارا عامل ہو وہ اگر ایک دھاگا یا اس سے
فکتمنا منہ مخیطا فما فوقہ فھو غل یاتی	بھی کم ہم سے چھپائے تو یہ خیانت کا مال ہوا اوس کو قیامت
بہ یوم القیامہ،	مین حاضر کرنا پڑے گا،

ایک صحابی جو عامل تھے یہ سنکر بول اوٹھے یا رسول اللہ مجھکو اِس خدمت سے سبکدوش فرمائیے[2]،

صحابہ کرام کو رشوت خوری سے اس قدر اجتناب تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حسب معاہدہ یہود خیبر کے یہان نصف پیداوار تقسیم کرنے کے لئے گئے اور یہودیون نے رعایت کی

[1] ابوداود کتاب الخراج باب فی غلول الصدقۃ، [2] ابوداود کتاب الاقضیۃ باب فی ہدایا العمال،

غرض اس سے عورتون کے زیور جمع کرکے اون کو رشوت مین دینا چاہا تو بولے یہ حرام ہی اور ہم حرام مال نہین کھا سکتے[1]،

معاوضہ خدمت اگرچہ خود رسول اللہ صلعم نے مقرر فرما دیا تھا، اور بہت سے صحابہ اسکو لیتے بھی تھے تاہم بعض اکابر صحابہ اپنی خدمت کا صلہ صرف خدا سے چاہتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے یہ خدمت انجام دی اور معاوضہ لینے سے انکار کر دیا، لیکن خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے کچھ مل جائے تو اوس کو لیلو کھاؤ پیو، صدقہ کر دو[2]،

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین فتوحات کو وسعت ہوئی اور سلطنت کے کاروبار پھیلے تو اونھون نے صیغۂ مال کو صیغۂ فوج سے علیحدہ کر لیا اور ہر ایک کے لئے الگ الگ عمال مقرر فرمائے جو امیر الخراج اور امیر الثغور کے لقب سے ممتاز تھے[3]، اون مین ہر ایک کے لئے ایک ایک ضلع مخصوص کر دیا، چنانچہ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن جراح کو حمص مین، یزید بن ابی سفیان کو دمشق مین، شرجیل بن حسنہ کو اردن مین، عمرو بن عاص اور علقمہ بن مجزز کو فلسطین مین متعین کیا[4]،

حضرت ابوبکرؓ نے عمال کے تقرر مین حسب ذیل اصول ملحوظ رکھے،

(۱) رسول اللہ صلعم کے زمانے مین جو لوگ عامل مقرر ہوئے تھے اون کو اپنے عہدہ پر قائم رکھا، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد جب متعدد صحابہ اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر چلے آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم لوگ کیون چلے آئے، عمال رسول اللہ صلعم سے زیادہ ملکی خدمات کا کون مستحق ہو سکتا ہی[5]،

[1] موطا امام مالک کتاب المساقاۃ باب ما جاء فی المساقاۃ، [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی الاستعفاف، [3] طبری صفحہ ۲۰۵۲، [4] طبری صفحہ ۲۰۹۰، [5] استیعاب تذکرہ خالد بن سعید بن عاصؓ،

(۲) وہ عمال کے تقرر میں کسی قسم کی رو رعایت پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں رشتہ داری کا لحاظ و مروت نہیں کرتے تھے،

چنانچہ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو شام کا عامل مقرر کرکے بھیجا تو فرمایا کہ وہاں تمہاری قرابتیں ہیں شاید امارت کے لئے تم اون کو ترجیح دو، تمہاری نسبت مجھے یہی خوف ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا والی ہو اور وہ رعایت سے اون پر امرا مقرر کرے تو اوس پر خدا کی لعنت ہوگی[1]،

(۳) اہل بدر کے متعلق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا طرز عمل بالکل متضاد تھا، حضرت عمرؓ اون سے ملکی اور مذہبی خدمت لیتے تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ میں کسی بدری صحابی کو عامل نہ بناؤنگا اور اون کو موقع دونگا کہ اپنے بہترین اعمال کے ساتھ خدا سے ملاقی ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اون کے اور صلحا کے ذریعہ سے امتوں کی مصیبت اور عذاب کو اس سے زیادہ دفع کرتا ہے جتنی اون سے مدد حاصل ہوسکتی ہے[2]،

(۴) عمال کی تمامتر کامیابی کا دارومدار اس پر ہے کہ اون کے رعب و داب اور اثر و اقتدار کو ہر ممکن طریقے سے قایم رکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلعم امرا و عمال سے قصاص نہیں لیتے تھے بلکہ دیت دلواتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کا بھی یہی دستور تھا، ایک بار حضرت خالدؓ نے غلطی سے چند لوگوں کو قتل کروادیا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو قصاص لینے پر آمادہ کیا لیکن انھوں نے کہا جانے دو اور خاموش رہو[3]،

---

[1] مسند جلد ا صفحہ ۶، [2] طبری صفحہ ۲۱۳۱، [3] طبری صفحہ ۱۹۲۶،

حضرت عمرؓ کے زمانے مین عہد دن کی ترتیب و تقسیم مین اور بھی وسعت پیدا ہوئی، صوبون کی تقسیم جو پہلے ہوچکی تھی اوس کے علاوہ اونھون نے ملک کی جدید تقسیم کی اور اس تقسیم کی رو سے مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، اور فلسطین کو الگ الگ صوبہ قرار دیا اور اون مین حسب ذیل عمال مقرر فرمائے،

والی	یعنے حاکم صوبہ
کاتب	یعنے میر منشی
کاتب دیوان	یعنے دفتر فوج کا میر منشی
صاحب الخراج	یعنے کلکٹر
صاحب احداث	یعنے افسر پولیس
صاحب بیت المال	یعنے افسر خزانہ
قاضی	یعنے صدر الصدور اور منصف

والی کا اسٹاف نہایت وسیع ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو کوفہ کا والی بناکر روانہ فرمایا تو دس آدمی اون کے اسٹاف مین دیئےؔ،

(۱) ان عمال کے تقرر مین حضرت عمرؓ اکثر موقعون پر اپنی فطری جوہر شناسی سے کام لیتے تھے، عرب مین جو لوگ کسی خاص وصف مین عام طور پر مشہور تھے، مثلاً حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہ اپنی سیاست دانی کی وجہ سے دہاۃ العرب

لہ اسد الغابہ تذکرہ قرظہ،

کیے جاتے تھے یا حضرت عمر معدی کربؓ اور حضرت طلحہ بن خالدؓ کہ فن حرب مین بے نظیر خیال
کئے جاتے تھے، ان لوگون کو ملکی یا فوجی عہدون کے دینے مین بہت زیادہ نکتہ شناسی کی ضرورت
نہ تھی، ان کی شہرت نے خود ان کو ان عہدون کا مستحق بنا دیا تھا، لیکن ان کے علاوہ جن لوگون مین
ان کو کوئی خاص قابلیت نظر آئی ان کو اس قابلیت کے لحاظ سے مناسب عہدے عطا فرمائے،

حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ ایک صحابی تھے جو رسول اللہ صلعم کے کاتب تھے اور آپ کو
اون کی دیانت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب وہ خط لکھ کے لاتے تھے تو آپ اوس کو پڑھوا کے
سنتے بھی نہین تھے، ایک بار آپ کی خدمت مین کہین سے خط آیا آپ نے فرمایا اس کا جواب
کون لکھے گا؟ حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ نے فرمایا کہ "مین"، چنانچہ خود اپنی طبیعت سے جواب لکھکر
لائے اور وہ آپ کو نہایت پسند آیا حضرت عمرؓ بھی موجود تھے اون کو اس پر حیرت ہوئی
اور جب خلیفہ ہوئے تو اون سے میر منشی کا کام لیا اور تدین کے لحاظ سے بیت المال کا افسر بھی
مقرر فرمایا،[1]

ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت آئی اور کہا کہ "میرے شوہر سے زیادہ
افضل کون ہو سکتا ہی رات بھر شب بیداری کرتا ہی گرمیون کے دن مین برابر روزے رکھتا ہے"
حضرت عمرؓ نے بھی اوس کی تعریف کی اور وہ شرما کر چلی گئی حسن اتفاق سے حضرت کعب ابن
سورؓ بھی موجود تھے بولے "یا امیر المومنین آپ نے عورت کا انصاف شوہر سے نہین دلوایا وہ
شکایت کرتی ہی کہ میرا شوہر مجھ سے راہ و رسم نہین رکھتا" حضرت عمرؓ نے عورت کو واپس بلایا

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن ارقمؓ،

اور اوس نے اب صاف صاف اس کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے کعب ہی سے اس کا فیصلہ کرایا
اور اونکو اوسی وقت بصرہ کا قاضی مقرر کر کے بھیجدیا[1]

تمام عمال فاروقی مین حضرت عمار بن یاسرؓ ایک ایسے بزرگ تھے جو فن سیاست
سے بالکل ناآشنا تھے، اور بایںہمہ نہایت معزز ملکی عہدے پر ممتاز تھے لیکن خود حضرت عمرؓ نے
جب اون کو معزول کیا تو صاف صاف فرما دیا،

لقد علمت ما انت بصاحب عمل	مین خود جانتا تھا کہ تم ملکی خدمات کے اہل نہین ہو
ولكني تاولت ونريد ان نمن على الذين	لیکن مینے اس آیت کے معنی کی عملی تشریح کی ہم چاہتے
استضعفوا في الارض ونجعلهم ائمة	ہین کہ ان لوگون پر احسان کرین جو زمین مین کمزور
ونجعلهم الوارثين	تھے اور ان لوگون کو امام اور وارث بنائین،

ذاتی قابلیت کے علاوہ خاندانی اوصاف کے لحاظ سے بدوؤن پر شہریون کو ترجیح دیتے تھے،[2]
اور اپنے قبیلہ کے کسی شخص کو کوئی ملکی عہدہ نہین دیتے تھے، اپنے خاندان مین حضرت نعمان
بن عدی کو میسان کا عامل مقرر فرمایا لیکن ان کو بھی چند دنون کے بعد ایک حیلہ سے معزول کر دیا[3]
ملکی عہدون پر شیخ اور تندرست لوگون کو مامور فرماتے تھے حضرت سعید بن عامرؓ
کی نسبت معلوم ہوا کہ اون پر کبھی کبھی غشی طاری ہو جایا کرتی ہے تو اون کو طلب فرمایا اور جب
اونھون نے اس کی معقول وجہ بیان کی تو پھر اون کو خدمت پر واپس کر دیا[4]
غیر مذاہب کے لوگون مین حضرت ابو زبید کی نسبت اصابہ مین لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے

[1] اسد الغابہ تذکرہ کعب ابن سور [2] طبری صفحہ ۲۷۴۷ و فتوح البلدان صفحہ ... [3] اسد الغابہ تذکرہ نعمان بن عدی
[4] استیعاب تذکرہ حضرت سعید بن عامر

ادن کو عامل مقرر کیا اور اوس کے سوا کسی عیسائی کو عامل نہین بنایا،

عمال کے انتخاب کی مختلف صورتین تھین،

(۱) کبھی حضرت عمرؓ خود صحابہ کرام کو جمع فرماتے اور اون سے طالب اعانت ہوتے چنانچہ ایک بار تمام صحابہ کو جمع کر کے کہا کہ اگر آپ لوگ میری مدد نہ کرین گے تو دوسرا کون کریگا، تمام صحابہ نے بخوشی آمادگی ظاہر فرمائی اور حضرت عمرؓ نے اسی وقت حضرت ابوہریرہؓ کو بحرین اور ہجر کا کلکٹر مقرر کر کے روانہ فرمایا، باایں ہمہ اوس وقت انکی خدمت زہد و تقدس کے خلاف سمجھی جاتی تھی، اس لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے کہا کہ عمر! تم نے اصحاب رسولؐ کو آلودہ دنیا کر دیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر مین ان کے سوا کس سے مدد لون، بولے اگر ایسا ہی ہے تو تنخواہ اس قدر مقرر کرو کہ خیانت کی طرف مائل نہ ہونے پائین،

(۲) بعض اوقات صوبون یا ضلعون کی طرف سے منتخب اشخاص کو طلب کرتے تھے، اور اون کو وہان کا عامل مقرر فرماتے تھے، چنانچہ اسی طریقے کے مطابق حضرت عثمان بن فرقدؓ کوفہ کے، اور حضرت معن بن یزیدؓ شام کے، اور حجاج بن علاطؓ بصرہ کے کلکٹر مقرر ہوئے[۱]،

(۳) حضرت عمرؓ کو عمال کے انتخاب مین ایک بڑی دشواری یہ پیش آئی کہ لوگ حق التحصیل لینا زہد و تقدس کے خلاف سمجھتے تھے، لیکن اگر اس ایثار پر سلطنت کے کاروبار کی بنیاد رکھدی جاتی تو آیندہ چلکر مختلف دشواریان پیش آتین اس لیے حضرت عمرؓ نے اس غلطی کو ہر ممکن طریقے سے مٹانا چاہا، ایک بار حضرت عبداللہ بن سعدیؓ اون کی خدمت مین حاضر ہوئے تو فرمایا کیا

---

[۱] کتاب الخراج صفحہ ۶۴ و ۶۵

مجھے یہ خبر نہین کہ تم بعض ملکی خدمتین انجام دیتے ہو اور جب تم کو معاوضہ دیا جاتا ہی تو ناپسند کرتے ہو، اوتھون نے کہا "ہان" میرے پاس گھوڑے ہین، اور میری حالت اچھی ہی، اس لیے مین چاہتا ہون کہ مسلمانون کی خدمت حسبۃً للہ انجام دون، بولے "ایسا ہرگز نہ کرو، مینے بھی رسول اللہ صلعم کے زمانے مین ایسا کیا تھا، لیکن آپ نے فرمایا کہ اِس مال کو لیکر دولتمند ہو اور صدقہ کرو، جو مال بغیر حرص و سوال کے ملجائے اوس کو لیلو اور جو نہ ملے اوس کے پیچھے نہ پڑو[1]،

(۴) اون کے زمانہ مین جب عمال کا تقرر ہوتا تھا تو اون کو متعدد صحابہ کے سامنے ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس مین اون کی تقرری اور فرائض کی تصریح ہوتی تھی، یہ عامل جس مقام پر پہونچتا تھا تمام رعایا کے سامنے اِس فرمان کو پڑھکر سناتا تھا، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی کو جب مدائن کا عامل مقرر کرکے بھیجا تو فرمان مین یہ الفاظ تھے،

اسمعوا له واطیعوه واعطوه ما سألکم	اون کی سنو! اون کی اطاعت کرو اور جو کچھ وہ مانگین اونکو دو

اونھون نے یہان آکر یہ فرمان پڑھا تو لوگون نے کہا آپ جو چاہین مانگین، بولے جب تک تمھارے یہان رہون اپنا کھانا اور اپنے گدھے کا چارہ چاہتا ہون[2]،

(۵) حضرت عمرؓ کو اس پر سخت اصرار تھا کہ امرا و عمال عیش و تنعم مین مبتلا نہ ہونے پائین حاکم و محکوم مین مساوات قائم رہے، غیر قومون کی عادتین اون مین سرائیت نہ کرنے پائین، حاکم تک ہر شخص بلا روک ٹوک پہونچ سکے، چنانچہ حضرت عتبہ بن فرقد کو یہ تصریح لکھا

وایاکم والتنعم وزی اهل الشرک ولبوس الحریر	عیش و تنعم، اہل شرک کی وضع، اور حریر سے احتراز کرو،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۔، و ابوداود کتاب الخراج باب ارزاق العمال، [2] اسد الغابہ تذکرہ حذیفہ بن الیمانؓ و کتاب الخراج صفحہ ۶۱
[3] مسند جلد ۱ صفحہ ۱۶ و مسلم کتاب اللباس والزینۃ،

اِس بنا پر جب کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تھے تو اوس سے یہ معاہدہ لے لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائیگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا، اور جو عمال ان شرائط کی خلاف ورزی کرتے تھے اونکو فوراً معزول کر دیتے تھے، ایک دفعہ راستے مین جارہے تھے دفعتہً آواز آئی کہ اے عمر! کیا یہ معاہدے تمھین نجات دلا سکتے ہین؟ حالانکہ تمھارا عامل عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہی اور دربان رکھتا ہے، حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ جس حال مین پاؤ اون کو پکڑ لاؤ، وہ آئے تو دیکھا کہ دروازے پر واقعی دربان ہی اندر گھس گئے تو دیکھا کہ جسم پر باریک قمیص ہے، اونھون نے کہا امیر المومنین کی خدمت مین حاضر ہو، بولے بدن پر قبا ڈال لون بولے نہین وہ اسی حال مین حضرت عمرؓ کے سامنے آئے تو اونھون نے قمیص اوتروالی اِس کے بعد اون کا ایک کرتہ اور ایک عصا اور بکریون کا ایک ریوڑ منگایا اور کہا کہ یہ کرتا پہنو یہ عصا لو اور یہ بکریان چراؤ اونھون نے کہا اِس سے تو موت بہتر ہے، بولے گھبرانے کی بات نہین، تمھارے باپ کا نام غنم اسی لئے رکھا گیا تھا کہ وہ بکریان چرایا کرتا تھا[1]، (عربی مین غنم بکری کو کہتے ہین)

حضرت سعدؓ نے جب کوفہ مین ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ اِس کی وجہ سے اون تک فریادیون کی آواز نہین پہونچ سکتی تو محمد بن مسلمہؓ کو بھیجکر اوسمین آگ لگوادی[2]،

مصر مین حضرت خارجہ بن حذافہؓ نے ایک بالاخانہ تیار کروایا اور حضرت عمرؓ کو خبر پہونچی

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۰ بروایت بیہقی، [2] کتاب الخراج صفحہ ۶۶، [3] مسند ابن حنبل جلد اصفحہ ۱۵۲

تو حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ خارجہ نے ایک بالاخانہ تیار کر دیا ہے
اور اوس کے ذریعہ سے اپنے ہمسایوں کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے، میرا خط جس وقت پہونچے
اوس کو فوراً منہدم کر دو، [1]

ایک بار حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ امراء شام پرند کے گوشت اور میدہ کی روٹی
کے سوا اور کچھ کھانا ہی نہیں جانتے حالانکہ عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں ہوتا، اس پر حضرت عمرؓ
نے سخت گرفت کی اور تمام عمال سے اقرار لیا کہ روزانہ کس دو روٹی اور زیتون کا تیل تقسیم
کرنا ہوگا، اور مال غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ طور پر ہوگی، [2]

اون کو اس پر اس قدر اصرار تھا کہ حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے اون کے پاس کھانے
کی کوئی عمدہ چیز ہدیۃً بھیجی تو اونھوں نے پوچھا کیا کل مسلمان یہی کھاتے ہیں بولے نہیں تو
اون کو لکھا کہ یہ تمھاری یا تمھارے باپ کی کمائی نہیں جو خود کھاؤ وہی تمام مسلمانوں کو کھلاؤ، [3]

اس دار و گیر کا نتیجہ تھا کہ عمال نہایت سادہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے
چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک عامل کو طلب فرمایا وہ آئے تو سامان میں صرف ایک توشہ دان
ایک عصا اور ایک پیالہ تھا حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بولے کہ تمھارے پاس بس اسی قدر اثاثہ ہے
بولے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟ عصا پر توشہ دان ٹانگ لیتا ہوں اور پیالے میں کھانا کھالیتا ہوں [4]

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ مدائن کے عامل مقرر ہو کر آئے تو لوگوں نے کہا جو جی چاہے
طلب فرمائیے بولے صرف اپنا کھانا اور اپنے گدھے کا چارہ چاہتا ہوں، یہاں سے چلے تو جس

[1] حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۹۵، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۶۸، [3] فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۲۴۱ و مسلم کتاب اللباس والزینۃ،
[4] استیعاب تذکرہ حضرت سعید بن عامرؓ،

حالت مین گئے تھے اوس مین سرمو فرق نہ آیا تھا حضرت عمرؓ نے دیکھا تو لپٹ گئے کہ تم میرے بھائی اور مین تمھارا بھائی ہون[1]،

حضرت عمرؓ شام مین آئے اور حضرت ابوعبیدہؓ کا زہد و تقشف دیکھا تو فرمایا ابوعبیدہ تمھارے سوا ہم مین سے ہر ایک کو دنیا نے بدل دیا[2]،

(۶) جب کوئی عامل مقرر ہوتا تو اوس کے تمام مال و اسباب کی فہرست تیار کرالی جاتی تھی اور اوس کی مالی حالت مین اس سے زیادہ جس قدر اضافہ ہوتا تھا وہ تقسیم کرالیا جاتا تھا چنانچہ اس قاعدے کی رو سے بہ کثرت عمال کے مال کی تقسیم کی گئی حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کو لکھا کہ اب تمھارے پاس بہ کثرت اسباب، غلام، برتن اور مویشی ہوگئے ہین، حالانکہ پہلے جس وقت تمھین مصر کا گورنر مقرر کیا تھا تمھارے پاس یہ سامان موجود نہ تھے اونھون نے عذر کیا کہ مصر مین زراعت اور تجارت دونون سے پیداوار ہوتی ہے اسلئے ہمارے پاس بہت سی رقم پس انداز ہوجاتی ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے اون کی دولت تقسیم ہی کرڈالی[3]،

حضرت ابوہریرہؓ بحرین سے واپس آئے تو اپنے ساتھ بارہ ہزار روپیہ لائے حضرت عمرؓ نے یہ کل رقم لے لی، اور کہا کہ تم نے خدا کا مال چرایا ہے[4]،

ایک بار ایک شخص نے ایک قصیدے مین بہت سے عمال کے نام گنائے اور لکھا کہ اون لوگون کے مال و دولت کا حساب ہونا چاہیے، حضرت عمرؓ نے سب کی دولت تقسیم کرڈالی یہانتک کہ اون کے پاس صرف ایک جوتہ رہنے دیا اور ایک خود لے لیا[5]،

[1] اسد الغابہ تذکرہ حذیفہ بن الیمانؓ، [2] اسد الغابہ تذکرہ ابوعبیدہ بن جراحؓ، [3] فتوح البلدان صفحہ ۲۲۶، [4] فتوح البلدان صفحہ ۹۰، [5] فتوح البلدان صفحہ ۳۹۲،

طبری اور یعقوبی نے اس قسم کے متعدد واقعات نقل کئے ہین اور یعقوبی نے اون عمال کے نام بھی ایک جگہ جمع کر دیئے ہین جن کے مال تقسیم کرائے گئے، اسد الغابہ تذکرہ محمد بن مسلمہ مین بھی اجمالاً اس قدر لکھا ہے،

وهو الذی ارسله عمر الی عماله لیاخذ شطر اموالهم لثقته به	حضرت عمرؓ نے انہی کو اسلئے بھیجا تھا کہ عمال کا آدھا مال تقسیم کر لائین، کیونکہ اون کے نزدیک وہ بہت زیادہ قابل اعتبار تھے،

(۷) عمال کی شکایتون کی تحقیقات کے لئے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مامور فرمایا جب کسی عامل کی شکایت پیش ہوتی تھی تو وہی تحقیقات کے لئے مامور کیئے جاتے تھے ایک بار کوفہ والون نے حضرت سعدؓ کی شکایت کی کہ وہ ٹھیک طور پر نماز نہین پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے پہلے خود طلب فرماکر اون کا اظہار لیا اس کے بعد اون کے ساتھ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا اور انھون نے جاکر ایک ایک مسجد مین اس کی تحقیقات کی،[1]

(۸) اس پر بھی تسکین نہین ہوئی تو تمام عمال کو حکم دیا کہ حج کے زمانہ مین حاضر ہون تاکہ مجمع عام مین اون کی شکایتین پیش ہو سکین، چنانچہ معمولی سے معمولی شکایتین پیش ہوتی تھین اور اون پر گرفت کی جاتی تھی ایک بار حضرت عمرؓ نے مجمع عام مین ایک خطبہ دیا جس مین فرمایا،

انی لما بعث عمالی لیضربوا ابشارکم ولا لیاخذوا اموالکم	مین نے عمال کو اس لئے نہین بھیجا ہے کہ تمھارے منھ پر طمانچے مارین نہ اس لئے کہ تمھارا مال چھین لین جس شخص

[1] صحیح بخاری باب وجوب القرأۃ للامام والماموم۔ بخاری مین محمد بن مسلمہ کا نام مذکور نہین ہے مگر فتح الباری مین ان کا نام لیا ہے،

فمن فعل بہ ذالک فلیرفعہ الی | کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو اس کو اپنا معاملہ میرے سامنے
اقصہ منہ ، | پیش کرنا چاہیئے تاکہ مین اوس سے قصاص لون،

اِس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی عامل رعایا کو تادیبًا سزا دے تب بھی آپ اوس سے قصاص لینگے بولے ہان" اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کیون نہ قصاص لونگا مینے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے کہ آپ سے خود قصاص لیا گیا ہے"[1]

یہ محض الفاظ ہی الفاظ نہ تھے بلکہ عین حج کے مجمع مین اِس پر عمل بھی ہوا، ایک بار اونھون نے حسب معمول تمام عمال کو طلب کیا اور ایک خطبہ مین کہا کہ جس شخص کو عمال سے کوئی شکایت ہو وہ کھڑا ہو کر پیش کرے، ایک شخص اوٹھا اور کہا کہ آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہین، حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم بھی سو کوڑے مارنا چاہتے ہو، اوٹھو، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ امر عمال پر گران ہوگا اور آیندہ کیلئے ایک نظیر قایم ہو جائے گی، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ نہین ہو سکتا خود رسول اللہ صلعم نے ایسا کیا ہے بالآخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے مستغیث کو اِس شرط پر راضی کیا کہ فی تازیانہ دو دو اشرفیان لے کر اپنے حق سے باز آئے[2]،

(۹) اِس کے علاوہ عمال کے حالات دریافت کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جب عمال کے پاس سے کوئی شخص آتا تو اوس سے اوس کا حال دریافت کرتے، ایک بار حضرت جریرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے یہان سے آئے تو حضرت عمرؓ نے اونکا حال پوچھا، اونھون نے نہایت انشاپردازانہ الفاظ مین اون کی تعریف کی[3]،

---

[1] ابوداود کتاب الحدود باب القود بغیر حدید، [2] کتاب الخراج صفحہ ۶۶، [3] استیعاب تذکرہ جریر بن عبد اللہؓ

عمال جب واپس آتے تو حضرت عمرؓ آگے بڑھکر کسی جگہ چھپ جاتے اور خفیہ طور پر اونکا معائنہ کرتے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ مدائن سے واپس آئے تو حضرت عمرؓ آگے بڑھکر راہ مین چھپ گئے، اور جب اون کی قدیم حالت مین کوئی تغیر نہین پایا تو اون سے بے اختیار لپٹ گئے،

حضرت حذیفہؓ اعلم بالمنافقین تھے یعنی اون کو تمام منافقین کے نام معلوم تھے اسلئے حضرت عمرؓ اون سے اپنے عمال کی نسبت بعض باتین دریافت فرمایا کرتے تھے،

ایک بار اونھون نے فرمایا کہ میرے عمال مین کوئی منافق بھی ہے؟ بولے ہان! ایک ہے مگر نام نہ بتاؤنگا بالآخر حضرت عمرؓ نے اوس کا خود پتہ لگا لیا اور اوس کو معزول کر دیا،[1]

عمال کی معزولی، حضرت عمرؓ ہمیشہ ملکی عہدے اون لوگون کو دیتے تھے جو ایک طرف تو اس خدمت کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے تھے، دوسری طرف اون کا دامن اخلاق بالکل بیداغ ہوتا تھا اسلئے اون کو جس عامل مین ان اوصاف کی کچھ بھی کمی نظر آتی تھی اوس کو فوراً معزول کر دیتے تھے،

ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے میرمنشی نے حضرت عمرؓ کے نام ایک خط لکھا جس کی ابتدا عربی طریقے کے موافق ان الفاظ مین کی من ابوموسی چونکہ عربی قاعدے کی رو سے من ابی موسی لکھنا چاہیئے تھا اس لیئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ جس وقت میرا خط پہونچے اپنے میرمنشی کو ایک کوڑا مارو اور علیحدہ کردو،[2]

حضرت عمارؓ کو والی مقرر کیا تو ایک شخص نے کہا کہ ان کو یہ بھی معلوم نہین کہ آپ نے ان کو کہان کا عامل مقرر فرمایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے اون سے اس قسم کے چند سوالات کیئے تو معلوم ہوا کہ

[1] اسد الغابہ تذکرہ حذیفہ بن الیمانؓ، [2] فتوح البلدان صفحہ ۳۴۵،

واقعی یہ خیال صحیح تھا اس لئے اون کو معزول کردیا[1]، اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی
کا تقرر فرمایا لیکن کوفہ والون نے اون کی شکایت کی، کہ اون کا غلام تجارت کرتا ہے تو اونکو
بھی وہان سے ہٹالیا[2]،

حضرت نعمان بن عدی کو میسان کا عامل بنا کر بھیجا تو اونھون نے بی بی کو بھی ساتھ
لیجانا چاہا لیکن اوس نے انکار کردیا وہان پہونچے تو بی بی کے نام ایک خط مین حسب ذیل اشعار
لکھ بھیجے،

فمن مبلغ حسناء ان حليلها	بميسان يسقى فى زجاج وحنتم
میری طرف سے اوس پیکر حسن کو کون پیغام پہونچائیگا	کہ اوسکا شوہر میسان مین شیشے کے شیشے اور خم کے خم شراب پیتا ہے
اذا شئت غنتنى دهاقين قرية	وصناجة تحذو على كل ميسم
جب مین چاہتا ہون تو دیہاتی لوگ میرے لئے گیت گاتے ہین	اور ستار ہر قسم کے سر بجاتا ہے
اذا كنت ندمانى فبالاكبر اسقنى	ولا تسقنى بالاصغر المتثلم
اور تو میری ہمنشین ہو تو بڑے پیالے سے پلا	نہ کہ چھوٹے اور ٹوٹے ہوئے پیالے سے
لعل امير المومنين يسوءه	تنادمنا فى الجوسق المتهدم
شاید امیر المومنین کو	ہماری مصاحبت ناگوار ہو

حضرت عمر رضی کو اس خط وکتابت کا حال معلوم ہوا تو اون کو لکھا کہ مینے تمہارا آخری شعر سنا در حقیقت
مجھے اس قسم کی صحبت ناگوار ہے اس کے بعد اون کو معزول کردیا، وہ آئے تو کہا کہ خدا کی قسم یہ کچھ نہ تھا

---

[1] طبری صفحہ ۲۶۷۷، [2] طبری صفحہ ۲۶۷۸،

صرف چند اشعار میری زبان پر جاری ہوگئے تھے ورنہ مین نے کبھی شراب نہین پی، حضرت عمرؓ نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن باایہمہ اب تم کبھی میرے عامل نہین ہوسکتے[۱]،

جو عمال غلامون کی عیادت نہین کرتے تھے یا اون تک کمزور لوگون کا گذر نہین ہوسکتا تھا وہ معزول کردئیے جاتے تھے[۲]،

تنخواہ۔ | تنخواہ کا کوئی خاص معیار نہ تھا بلکہ حالات کے لحاظ سے تنخواہین مختلف ہوتی تھین مثلاً حضرت عیاض بن غنمؓ حمص کے والی تھے اور اون کو روزانہ ایک اشرفی اور ایک بکری ملتی تھی[۳]، لیکن حضرت امیر معاویہؓ اسی عہدے پر مامور تھے اور اون کو اس کے صلے مین ہزار دینار ماہوار ملتے تھے[۴]

تاہم جو تنخواہ تھی وہ ہر شخص کے لئے کافی ہوتی تھی،

حضرت عثمانؓ نے اگرچہ اِس نظام مین اسقدر تغیر کیا کہ تمام بڑے بڑے عہدے بنو امیہ کو دیدیے تاہم اونھون نے بلا وجہ کسی قدیم عامل کو معزول نہین کیا طبری مین ہے کہ وہ بلا شکایت یا بغیر استعفا کے کسی عامل کو معزول نہین کرتے تھے[۵] بلکہ شام مین حضرت عمرؓ کے معزول کردہ جو عامل پہلے سے موجود تھے اون کو اپنے اپنے عہدون پر قایم رہنے دیا[۶]، باقی اِس نظام مین اور کسی قسم کا ردوبدل نہین ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت مین اِس معاملہ مین عظیم الشان انقلاب پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ اونھون نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سوا تمام عمال عثمانی کو یکقلم موقوف کردیا[۷]، دوسرے یہ کہ اونھون نے تمام عمال کے طرز عمل کی عام تحقیقات کرائی[۸] اور غالبًا یہ ایسی ترقی تھی جو خود حضرت عمرؓ کے دور خلافت مین بھی نہین ہوئی تھی،

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ نعمان بن عدی، [۲] کتاب الخراج صفحہ ۶۶ [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عیاض بن غنمؓ [۴] استیعاب تذکرہ حضرت امیر معاویہؓ [۵] طبری صفحہ ۲۸۱۴، [۶] طبری صفحہ ۲۸۶۷، [۷] یعقوبی صفحہ ۲۰۰، [۸] کتاب الخراج صفحہ ۶۷ا

صیغۂ عدالت

اسلام مین صیغۂ قضاء اگرچہ عہد نبوت ہی مین قایم ہو گیا تھا لیکن ابتداء مین یہ صیغہ اور صیغون کے ساتھ مخلوط تھا، چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل مقرر فرما کر بھیجا تو اور فرائض کے ساتھ یہ خدمت بھی اون کے متعلق کی[1] اور اوس کے آئین و اصول بتائے، حضرت عمرؓ کے زمانے مین بھی مدتون یہ مخلوط بحث رہا لیکن اونھون نے اپنے وسط خلافت مین اس صیغہ کو اور صیغون سے الگ کر دیا اور مستقل طور پر قضاۃ مقرر کر کے اون کی تنخواہین مقرر کین[2]،

اصول وآئین عدالت، اس باب مین سب مقدم چیز اصول وآئین عدالت کا منضبط کرنا تھا، حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن مجید کی طرف پھر حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے اور سب سے اخیر مین مسلمانون سے مشورہ لیتے تھے اجتہاد اور قیاس کو بالکل دخل نہین دیتے تھے[3]،

لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین جب تمدن کو زیادہ وسعت ہوئی تو اونھون نے قضاۃ کو اجماع اور قیاس سے بھی مدد لینے کی ہدایت کی لیکن قیاس کو سب سے موخر رکھا[4] اسکے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام آداب قضاءت کے متعلق ایک مفصل فرمان لکھا جو

---

[1] ابو داود کتاب القضاء [2] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۵ و ۱۷۶، [3] دارمی صفحہ ۳۲ و ۳۳، [4] مسند دارمی صفحہ ۳۴،

کنز العمال اور دار قطنی مین[1] بلفظہ منقول ہی، اس فرمان مین قضارت کے متعلق جو احکام مذکور ہین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) قاضی کو تمام لوگون کے ساتھ یکسان برتاو کرنا چاہیئے،

(۲) بار ثبوت صرف مدعی پر ہے،

(۳) مدعا علیہ کے پاس اگر ثبوت یا شہادت نہین ہو تو اُس سے قسم لیجائیگی،

(۴) فریقین ہر حالت مین صلح کر سکتے ہین لیکن جو امر خلاف قانون ہو اوس مین صلح نہین ہو سکتی،

(۵) قاضی خود اپنی مرضی سے مقدمہ کے فیصل کرنے کے بعد اوس پر نظر ثانی کر سکتا ہی،

(۶) مقدمہ کے پیشی کی ایک تاریخ مقرر ہونی چاہیئے،

(۷) اگر مدعا علیہ تاریخ معینہ پر حاضر نہ ہو تو مقدمہ اوس کے خلاف فیصل کیا جائیگا،

(۸) ہر مسلمان قابل ادائے شہادت ہی لیکن جو سزا یافتہ ہو یا جس کا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو وہ قابل شہادت نہین،

(۹) اخلاقی حیثیت سے قاضی کو غصہ کرنا اور گھبرانا نہین چاہیئے،

آج اِس تمدنی زمانے مین بھی عدالت کے اساسی قوانین یہی ہین،

قضاۃ کا انتخاب، قضارت کے متعلق سب سے اہم کام قابل اور متدین حکام کا انتخاب تھا، صحابہ مین جو لوگ علم و فضل مین مسلّم تھے، مثلاً حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت

[1] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۴ و دار قطنی صفحہ ۵۱۲،

عبداللہ بن مسعودؓ ان کے انتخاب کے لیے صرف یہی کافی تھا کہ وہ خود منتخب روزگار تھے لیکن حضرت عمرؓ اور لوگون کو عملی تجربہ اور ذاتی امتحان کے بعد منتخب کرتے تھے چنانچہ حضرت کعب بن سوار ازدیؓ جو بصرہ کے قاضی تھے اون کی تقرری کا شان نزول یہ ہو کہ وہ ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ "مینے اپنے شوہر سے بہتر آدمی نہین دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھتا ہی اور دن بھر روزے رکھتا ہے" حضرت عمرؓ نے عورت کی تعریف کی اور اوس کے لیئے استغفار کیا وہ شرمندہ ہو کر چلی گئی تو حضرت کعبؓ نے کہا کہ "اے امیرالمومنین! آپ نے عورت کا انصاف اوس کے شوہر سے نہین دلوایا وہ مستغیث ہو کر آئی تھی"، اب حضرت عمرؓ نے اوس کو بلوا بھیجا اور کہا کہ "یہ کہتے ہین کہ تم کو یہ شکایت ہی کہ تمھارا شوہر تم سے تعلق نہین رکھتا، اوس نے کہا "سچ ہی" حضرت عمرؓ نے اوس کے شوہر کو بلوا بھیجا اور حضرت کعبؓ سے اصرار کیا کہ تمھین نے اِس مقدمہ کو سمجھا ہی اور تمھین اِس کا فیصلہ کرو اوںھون نے فیصلہ کیا تو اسقدر خوش ہوئے کہ اون کو بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا[1]۔

تضاوت کی ذمہ داریون کا احساس، | حدیث شریف مین آیا ہے،

من ولی القضاء فقد ذبح بغیر سکین — جو شخص قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا (ابوداؤد کتاب القضاء)

اِس حدیث کی بنا پر بعض صحابہ جو بہت زیادہ محتاط تھے وہ سرے سے عہدہ قضا ہی کو قبول نہین کرتے تھے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قاضی مقرر کرنا چاہا تو اوںھون نے صاف انکار کر دیا[2] لیکن جن صحابہ کو اِس عہدے کے قبول کرنے سے انکار نہ تھا

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت کعب بن سُور، [2] مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۶۶،

وہ بھی شدت کے ساتھ اس کی ذمہ داریون کو محسوس کرتے تھے حضرت ابو الدردا رضؓ بیت المقدس کے قاضی تھے، ایک بار اونھون نے حضرت سلمان فارسی رضؓ کو لکھا کہ بیت المقدس مین تشریف لائیے لیکن اونھون نے لکھا کہ زمین کسی کو مقدس نہین بنا سکتی، انسان کو صرف اوس کا عمل مقدس بناتا ہی، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم طبیب (قاضی) مقرر کیئے گئے ہو اگر تم سے لوگ شفا پاتے ہون تو کیا کہنا ورنہ اگر جعلی طبیب ہو تو کسی انسان کو مارکر دوزخ مین نہ داخل ہو" حضرت ابو الدردا رضؓ پر اس خط کا یہ اثر پڑا کہ مقدمہ فیصل ہونے کے بعد فریقین واپس جاتے تھے تو احتیاطاً بلا کر دوبارہ اظہار لیتے تھے[1]،

عدل و انصاف، خلفاء مقدمات کے فیصل کرنے مین کسی قسم کی رعایت کو جائز نہین رکھتے تھے ایک بار حضرت عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ کے یہان خود فریق مقدمہ بنکر آئے تو اونھون نے اون کو اپنے پاس بٹھانا چاہا لیکن اونھون نے کہا کہ "یہ پہلا ظلم ہی جو تم نے کیا، مین اپنے فریق کے ساتھ بیٹھونگا[2]،

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہان ایک مہمان آیا اور اونھون نے اوس کو کئی دن تک مہمان رکھا لیکن ایک دن جب وہ فریق مقدمہ ہوکر اون کے سامنے حاضر ہوا، تو بولے" اب آپ تشریف لیجائیے ہم فریق کو صرف فریق کے ساتھ ٹھہرا سکتے ہین[3]"،

ایک بار ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے یہودی کے حق مین فیصلہ کیا تو وہ بیساختہ بول اوٹھا آپ نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا[4]،

---

[1] موطاے امام مالک کتاب الاقضیہ باب جامع القضاء، [2] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۴، [3] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۱۲
[4] موطاے امام مالک کتاب الاقضیہ باب الترغیب فی القضاء بالحق،

رشوت ستانی کی روک ٹوک، حضرت عمرؓ نے صیغۂ عدالت قایم کیا تو رشوت ستانی کے انسداد کے
لیے سخت بندشین قایم کین اور عام طور پر تمام حکام کو لکھ بھیجا،

اجعلوا الناس عندکم فی الحق سواء قریبہم کبعید ہم وبعیدہم کقریبھم و ایاکم والرشی[1]

انصاف مین تمام لوگون کو برابر سمجھو قریب وبعید مین فرق وامتیاز نہ کرو اور رشوت سے بچو،

اس کے ساتھ قضاۃ کی بیش قرار تنخواہین مقرر کین اور قاعدہ مقرر کیا کہ جو شخص معزز اور دولتمند نہ ہو وہ قاضی نہ مقرر کیا جائے اور اس کی وجہ یہ لکھی کہ دولتمند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی پر فیصلہ کرنے مین کسی کے رعب وداب کا اثر نہ پڑیگا،

علانیہ رشوت خواری کے علاوہ بہت سے مخفی طریقے ہین جن کے ذریعہ سے رشوت دیجاسکتی ہی مثلاً حکام کو اگر تجارت کی اجازت دیجائے تو وہ اس کے ذریعہ سے بہت کچھ ذاتی فوائد حاصل کرسکتے ہین ہدیہ بھی رشوت خواری کا ایک مہذب ذریعہ بن سکتا ہی، اور بنتا ہے، حضرت عمرؓ نے ان تمام طریقون کا سد باب کیا، چنانچہ قاضی شریح کو جب قضارت کے عہدے پر مامور کیا تو فرمایا،

لاتشتر ولاتبع ولاترتش[2]

نہ کچھ خریدو، نہ کچھ بیچو، اور نہ رشوت لو

ہدیہ کی طرف ایک واقعہ کے اثر سے اون کی توجہ مبذول ہوئی، ایک شخص معمولاً ہر سال اون کی خدمت مین اونٹ کی ایک ران ہدیۃً بھیجا کرتا تھا، ایک بار وہ فریق مقدمہ ہوکر دربار خلافت مین حاضر ہوا تو کہا کہ اے امیر المومنین! ہمارے مقدمہ کا ایسا دو ٹوک فیصلہ کیجیے جس طرح

[1] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۴، [2] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۵،

اونٹ کے ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کی جاتی ہین، حضرت عمرؓ اس ناجائز اشارے کو سمجھ گئے اور اوسی وقت تمام عمال کو لکھ بھیجا کہ ہدیہ نہ قبول کرو کیونکہ وہ رشوت[1] ہی،

ماہرین فن کی شہادت، مقدمات مین شہادت کی توثیق و اعتبار کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہی کہ ماہرین فن کی شہادت لی جائے یعنے جو امر کسی خاص فن سے تعلق رکھتا ہو اوس کے متعلق اوس فن کے ماہرین کا اظہار لیکر فیصلہ کیا جائے، حضرت عمرؓ نے اِس اُصول پر نہایت کثرت سے عمل کیا، ایک بار حطیہ نے زبرقان بن بدر کی ہجو کہی اور اوس نے دربار خلافت مین مقدمہ دائر کیا، تو حضرت عمرؓ نے پہلے حسان بن ثابتؓ سے مشورہ لیا، اس کے بعد حطیہ کو سزا دی[2]،

ایک بار ایک بیوہ عورت نے عدت کے دن گذار کے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا لیکن وہ پہلے سے حاملہ تھی، اسلیئے دوسرے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے کے بعد اوس کے بچہ پیدا ہوا حضرت عمرؓ کی خدمت مین معاملہ پیش ہوا تو اونھون نے زمانہ جاہلیت کی پراتم عورتون کا اظہار لیا اور اونھون نے اس کی ایک ایسی معقول وجہ بیان کی جس سے عورت بے قصور ثابت ہوئی اسلیئے حضرت عمرؓ نے بچہ کو پہلے شوہر کی طرف منسوب کیا اور دونون میان بی بی سے کہا اس مین تمھارا کوئی قصور نہ تھا، ایک اور مقدمہ پیش ہوا جس مین دو شخص ایک بچے کے باپ ہونے کے مدعی تھے اِس کی نسبت حضرت عمرؓ نے ایک قیافہ شناس کا اظہار لیا[3]،

تحریری فیصلے، اوس زمانہ کے تمدن کے لحاظ سے اگرچہ مقدمات کا فیصلہ نہایت سادہ طور پر کیا جاتا تھا اسلیئے یہ نہین کہا جاسکتا کہ تمام مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے تاہم تفحص و جستجو سے معلوم ہوتا ہی کہ

---

[1] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۰، [2] اسد الغابہ تذکرہ زبرقان بن بدر [3] موطاے امام مالک کتاب الاقضیہ باب الشہادات،

بہت سے اہم مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے جو آیندہ چل کر فریق مقدمہ کے کام آتے تھے،

چنانچہ ایک دفعہ حضرت رباب بن حذیفہؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اوس کے بطن سے تین اولاد پیدا ہوئی اون کے مرنے کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے جو اون کے عصبہ تھے ان تمام بچون کو شام بھیجدیا اور وہ وہان جاکر مرگئے اون کے بعد وراثت کے متعلق نزاع ہوئی تو حضرت عمرؓ نے عصبہ کو وراثت دلوائی اور ایک تحریر لکھوا دی جس مین تین شخص یعنے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور ایک اور شخص کے دستخط بطور شاہد کے ثبت تھے چنانچہ ایک موقع پر جب اون لوگون مین نزاع ہوئی تو عبدالملک نے اوسی تحریر کے مطابق فیصلہ کیا،[1]

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مقابل مین صفایاے نبوی کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی ایک شخص کے پاس لکھا ہوا محفوظ تھا،[2]

اخلاق کا اثر مقدمات پر، مقدمات کی کثرت وقلت کو ایک بہت بڑا اخلاقی معیار قرار دیا جاسکتا ہے جس ملک، جس قوم اور جس قوم کی اخلاقی حالت نہایت پست ہوجاتی ہے اوس مین ذرا ذرا سی بات پر نزاع ہوتی ہے، مقدمات اوٹھ کھڑے ہوتے ہین اور ہر معاملہ کی نسبت لوگ جھوٹی سچی شہادت دینے کے لئے تیار ہوجاتے ہین، چنانچہ ایک بار جب رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ کون لوگ بہتر ہین تو آپ نے فرمایا،

قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجی قوم یبتدر شہادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شہادتہ (مسلم کتاب المناقب)	سب سے بہتر زمانہ میرا ہے، پھر صحابہ کا، پھر تابعین کا، اسکے بعد ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو شہادت سے پہلے قسم کھائیگی

[1] ابو داود کتاب الفرائض باب فی الولاء، [2] ابو داود کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللہ صلعم،

اور قسم سے پہلے شہادت دیگی،

لیکن صحابہ کرام کے زمانے تک جھوٹی شہادت ایک ایسا جرم خیال کی جاتی تھی کہ لوگ بچون کو اوس سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے، اسی حدیث مین ہے،

قال ابراهیم کانوا یضربوننا ونحن غلمان عن العهد والشهادات	ابراہیم کہتے ہین کہ بچپن مین لوگ ہم کو شہادت اور عہد سے منع کرتے تھے،

ایکبار عراق کا ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین ایک ایسے معاملہ کے لئے آیا ہون جس کا نہ تو سر ہے، نہ دم، ہمارے ملک مین جھوٹی شہادتون کا رواج ہو چلا ہے" حضرت عمرؓ نے نہایت تعجب سے کہا کہ ہان ایسا ہے"[۱]

مقدمات کی قلت کا یہ حال تھا کہ حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی جو کوفہ کے قاضی تھے اونکی نسبت ابو وائل کا بیان ہے کہ مین مستقل چالیس دن تک اون کے پاس آتا جاتا رہا لیکن اون کے یہان کسی فریق مقدمہ کو نہین دیکھا،[۲]



[۱] موطاے امام مالک کتاب الاقضیہ باب الشهادات، [۲] اسد الغابہ تذکرہ سلمان بن ربیعہ باہلی،

صیغۂ محاصل و خراج

فتوحات کا سلسلہ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت مین شروع ہو گیا تھا لیکن خراج کا باقاعدہ نظام حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین قایم ہوا چنانچہ سب سے پہلے عراق کی فتح کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی تو بہت سے صحابہ نے کہا کہ مال غنیمت کی طرح زمین اور جائدادین بھی مجاہدین پر تقسیم کر دی جائین، لیکن حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ اگر زمین بھی تقسیم کر دی گئی تو آیندہ نسل کیلئے کیا رہ جائیگا؟ سرحد کی حفاظت کیونکر ہو سکیگی؟ یتیمون اور بیواؤن کی پرورش کا کیا انتظام ہوگا؟ اس غرض سے اونھون نے تمام قدماء مہاجرین کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور ان لوگون مین حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی راے سے اتفاق کیا اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے مخالف گروہ کی تائید کی، بالآخر حضرت عمرؓ نے ایک عام اجلاس کیا جس مین شرفاء انصار سے دس، اوس سے پانچ، اور خزرج سے پانچ بزرگ شریک ہوے، حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر ایک نہایت پُر زور تقریر کی اور سب نے اون کی راے سے اتفاق کر لیا،[1]

اس مرحلہ کے طے ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے بندوبست کی طرف توجہ کی اور

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۱۴، ۱۱

صحابہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اِس خدمت کے لئے کون موزون ہی؟ تمام صحابہ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ کا نام لیا اور کہا کہ وہ اِس سے بھی اہم خدمات کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہین[۱]، حضرت عمرؓ نے پانچ درہم اور ایک جراب آٹا روزانہ کے حساب سے تنخواہ مقرر کی، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو اون کا شریک کار مقرر فرمایا[۲] اور حکم دیا کہ ٹیلون، جنگلون، گڑھون، اور اون زمینون کی جن کی آب پاشی ناممکن ہی پیمایش نہ کی جائے اور ناقابل برداشت جمع نہ تشخیص کی جائے، اِس اُصول کے مطابق اِن بزرگون نے پیمایش کا کام ختم کیا تو کل رقبہ طول مین تین سو چھتّر میل اور عرض مین ۱۴۰ میل یعنی کل تیس ہزار میل کم ٹھہرا، اِس مین پہاڑ، صحرا، اور نہرون کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کرور ساٹھ لاکھ جریب نکلی، خاندان شاہی کی جاگیر، آتش کدون کے اوقاف، لاوارثون، مفرورون اور باغیون کی جائداد، دریا برآورد، جنگل اور اون زمینون کو جو سڑکون کی تیاری اور ڈاک کے مصارف کے لئے مخصوص تھین حضرت عمرؓ نے خالصہ قرار دیا[۳] باقی تمام زمینین مالکان قدیم کے قبضے مین دی گئین اور اون پر حسب ذیل مالگذاری مقرر کی گئی،

گیہون	فی جریب یعنے پون بیگہ پختہ	دُو درہم سالانہ
جَو	〃	ایک درہم سالانہ
نیشکر	〃	چھہ درہم سالانہ
روئی	〃	پانچ درہم سالانہ

[۱] استیعاب تذکرہ حضرت عثمانؓ بن حنیف، [۲] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷، [۳] فتوح البلدان صفحہ ۲۸۱،

انگور	فی جریب یعنے پون بگہ پختہ	دس درہم سالانہ
نخلستان	”	”
تل	”	آٹھ درہم سالانہ
ترکاری	”	تین درہم سالانہ

جمع تشخیص ہوگئی تو دونون بزرگون کو بلاکر پوچھا کہ تم نے جمع سخت تو تشخیص نہین کی؟ اونھون نے کہا ”ابھی تو اِس مین اضافہ کی اور بھی گنجائش ہی“ بولے ”پھر غور کرلو جمع ناقابل برداشت تو تشخیص نہین کی گئی“ اونھون نے کہا ”نہین“ اب فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو اپنے بعد عراق کی بیواؤنکو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونے دونگا[1]،

خراج کی تشخیص مین سب سے زیادہ عادلانہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ ذمی رعایا سے اسمین مشورہ لیا، چنانچہ اونھون نے عراق کا بندوبست کرنا چاہا تو مشورہ کے لئے وہان سے دو چودھری طلب کئے جن کے ساتھ ایک ترجمان بھی تھا، اسی طرح مصر کے عامل کو لکھا کہ خراج کے معاملے مین مقوقس سے راے لو، زیادہ واقفیت کے لئے ایک واقف کار قبطی کو مدینہ مین طلب فرمایا اور اوس کا اظہار لیا[2]،

عراق کے سوا حضرت عمرؓ نے اور کسی صوبے کی پیمائش نہین کرائی البتہ قدیم طریقہ بندوبست مین جہان جہان غلطی دیکھی اوس کی اصلاح کردی، مثلاً مصر سے رومی خراج کے علاوہ غلے کی ایک مقدار کثیر وصول کرتے تھے جو سلطنت کے ہر صوبے مین فوج کی رسد کے لئے روانہ کیجاتی تھی

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ، [2] مقریزی جلد ا صفحہ ۷۴ و ۷۵،

ERSITY LIBRARY

اور خراج مین محسوب نہین ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے یہ دونون جابرانہ طریقے موقوف کردیے،

زمینداری اور ملکیت کے متعلق اونھون نے سب سے بڑی اصلاح یہ کی، کہ زمینداری کے متعلق قدیم جابرانہ قانون کو بالکل مٹادیا، مثلاً جب رومیون نے شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام اراضیات اصلی باشندون کے قبضہ سے نکال کر ارکین دربار کو دیدین، کچھ خالصہ قرار دیا اور کچھ گرجون پر وقف کردین لیکن حضرت عمرؓ نے اِس قاعدہ کو مٹاکر یہ قاعدہ بنادیا کہ مسلمان کسی حالت مین ان زمینون پر قابض نہین ہوسکتے یعنے اگر قیمت دے کر بھی خریدنا چاہین تو نہین خرید سکتے، یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا چنانچہ لیث بن سعد نے مصر مین کچھ زمین خریدی تو بڑے بڑے پیشوایان مذہبی مثلاً امام مالکؒ، نافع بن یزید وغیرہ نے اون پر سخت اعتراض کیا[1]

حضرت عمرؓ نے صرف اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ تمام فوجی افسرون کے نام حکم بھیج دیا کہ لوگون کے روزینے مقرر کردیے گئے ہین، اسلئے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے، چنانچہ شریک غطفی نامی ایک شخص نے مصر مین کچھ زراعت کرلی تو حضرت عمرؓ نے بلاکر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا کہ تجھکو ایسی سزا دونگا جو دوسرون کے لئے عبرت انگیز ہوگی،[2]

ایک دفعہ عبداللہ بن الحر العنسی نے شام مین کھیتی کی اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اوس کی کُل جائداد برباد کروادی،[3]

بند وبست کے ساتھ حضرت عمرؓ نے ترقی زراعت کی طرف خود توجہ کی اور لوگون کو توجہ دلائی ایک مرتبہ ایک شخص سے پوچھا تمھارا وظیفہ کیا ہے؟ اوس نے کہا ڈھائی ہزار، فرمایا قبل اسکے

[1] مقریزی صفحہ ۲۹۵، [2] حسن المحاضرہ جلد اصفحہ ۷۸، [3] اصابہ تذکرہ عبداللہ بن الحر العنسی،

کہ قریش کے لونڈے سر پر آرائے حکومت ہوں کھیلتی کر لو ورنہ ان کے بعد وظیفہ کوئی چیز نہ رہجائیگا،[۱]
عام حکم دیدیا کہ جو اُفتادہ زمینین ہین اون کو جو شخص آباد کریگا اوس کی ملک ہوجائینگی لیکن اگر
کوئی شخص تین برس کے اندر آباد نہ کرے تو اوس کے قبضہ سے نکل جائینگی،

چنانچہ رسول اللہ صلعم نے حضرت بلال رض کو ایک قطعہ بطور جاگیر کے دیا تھا لیکن اونھون نے
اوس کو آباد نہین کیا تو حضرت عمر رض نے اس کو اون کے قبضے سے نکال لیا،[۲] اس طرح اون کے زمانے مین
زرعی پیداوار مین اسقدر اضافہ ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے تک صدقہ فطر مین صرف جو
کھجور اور منقہ وغیرہ دیاجاتا تھا لیکن جب ان کے عہد خلافت مین گیہون کی پیداوار مین غیر معمولی
اضافہ ہوا تو اونھون نے ان چیزون کے عوض نصف صاع گیہون مقرر کردیا،[۳]

وصولی خراج کا طریقہ، | وصولی خراج مین حضرت عمر رض نے سب سے زیادہ آسانی یہ پیدا کی کہ خود
رعایا کو اختیار دیا کہ وہ وصولی خراج کے لئے بہترین اشخاص منتخب کرکے دربار خلافت مین
روانہ کرے، چنانچہ کوفہ والون نے عثمان بن فرقد کو، شام والون نے معن بن یزید کو، بصرہ والون نے
حجاج بن علاط کو منتخب کرکے بھیجا اور حضرت عمر رض نے اون کو عامل خراج مقرر کردیا،[۴] خراج
وصول ہوکر آتا تھا تو دس ثقہ آدمی کوفہ سے، اور اسی قدر بصرہ سے طلب کرتے تھے اور اونکا
حلفیہ اظہار لیتے تھے کہ مالگذاری کسی ذمی یا مسلمان پر ظلم کرکے تو نہین لی گئی ہے،[۵]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی وصولی خراج مین نہایت نرمی اختیار کی چنانچہ ایک بار
کسی عامل کو وصولی خراج کے لئے مقرر فرمایا تو یہ وصیتین کین،

---

[۱] ادب المفرد باب لا ابل عزلا لہما، [۲] وفاء الوفا صفحہ ۱۰۹، [۳] ابوداود کتاب الزکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر، [۴] کتاب الخراج صفحہ ۶۲، [۵] کتاب الخراج صفحہ ۶۵

ولا تضربن رجلا سوطا فی جبایة درهم
ولا تبتعن لهم رزقا ولا کسوة شتاء ولا
صیفا ولا دابة یعملون علیها ولا تقیمن رجلا قائما فی طلب درهم

کسی شخص کو، مالگذاری کے وصول کرنے مین کوڑا نہ مارنا
روزی، اون کے گرمی اور جاڑے کے کپڑے اور بار
برداری کے جانور نہ لو اور کسی کو کھڑا نہ کرو،

اوس نے کہا "تو اے امیر المومنین ایسے کیجئے کہ مین یون ہی خالی ہاتھ واپس آؤن" فرمایا
یہ بھی سہی، ہم کو صرف یہ حکم دیا گیا ہی کہ فاضل مال سے مالگذاری وصول کرین، [1]

جزیہ | جزیہ بھی خراج کی طرح نہایت نرمی کے ساتھ وصول کیا جاتا تھا جو لوگ اپاہج اور
بیکار ہو جاتے تھے اونکا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا اور اون کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا چنانچہ
یہ قاعدہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانے مین مقرر ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کو قایم رکھا،
ذمیون کو کسی قسم کی اذیت دیکر جزیہ وصول کرنے کی اجازت نہ تھی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا
کہ دھوپ مین کھڑا کر کے کچھ لوگون کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ
جزیہ ادا نہ کرنے کے جرم مین یہ سزا دی جا رہی ہی فرمایا ان کو چھوڑ دو رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی
کہ جو لوگ دنیا مین بندون کو تکلیف دیتے ہین خدا قیامت مین اون کو عذاب دیتا ہی، [2]

عشر | غیر قومون سے ایک اور تجارتی ٹیکس لیا جاتا تھا جس کا نام عشر تھا، یہ اسلام کی کوئی
جدید ایجاد نہ تھی بلکہ جاہلیت ہی کے زمانے مین اس کا رواج تھا اور حضرت عمرؓ نے اوس کو قایم رکھا،
اس کے وصول کرنے کا طریقہ نہایت آسان تھا کسی کے اسباب کی تلاشی نہین لی
جا سکتی تھی، دو سو درہم سے کم قیمت مال پر کچھ نہین لیا جاتا تھا شام کے نبطی چونکہ گیہون کی تجارت

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، [2] موطائے امام مالک کتاب الزکوۃ باب عشور اہل الذمہ،

کرتے تھے اسلئے حضرت عمرؓ اون سے نصف عشر لیتے تھے کہ مدینہ مین اوس کی درآمد زیادہ ہو،[1]

زکوٰۃ وعشور، زکوٰۃ کے وصول کرنے مین بھی ہر قسم کی آسانیان ملحوظ رکھی جاتی تھین، رسول اللہ صلعم نے عمال کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ مین بہترین مال نہ لیا جائے، خلفاے راشدین بھی نہایت شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے اموال صدقہ مین ایک بڑے تھن والی بکری دیکھی تو فرمایا کہ اس کے مالک نے اس کو بخوشی نہ دیا ہوگا، اس طرح مسلمانونکو نہ بدگمان کرو،[2]

دیوان، دفتر، بیت المال، جزیہ، خراج، عشور اور زکوٰۃ سے جو رقم وصول ہوتی تھی حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک علی السویہ تمام مسلمانون پر تقسیم ہوجاتی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے مین جب باقاعدہ نظام سلطنت قایم ہوا تو اوس کے لئے دیوان، دفتر، اور بیت المال قائم کیا گیا خراج کا دفتر جیسا کہ قدیم زمانہ مین فارسی، شامی، اور قبطی زبان مین تھا حضرت عمرؓ کے زمانے مین بھی قایم رہا کیونکہ ابھی تک اہل عرب نے اس فن مین اسقدر ترقی نہین کی تھی کہ یہ دفتر عربی زبان مین منتقل ہوسکتا،

بیت المال کے رجسٹر نہایت صحت اور تفصیل کے ساتھ مرتب کئے جاتے تھے چنانچہ صدقہ و زکوٰۃ کے مویشی آتے تھے تو اونکے رنگ، حلیہ اور سن تک لکھے جاتے تھے،[3] بیت المال مین جو رقم جمع ہوتی تھی اوس کا ایک بڑا حصہ مسلمانون کے وظیفے مین صرف ہوجاتا تھا جن کے سالانہ وظائف علی قدر مراتب حسب ذیل تھے،

شرکاء غزوہ بدر	پانچ ہزار درہم سالانہ

[1] موطاے امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب عشور اہل الذمہ، [2] موطاے امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب النہی عن التضییق علی الناس فی الصدقۃ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت فاروقؓ،

مہاجرین حبش اور شرکائے غزوۂ اُحد	چار ہزار درہم سالانہ
مہاجرین قبل از فتح مکہ	تین ہزار درہم "
جو لوگ فتح مکہ مین اسلام لائے	دو ہزار درہم "
جو لوگ جنگ قادسیہ در یرموک مین شریک تھے	دو ہزار درہم "
اہل یمن	چار سو درہم "
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین	تین سو درہم "
بلا امتیاز مراتب	دو سو درہم "

ان لوگون کے اہل وعیال بلکہ غلامون کے وظائف بھی مقرر تھے، چنانچہ مہاجرین اور انصار کی بیویون کا وظیفہ دو سو سے چار سو درہم تک اور اہل بدر کے اولاد ذکور کا وظیفہ دو دو ہزار درہم مقرر تھا، ان مصارف کے بعد صوبجات اور اضلاع کے بیت المال مین جو رقم بچ جاتی تھی وہ مدینہ منورہ کے بیت المال مین بھیجدی جاتی تھی[۱] جن لوگون کو وظیفے ملتے تھے ان کے نام مع ولدیت درج رجسٹر ہوتے تھے[۲] اور ان کی ترتیب کے لئے بڑے بڑے قابل لوگ مثلاً حضرت عقیل بن طالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم وغیرہ مامور تھے،

---

[۱] کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ بحوالہ ابن سعد، [۲] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰،

پبلک ورک

یا

نظارت نافعہ

اصطلاحی حیثیت سے اگرچہ اس صیغہ مین صرف نہرین، سرکاری عمارتین، پل، بند، شفاخانے اور کنوئین وغیرہ داخل ہین، لیکن ہم نے اِس مین صحابہ کرام کے اوقاف وصدقات جاریہ کو بھی شامل کر لیا ہی، کیونکہ اوقاف وصدقات کا مقصد بھی رفاہ عام کے سوا کچھ نہین ہوتا،

کنوئین، رفاہ عام کی چیزون مین اگرچہ کنوئین اب نہایت معمولی درجے کی چیز خیال کئے جاتے ہین، لیکن عرب مین وہ نہایت گران قیمت چیز سمجھے جاتے تھے، اسی بنا پر حدیث مین آیا ہی کہ "سب سے اچھا صدقہ پانی ہی" اسلام مین رفاہ عام کے کامون کی ابتدا سب سے پہلے اسی صدقہ جاریہ سے ہوئی، چنانچہ جب رسول اللہ صلعم نے ہجرت کی تو مدینہ مین آب شیرین کی نہایت قلت محسوس ہوئی، آب شیرین کا صرف ایک کنوان تھا جس کا نام بیر رومہ تھا اسلئے آپ نے تمام مسلمانون کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اپنے لئے اور تمام مسلمانون کے لئے اِس کو کون خریدتا ہی؟ حضرت عثمانؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور اونھون نے اوس کو اپنے صلب مال سے خرید کر

تمام مسلمانون پر وقف کر دیا،[1]

حضرت عثمانؓ نے اور بھی متعدد کنوئین، مثلاً بیر سائب، بیر عامر، بیر اریس کھدوائے اور مسلمانون پر وقف کئے،[2]

اس کے بعد اور صحابہ نے بھی متعدد کنوئین کھدوائے، حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اون کے لئے کون سا صدقہ بہتر ہوگا؟ ارشاد ہوا "پانی" چنانچہ اونھون نے ان کی یادگار مین ایک کنوان کھدوا دیا،[3] مدینہ مین ایک اور کنوان جس کا نام بیر ملک تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے وقف تھا،[4]

رسول اللہ صلعم کے بعد جب صحابہ کرام کے سر پر خلافت الٰہی کا تاج رکھا گیا تو اس صدقہ جاریہ کی طرف اور بھی توجہ ہوئی، اگرچہ ہم کو یہ معلوم نہین کہ اس زمانے مین کتنے کنوئین کھودے گئے، تاہم بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہی کہ خلفا کو اس کا نہایت اہتمام تھا، معجم البلدان ذکر تبوک مین ہی کہ وہان ایک کچا کنوان تھا جو ہمیشہ گر گر پڑتا تھا، حضرت عمرؓ کے حکم سے ابن عریض نامی ایک یہودی نے اس کو پختہ کرا دیا،

چوکیان اور سرائین، | عرب کے لوگ اکثر سفر کیا کرتے تھے، بالخصوص سال مین ایک بار تمام عرب کو حج کا احرام باندھنا پڑتا تھا، بااینہمہ راستے مین مسافرون کے آرام و آسایش کا بہت کم سامان تھا، لیکن خلفا کے عہد مین مسافرون کے آرام و آسایش کے تمام سامان مہیا ہوگئے چنانچہ جو لوگ راستے مین مسافرون کو پانی پلایا کرتے تھے، اونھون نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی اور

[1] نسائی کتاب الاحباس، [2] وفاء الوفا صفحہ ۴۴ و ۲۵، [3] ابو داود کتاب الزکوۃ باب فی فضل سقی الماء لیکن نسائی کتاب الاحباس مین ہے کہ اونھون نے بطور صدقہ کے متعدد باغ وقف کئے تھے، [4] وفاء الوفا صفحہ ۱۲۵۸

مکہ اور مدینہ کے درمیان سرائین بنوانا چاہین، حضرت عمرؓ نے اس شرط پر اجازت دی کہ مسافر پانی اور سایہ کے سب سے زیادہ مستحق ہون گے،

شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عمرؓ نے اسی سلسلہ مین متعدد کنوئین بھی کھدوائے اور جو کنوئین پٹ گئے تھے اون کو صاف کروایا،[2]

اونھون نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایسے اشخاص بھی مقرر کئے جو گم گشتگان قافلہ کو سیراب راستون سے لیجا کر منزل مقصود تک پہونچا آتے تھے،

مہمان خانے، اول اول حضرت عمرؓ نے مسافرون کے لئے کوفہ مین ایک مہمان خانہ قایم کیا فتوح البلدان مین ہے،

امر عمر ان یتخذ لمن یرد من الافاق دارا فکانوا ینزلونھا[3]	حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جو لوگ اطراف ملک سے مسافرانہ وارد ہوتے ہین اون کے لئے ایک مہمان خانہ قایم کیا جائے چنانچہ جو مسافر آتے تھے اوسی مہمان خانے مین اترتے تھے،

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے کوفہ مین ایک اور مہمان خانہ قایم کیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ باہر سے جو لوگ تجارت کا غلہ لیکر آتے تھے وہ عموماً پرائیوٹ مکانون مین قیام کرتے تھے اس غرض سے بعض فیاض طبع لوگون نے یہ انتظام کیا تھا کہ بازار مین منادی کروا دیتے تھے کہ جس کے قیام کا بندوبست نہ ہو وہ ہمارے مکان مین قیام کر سکتا ہو حضرت عثمانؓ کو خبر ہوئی تو اونھون نے ان لوگون کے لئے ایک مہمان خانہ قایم کر دیا[4] اسی طرح مصر مین بھی حضرت عثمان بن قیسؓ نے ایک

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۶، [2] ازالۃ الخفاء ص ۱۳۳ [3] مقریزی جلد اول صفحہ ۴۶۱ [4] فتوح البلدان صفحہ ۲۸۶،
[5] طبری صفحہ ۲۰۴۴،

مہمان خانہ قایم کیا[1]،

حوض اور نہرین، صحابہ کرام نے رفاہ عام کی غرض سے جابجا مکہ اور مدینہ مین بہ کثرت حوض اور چشمے تیار کرائے حضرت عثمانؓ نے حضرت عبد اللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا تو اونھون نے عرفات مین بہت سے حوض بنوائے اور متعدد نہرین جاری کین[2]، حمی قید کے پاس حضرت عثمانؓ نے ایک نہر کھدوائی جس کا نام عین النخل تھا[3] حضرت علیؓ نے بھی متعدد نہرین وقف عام کی تھین چنانچہ مقام ینبع مین اون کے ذاتی ملک مین بہت سی چھوٹی چھوٹی نہرین تھین اونھون نے سب کو وقف عام کردیا[4]، اسی طرح اور دو نہرون کو اونھون نے فقرا ر مدینہ پر وقف کردیا تھا چنانچہ ایک بار حضرت امام حسینؓ پر قرض ہوگیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک نہر کے بدلے دو لاکھ دینار دینا چاہے مگر اونھون نے کہا کہ مین اپنے باپ کا وقف فروخت کرنا نہین چاہتا[5]،

حضرت امیر معاویہؓ کو نہرون کے جاری کرنے کا خاص اہتمام تھا خلاصۃ الوفا مین ہے،

کان بالمدینۃ الشریفۃ وماحولہا عیون	مدینہ شریف اور اوس کے متصل بکثرت نہرین تھین اور
کثیرۃ وکان لمعاویۃ اہتمام بہذا الباب[6]	حضرت امیر معاویہؓ کو اس باب مین خاص اہتمام تھا،

حضرت امیر معاویہؓ نے جو نہرین جاری کرائین اون مین نہر کظامہ[7]، نہر ازرق[8]، نہر شہدا[9] وغیرہ کا نام وفاء الوفا اور خلاصۃ الوفا مین مذکور ہے حضرت امیر معاویہؓ نے پہاڑون کی بعض گھاٹیون کے گرد بند بندھوا کر اون کو بھی تالاب کی صورت مین بدل دیا تھا جس مین پانی جمع ہوتا تھا[10]،

---

[1] حسن المحاضرہ جلد ١ صفحہ ٩٢، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عامرؓ، [3] خلاصۃ الوفا صفحہ ٢٢٥، [4] وفاء الوفا صفحہ ١٣٩٢، [5] معجم ذکر عین ابی نیزر، [6] خلاصۃ الوفا صفحہ ٢٢٣، [7] وفاء الوفا صفحہ ١١٠، [8] خلاصۃ الوفا صفحہ ١٢٦، [9] خلاصۃ الوفا صفحہ ٣٠، [10] وفاء الوفا صفحہ ١٣٢١،

خلفاء کے علاوہ اور صحابہ نے بھی پانی کے چشمے وقف عام کئے تھے، مثلاً حضرت طلحہؓ نے ایک چشمہ خرید کر راہرون پر وقف کر دیا تھا[1]،

نہر سعد، مکہ اور مدینہ کے علاوہ صحابہ کرام نے مختلف شہرون مین نہرین جاری کین، انبار والون کو مدت سے ایک نہر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی چنانچہ اس کے سلئے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین ان لوگون نے حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تو اونھون نے حضرت سعد بن عمرو بن حرامؓ کو اس کام پر مامور کیا اونھون نے بڑے اہتمام سے کام جاری کیا لیکن کچھ دور پہونچ کر بیچ مین ایک پہاڑ آگیا اسلئے کام وہین تک پہونچ کر رک گیا بعد کو حجاج نے اس کی تکمیل کی لیکن الفضل للمتقدم کی بنا پر یہ نہر حضرت سعد بن عمرو ہی کے نام سے مشہور ہوئی[2]،

نہر ابی موسیٰ، بصرہ والون کو آب شیرین کی سخت تکلیف تھی، ایک بار اون کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور وفد کے ایک ممبر یعنی حنیف بن قیس نے نہایت پُر اثر تقریر مین حضرت عمرؓ کو اس طرف توجہ دلائی حضرت عمرؓ نے اوسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام ایک تحریری حکم بھیجا کہ بصرہ والون کے لئے ایک نہر کھدوا دیجاے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس نہر کو دجلہ سے نکالکر نہر ابلہ سے ملا دیا اخیر مین اس کا کچھ حصہ پٹ گیا لیکن حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریز نے جو حضرت عثمانؓ کے جانب سے بصرہ کے گورنر تھے اوس کی مرمت و اصلاح کر وا دی[3]،

---

[1] وفاء الوفا صفحہ ۳۶۰، [2] فتوح البلدان صفحہ ۲۸۳، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۶۵،

نہر معقل، | یہ نہر بھی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم سے بصرہ مین کھُدوائی
چونکہ اس کی تیاری کا کام حضرت معقلؓ کے سپرد کیا گیا تھا اسلئے انہی کے نام سے مشہور
ہوگئی، حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین زیاد نے دوبارہ اِس نہر کو کھُدوایا اور تبرکاً
حضرت معقلؓ ہی سے اِس کا افتتاح کروایا اور افتتاح کرنے کے بعد ایک آدمی کو ہزار
درہم دیئے اور کہا کہ دجلہ کے کنارے گھوم آؤ اگر ایک شخص بھی اس نہر کو زیاد کی نہر کہتا ہوا
ملے تو اوس کو یہ رقم دیدو، لیکن بچے بچے کی زبان سے معقل کا نام سنکر اوس نے کہا ذالک
فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء

نہر امیر المومنین، | ۱۸؁ھ مین جب عرب مین قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے تمام صوبون سے غلہ منگوایا
لیکن شام و مصر سے چونکہ خشکی کا راستہ بہت دور تھا اسلئے غلہ کی روانگی مین کسی قدر دیر ہوئی
اِن دقتون کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو طلب کیا اور کہا کہ اگر
دریاے نیل سمندر سے ملا دیا جاے تو عرب مین قحط و گرانی کا کبھی اندیشہ نہ ہو ورنہ خشکی کی
راہ سے غلہ کا آنا دقت سے خالی نہین، حضرت عمرو بن العاصؓ نے پلٹ کر فوراً کام شروع
کرا دیا اور ایک سال مین یہ نہر بنکر تیار ہو گئی یہ تفصیل حسن المحاضرہ مین ہے[۱] لیکن طبری مین ہے
کہ جب حضرت عمرؓ نے تمام امراء و عمال کے نام غلہ کے لئے تحریری حکم بھیجا تو خود حضرت عمرو
بن العاصؓ نے جواب مین لکھا کہ پہلے بحر شام بحر عرب مین گرتا تھا لیکن رومیون اور قبطیون نے
اوس کو بند کر دیا اگر آپ چاہتے ہین کہ مصر کی طرح مدینہ مین بھی غلہ کا نرخ ارزان ہو تو مین

[۱] فتوح البلدان صفحہ ۳۶۶، [۲] حسن المحاضرہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۶۰

اِس غرض سے نہر تیار کراکے اوس پر پل بند ہوا دون" مصر والون نے اگرچہ اپنے ذاتی مصالح کی بنا پر بہت کچھ واویلا کیا لیکن حضرت عمرؓ نے اِس معاملہ مین کسی کی نہ سنی چنانچہ جب یہ نہر بنکر تیار ہوئی تو عرب ہمیشہ کے لئے قحط کی مصیبت سے نجات پاگیا،[۱۱]

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین بھی بعض نہرین تیار ہوئین مثلاً اونھون نے عبید اللہ بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کرکے بھیجا تو اوس نے جبال بخارا کو کاٹ کر ایک نہر نکالی[۱۲] اونھین کے زمانے مین حکم بن عمرو نے ایک نہر جاری کی جس کا افتتاح نہ ہوسکا،[۱۳]

زرعی نہرین، حضرت عمرؓ کے زمانے مین زرعی ترقی کا جو مستقل انتظام ہوا اوس کے سلسلہ مین اونھون نے نہایت اہتمام کے ساتھ آبپاشی کے لئے نہرین کھدوائین چنانچہ خاص مصر مین ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اِس کام مین لگے رہتے تھے اور اون کے تمام مصارف بیت المال سے ادا کئے جاتے تھے،[۱۴]

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین اِس صیغے کو اور بھی زیادہ ترقی ہوئی اون کے زمانے مین صرف مدینہ اور اوس کے آس پاس جو زرعی نہرین تھین اون کے ذریعہ سے ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہون پیدا ہوتا تھا،[۱۵]

بند مکہ، مین جو چار مشہور سیلاب مختلف زمانون مین آئے اون مین ایک سیلاب جو اُم نہشل کے نام سے مشہور رہا، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین آیا اور مسجد حرام تک پہونچ گیا حضرت عمرؓ نے نیچے اوپر دو بند بندہوا دیے جس نے مسجد حرام کو سیلاب کی زد سے محفوظ رکھا،[۱۶]

---

[۱۱] طبری صفحہ ۲۷۰۵، [۱۲] طبری صفحہ ۲۴۷۹ واقعات ۲۳ھ، [۱۳] طبری صفحہ ۵۶ ادا واقعات ۱۶ھ، [۱۴] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۶۳، [۱۵] خلاصۃ الوفا صفحہ ۲۳۳، [۱۶] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۰،

مدینہ مین ایک چشمہ تھا جس کا نام مہزور تھا حضرت عثمانؓ کے زمانے مین اِس مین طغیانی آئی اور تمام مدینہ ڈوب گیا اسلئے اونھون نے اِس سے بچنے کے لئے ایک بند بندھوایا،

پل اور سڑک، خلفاء کے زمانے مین مفتوحہ قومون سے جو معاہدہ صلح ہوتا تھا اوس مین تمام شرائط کے ساتھ یہ شرط بھی کرلی جاتی تھی کہ سڑکون اور پلون کا بنانا اون کے متعلق ہوگا، چنانچہ کتاب الخراج مین ایک معاہدہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے،

وبناء القناطر علی الانہار من اموالہم[۱] — نہرون پر اون کو اپنے صرف سے پل باندھنا ہوگا،

تاریخ طبری واقعات سنہ ۲۱ھ مین ایک معاہدہ کے حسب ذیل فقرے نقل کئے ہین،

فکان الفلاحون للطرق والجسور والاسواق والحرث والدلالة،[۲] — کاشتکارون کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ سڑک بنائین پل درست کرین بازار لگائین کھیتی کرین اور مسلمانون کو راستہ بتائین

سرکاری عمارتین، سرکاری عمارتون کی ابتدا حضرت عمرؓ کے زمانے مین ہوئی اور سرکاری کامون کے لئے جس قدر عمارتون کی ضرورت ہوتی ہے غالباً کل وجود مین آگئین،

دارالامارۃ، صوبجات اور اضلاع کے حکام کے لئے دارالامارۃ تعمیر کئے گئے جو گویا اوس زمانے کے گورنمنٹ ہاؤس تھے حضرت عمرؓ کے دور خلافت مین غالباً سب سے پہلے بصرہ کا دارالامارۃ تیار ہوا چنانچہ جب عتبہ بن غزوان نے فوجی ضرورت سے بصرہ کو آباد کیا تو اوس کے ساتھ مقام دہنار مین جس کو اب رحبہ بنی ہاشم کہتے ہین سادہ طور پر ایک مسجد، ایک جیلخانہ، اور

---

[۱] فتوح البلدان صفحہ ۱۱، [۲] کتاب الخراج صفحہ ۸۰، [۳] طبری صفحہ ۲۴۷۰ لیکن علامہ سیوطی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بیت المال کے مصارف سے بھی پل وغیرہ بنوائے جاتے تھے چنانچہ حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۶۳ مین لکھتے ہین کانت فسلیفتہ مصر لحفر خلیجہا واقامۃ جسورہا وبناء قناطرہا وقطع جزائرہا مایۃ الف وعشرین الفا معہم الطور والمساحی والالات یعتقبون ذلک لا یدعون ذلک شتاء ولا صیفا،

ایک دار الامارۃ بھی تعمیر کروایا بصرہ اول اول گویا چھپروں کا مجموعہ تھا، لیکن بعد کو حضرت ابوموسی اشعریؓ نے کچے مکانات بنوائے تو دار الامارۃ کو بھی کچی اینٹ سے تعمیر کروایا اور چھت گھاس سے پٹوائی حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تو اوس نے مسجد مین بہت کچھ اضافہ کیا اور دار الامارۃ کو ہٹا کر مسجد کے سامنے قبلہ رُخ کر دیا اور اس کی عمارت پہلے سے بھی زیادہ مستحکم بنوائی،[1]

اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ کو آباد کیا تو اس کے ساتھ دار الامارۃ بھی تعمیر کرایا زیاد نے اس کی عمارت بھی دوبارہ مستحکم طور پر بنوائی،[2]

مکہ مین ایک نہایت قدیم یادگار تھی جس کو دار الندوہ کہتے تھے یہ عمارت قریش کا گویا دار الامارۃ تھی جس مین وہ تمام اہم قومی معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اخیر مین حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو خرید کر دار الامارۃ بنا دیا،[3]

جیل خانے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین متعدد جیل خانے بنوائے اوّل اوّل مکہ معظمہ مین صفوان بن اُمیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خرید کر کے جیلخانہ بنوایا[4] پھر اور اضلاع مین بھی جیلخانے بنوائے بصرہ کا جیلخانہ عتبہ بن غزوان نے تعمیر کروایا تھا جو بالکل دار الامارۃ کے متصل تھا، کوفہ کا جیلخانہ بانس یا نرسل سے بنا تھا،[5]

غلہ خانے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تمام سرکاری ضروریات کے لئے الگ الگ مکانات تعمیر کروائے تھے ہم کو تاریخون مین دار الدقیق اور دار الرقیق کا اکثر نام ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے

[1] فتوح البلدان صفحہ ۳۵۵، [2] فتوح البلدان صفحہ ۲۸۵، [3] فتوح البلدان صفحہ ۵۹، [4] مقریزی جلد دوم صفحہ ۱۸۷، [5] فتوح البلدان صفحہ ۳۴۸،

کہ قیدیان جنگ کے رہنے کے لئے کوئی مستقل مکان تعمیر کیا گیا تھا اسی طرح سرکاری آٹا کسی مستقل عمارت مین رکھا جاتا تھا عام الرمادۃ مین مدینہ کی بندرگاہ جار پر جو غلہ آتا تھا اوسکے رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ نے دو بڑے بڑے محل بنوائے تھے[1]،

بیت المال، اگرچہ ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت مین بیت المال قایم ہوچکا تھا لیکن درحقیقت حضرت عمرؓ نے اس کے لئے مستقل اور شاندار عمارتین تعمیر کرائین، چنانچہ کوفہ کا بیت المال ایک عظیم الشان محل کی صورت مین تعمیر ہوا تھا جس کے لئے شاہان فارس کی عمارتون سے اینٹین منگائی گئی تھین اور جس کو روزبہ ایک مشہور مجوسی معمار نے تیار کیا تھا[2]،

بازار، صحابہ کرام کے عہد خلافت مین اگرچہ عرب کے تمام قدیم بازار مثلاً عکاظ، ذوالمجنہ وغیرہ قایم تھے تاہم خود صحابہ کرام نے بھی متعدد بازار قایم کئے چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین کوفہ آباد ہوا تو ایک کھلی ہوئی جگہ بازار کے لئے مخصوص کر لی گئی[3]،

مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہم مسجد جامع کے متصل آپکے لئے ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہین" اونھون نے لکھا کہ مین تو حجاز مین ہون اور میرے لئے مصر مین مکان تعمیر ہوگا؟ اس جگہ ایک بازار قایم کردو چنانچہ وہ بازار قایم کیا گیا اور اوسمین غلام فروخت کئے جاتے تھے[4]،

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبد اللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا تو اونھون نے

[1] یعقوبی صفحہ ۱۷۷، [2] طبری صفحہ ۲۴۸۹، [3] طبری صفحہ ۲۴۹۱، [4] حسن المحاضرہ جلد اول صفحہ ۱۵۹

بہت سے مکانات خرید کر منہدم کروا دیئے اور اوس جگہ ایک بازار قایم کیا،[۱۱]

شفاخانے، اگرچہ ہم کو اسقدر معلوم ہی کہ حضرت عمرؓ حفظان صحت کا نہایت خیال رکھتے تھے چنانچہ ایک بار حضرہ کے باشندون نے شکایت کی کہ ہمارا گانون وبائی امراض مین مبتلا رہتا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ "اوس کو چھوڑ دو" اون لوگون نے کہا "وہ ہمارا وطن ہی" حضرت عمرؓ نے عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ سے کہا کہ اب کیا تدبیر ہے؟ اوس نے کہا کہ "زمین مرطوب ہے اور وہان پسّو اور مچھر بہت لگتے ہین جو وبا کا سبب ہین اسلیئے اون لوگون کو قرب وجوار مین نکل جانا چاہیئے، گھی اور کراث کھانا چاہیئے، خوشبو لگانا چاہیئے، ننگے پانون نہ چلنا چاہیئے، دن کو سونا نہ چاہیئے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اون کو اِن تدبیرون پر عمل کرنے کا حکم دیا،[۱۲] اور اگرچہ ہم کو اسقدر معلوم ہی کہ حضرت عمرؓ کے عہد مین بکثرت اطبار موجود تھے اور اون سے وہ کام لیتے تھے چنانچہ حضرت معیقب دوسیؓ کو جذام ہوا تو اون کے علاج کے لئے اونھون نے مختلف اطبار بلوائے[۱۳] لیکن بااینہمہ جہان تک ہم کو معلوم ہی حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفار نے شفاخانے کے لئے کوئی عمارت تعمیر نہین کروائی،

چھاونیان اور قلعے، صحابہ کرام کے عہد مین چونکہ فتوحات کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا اسلیئے بکثرت فوجی چھاونیان اور بکثرت قلعے تعمیر ہوئے عام دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر محفوظ یا ساحلی مقام فتح ہوتا تھا تو وہان بقدر ضرورت فوج متعین کر دی جاتی تھی جس سے ہر قسم کی شورش وبغاوت کا سدباب ہو جاتا تھا،[۱۴] لیکن اِن عارضی انتظامات کے علاوہ مستقل فوجی چھاونیان قایم کی گئین

[۱۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عائذ، [۱۲] خلاصۃ الوفا صفحہ ۲۰۷، [۱۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت معیقب دوسیؓ، [۱۴] فتوح البلدان صفحہ ۱۴۳،

اور تمام ساحلی مقامات قلعون سے مستحکم کئے گئے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ مین شام کا سفر کیا تو تمام سرحدی مقامات کا دورہ کرکے فوجی چھاؤنیان قایم کروائین، ساحلی مقامات کا مستقل انتظام کیا اور حضرت عبد اللہ بن قیس کو اوس کا افسر کل مقرر فرمایا[1] ۱۹ھ مین جب یزید بن سفیان کا انتقال ہوا تو اوسکے بھائی معاویہ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ سواحل شام کے استحکام کی زیادہ ضرورت ہی حضرت عمرؓ نے فوراً حکم بھیجا کہ تمام قلعون کی مرمت کی جائے اور اون مین فوجین رکھی جائین، جتنے دریائی مناظر ہین اون مین پہرہ دینے والے متعین کئے جائین اور ہمیشہ آگ روشن رکھنے کا سامان کیا جائے، حضرت عمرؓ نے مصر وغیرہ مین بھی اس قسم کی بکثرت[2] چھاونیان قایم کین، حضرت عثمانؓ نے اس کو اور ترقی دی اور متعدد قلعے اور چھاؤنیان بنوائین ایک گانون جس کا نام حیسنبخ تھا موسم گرما مین فوج کے قیام کے لئے آباد کرایا[2] اور جو لوگ ساحلی قلعون مین اقامت گزین ہونا پسند کرتے تھے اون کو جاگیرین عطا کین[3] حضرت امیر معاویہؓ کو بحریات کا بہت زیادہ خیال تھا چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین طرابلس فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بڑا قلعہ بنوایا جس کا نام حصن سفیان رکھا، اس قلعہ کے تعمیر ہونے سے ہر قسم کے بحری حملہ کا اندیشہ جاتا رہا[4]،

لاذقیہ، جبلہ، اور انطرطوس کو حضرت ابو عبیدہؓ نے فتح کیا تو قدیم دستور کے موافق حفاظت کے لئے کچھ فوجین متعین کردین لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے تمام ساحلی استحکامات کے ساتھ یہان بھی قلعے بنوائے[5]،

[1] طبری صفحہ ۲۵۲۲، [2] فتوح البلدان صفحہ ۱۵۰، [3] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۴، [4] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۳، [5] فتوح البلدان صفحہ ۱۴۲

جزیرہ روڈس فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے یہان بھی ایک قلعہ تعمیر کروایا[1]

حضرت امیر معاویہؓ نے بحری استحکامات کے علاوہ خاص اہل مدینہ کے لئے بھی ایک قلعہ بنوایا جس کا نام قصر خل تھا[2]،

مقبرہ، | حضرت عمرؓ نے جبل مقطم پر جو مصر مین واقع ہی مسلمانون اور عیسائیون کا الگ الگ مقبرہ تعمیر کروایا چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبد اللہ بن حارث زبیدیؓ حضرت عبد اللہ بن حذافۃ السہمیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ اسی مقبرہ مین مدفون ہوئے[3]،

حمام | مصر مین اگرچہ بکثرت حمام تھے، لیکن وہ نہایت گندہ ونجس رہتے تھے، اسلئے حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک چھوٹا سا حمام تعمیر کروایا جس کو رومی حمام الفار یعنی چوہون کا حمام کہتے تھے[4]

وصیت، | موت کا عالم بھی عجیب کشمکش کا عالم ہوتا ہے، ایک طرف تو آل واولاد کی، مان باپ کی، بھائی بند کی محبت دامن پکڑتی ہی دوسری طرف عالم قدس کی کشش گریبان گیر ہوتی ہی اسلئے دین ودنیا کی محبت کے موازنہ کے لئے اِس سے بہتر زمانہ نہین مل سکتا اگر انسان دنیا کا شیدائی ہی تو وہ اپنا تمام مال و دولت صرف اعزہ واقارب کو تفویض کر دیتا ہی اور اگر وہ اپنا رشتہ خدا کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہی تو اپنی جائداد کا معظم ترین حصہ خدا کی راہ مین صرف کرتا ہی اور آل واولاد کو صرف اوسی قدر دیتا ہی جس قدر اون کا حصہ اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہی، صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے صالح بندے تھے اسلئے وہ اس عالم مین جو کچھ دیتے تھے خدا ہی کو دیتے تھے، آل واولاد کا صرف اوسیقدر خیال رکھتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے اون کو حکم دیا تھا،

[1] فتوح البلدان صفحہ ۲۴۴، [2] وفاء الوفا صفحہ ۱۹۱، [3] معجم البلدان ذکر مقطم، [4] حسن المحاضرہ جلد اوّل صفحہ ۵۹،

حضرت ابی وقاص رضؓ مرض الموت مین بیمار ہوے اور رسول اللہ صلعم عیادت کے لئے تشریف لائے تو عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے پاس دولت بہت ہی اور ورثا مین صرف ایک لڑکی ہی چاہتا ہون کہ دو ثلث مال صدقہ کردون، آپ نے اجازت نہین دی، بولے "تو نصف" آپ نے فرمایا "نہین ثلث بہت ہی"[1]

حضرت سعد بن مالک رضؓ بیمار ہوے اور آپ عیادت کے لئے تشریف لائے تو اونھون نے کہا "مین خدا کی راہ مین اپنا کل مال دیتا ہون" فرمایا "بچون کے لئے کیا چھوڑتے ہو؟ بولے خدا کے فضل سے وہ آسودہ حال ہین" آپ نے فرمایا "نہین، صرف دسوین حصہ کی وصیت کرو" اونھون نے بہت اصرار کیا تو آپ نے ثلث کی اجازت دی[2]،

اوقات، | غربت وافلاس، تنگدستی اور فاقہ مستی سب کچھ تھی، لیکن ان مین کوئی چیز صحابہ کو انفاق فی سبیل اللہ سے باز نہین رکھ سکتی تھی، صدقہ وخیرات تو تمام صحابہ کے اعمال صالحہ کا نمایان جزو تھا، اسی بنا پر قرآن مجید نے اون کی یہ مشترک خصوصیت بیان فرمائی ہے،

ومما رزقناهم ينفقون، (اور ہمارے دیئے ہوئے مین سے کچھ صرف کرتے ہین)

لیکن اون مین متعدد بزرگ ایسے تھے جو خدا کی راہ مین کچھ دینا نہین چاہتے تھے بلکہ سب کچھ دینا چاہتے تھے، مثلاً حضرت عمر رضؓ نے ایک بار خیبر مین ایک نہایت عمدہ قطعہ زمین پایا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ مین نے ایک نہایت عمدہ جائداد پائی ہی اوسکی نسبت

[1] ابو داود کتاب الوصایا باب ما جاء فیما یجوز للموصی فی ماله، [2] ترمذی کتاب الجنائز باب ما جاء فی الوصیۃ بالثلث والربع،

کیا حکم ہی؟ ارشاد ہوا کہ اوس کو خدا کی راہ مین وقف کردو، چنانچہ اونھون نے اوسکو وقف کر دیا[1]،

لیکن اس کے علاوہ اونھون نے اور بھی متعدد جائدادین وقف کین جن کی تفصیل حسب ذیل ہی،

ثمغ[2]	ایک نخلستان تھا جو اسلام کی تاریخ مین پہلا وقف تھا،
صرمہ ابن اکوع	" باغ کے ساتھ باغبان بھی وقف تھا،
سو درخت	نسائی مین ہی کہ اونھون نے ان کو سو غلامون کے بدلے خرید اتھا
سو درخت	خود رسول اللہ صلعم نے عطا فرمائے تھے،

حضرت عمرؓ نے اس وقف کے متعلق ایک وقف نامہ بھی لکھا تھا جسمین حضرت حفصہؓ کو متولی قرار دیا تھا[3]،

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری والدہ نے انتقال کیا اگر مین اون کی طرف سے صدقہ کرون تو ثواب حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا "ہان" بولے تو ایک باغ اونکے نام پر وقف کرتا ہون اور آپ کو گواہ بناتا ہون[4]"،

حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ قبول ہوئی تو اونھون نے اس مسرت مین اپنی تمام جائداد وقف کرنا چاہی لیکن آپکے اصرار سے خیبر کا حصہ اپنے لئے محفوظ رکھا[5]،

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا ؟ (وہ کون ہی جو خدا کو قرض حسنہ دیتا ہی)

تو حضرت ابو الدحداحؓ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنے باغ مین مقیم تھے فوراً بی بی کے پاس آئے اور کہا کہ ام دحداح باغ سے نکلو مینے باغ خدا کو قرض دیدیا" یہ کہکر اوس کو مساکین وفقراء پر وقف کردیا[6]،

---

[1] بخاری کتاب الوصایا باب الوقف، [2] بخاری کتاب الوصایا، [3] ابوداؤد کتاب الوصایا باب فی الرجل یوقف الوقف، [4] ابوداود کتاب الوصایا باب فیمن مات من غیر وصیۃ یتصدق عنہ، وبخاری کتاب الوصایا، [5] ابوداود کتاب الایمان والنذور باب فیمن نذر ان یتصدق بمالہ [6] استیعاب تذکرہ حضرت ابو الدحداحؓ

شہرون کی آبادی، | صحابہ کرام نے جو جدید شہر آباد کرائے اون کی تفصیل حسب ذیل ہے،

بصرہ، | خریبہ ایک غیر آباد مقام تھا جہان اکل وشرب کا کافی سامان موجود تھا وہان حضرت عتبہ بن غزوان آئے تو اوس کو فوجی ضروریات کے لئے موزون خیال کیا اور حضرت عمرؓ سے اوس کے آباد کرنے کی اجازت طلب کی اونھون نے زمین کے نقشہ اور موقع ومحل سے اطلاع دی تو حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند فرمایا اور اون کو اوس کے آباد کرنے کی اجازت دی،

دوسری روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے عتبہؓ کو خود آٹھ سو آدمیون کے ساتھ روانہ کیا بہر حال عتبہ نے نرسل کے مکانات بنوائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی، سرکاری کامون کے لئے قیدخانہ، دارالامارۃ، اور دفتر بھی نرسل ہی کے تعمیر کروائے، ایک مدت تک یہ حال رہا کہ جب لوگ جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے تو نرسل کو گرا کر ڈھیر لگا دیتے تھے پھر جب لوٹتے تھے تو اوس کو مکان کی صورت مین ترتیب دے لیتے تھے، اس کے بعد لوگون نے الگ الگ مکانات بنوائے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے مسجد اور دارالامارۃ کو کچی اینٹ سے تعمیر کروایا، امیر معاویہؓ کے زمانے مین زیاد نے مسجد مین بہت کچھ اصلاح اور اضافہ کیا[1]،

کوفہ، | مداین فتح ہوا تو وہان مسلمان آباد ہوگئے، اور مسجدین تعمیر کرلین لیکن آب وہوا ناموافق آئی تو حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی اونھون نے

[1] فتوح البلدان از صفحہ ۳۴۶ تا ۳۵۸،

لکھا کہ لوگ دوسری جگہ آباد کرائے جائین کوفہ کی زمین جس کو اہل عرب خد العذرا یعنی عارض محبوب کہتے تھے اِس غرض کے لئے انتخاب کی گئی اور چالیس ہزار آدمیون کے رہنے کے لیے مکانات بنوائے گئے جن مین یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمی تھے عمارتین اول اول نرسل کی بنین تھین لیکن ایک بار آتش زنی ہوئی تو حضرت عمرؓ کی اجازت سے اینٹ اور گارے کی عمارتین تیار ہوئین،

مسجد جامع کے علاوہ ہر قبیلے کے لئے الگ الگ مسجدین تعمیر ہوئین،

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور زیاد کے زمانے مین بھی کوفہ کی آبادی مین بعض تغیرات کیے گئے[1]،

فسطاط، اسکندریہ فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے وہان مسلمانون کو آباد کرنا چاہا لیکن چونکہ اسکندریہ کے بیچ مین دریاے نیل حائل تھا جس کو حضرت عمرؓ ناپسند فرماتے تھے اسلئے اونھون نے اجازت نہین دی،

حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ کی فتح کے لئے روانہ ہوئے تھے تو خیمہ کو خالی چھوڑ گئے تھے جو اسی طرح کھڑا رہا وہ پلٹ کر اسی خیمہ مین اوترے اور وہین شہر کی بنیاد ڈالی اسی مناسبت کے لحاظ سے اوس کا نام فسطاط پڑ گیا جس کے معنے خیمے کے ہین،

قبائل مین باہم جگہ کے انتخاب مین نزاع واقع ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے معاویہ بن حدیج، شریک بن سمی، عمرو بن مخرم اور جبرئیل بن ناشرہ معافری کو متعین کیا کہ

[1] کوفہ کی آبادی کا حال معجم البلدان، فتوح البلدان اور طبری مین بہ تفصیل مذکور ہے،

ہر قبیلے کو مناسب مقامات پر آباد کریں[1] تمام قبائل نے دریا اور قلعے کے سامنے مویشیون کیلئے کچھ خالی زمینین چھوڑ دی تھین لیکن امیر معاویہ کے عہد مین وہان بھی مکانات تعمیر ہوگئے[2]،

موصل، یہ شہر اگرچہ پہلے سے آباد تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے مین حضرت ہرثمہ بن عرفجہؓ نے ایک قلعہ، عیسائیون کے چند گرجے، اور اون گرجون کے متصل کے چند مکان اور یہودیون کے ایک محلے کو ملا کر ایک مستقل شہر آباد کیا اور وہان ایک مسجد جامع بھی تعمیر کروائی[3]،

جیزہ، حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ سے واپس آئے تو اس خیال سے کہ دشمن کہین دریا کی راہ سے چڑھ نہ آئے اس مقام پر تھوڑی سی فوج متعین کر دی جس مین قبائل حمیر ہمدان، آل رعین، ازد بن حجر، اور حبشہ کے لوگ شامل تھے لیکن جب امن وامان قائم ہوگیا تو اونھون نے ان قبائل کو بلا کر فسطاط مین آباد کرانا چاہا مگر ان لوگون نے انکار کردیا حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی تو اونھون نے کہا کہ اچھا انکے لئے ایک قلعہ بنا دیا جائے، ان لوگون نے اس کو بھی ناپسند کیا، اور کہا کہ ہمارا قلعہ خود ہماری تلوار ہے، انہی لوگون کی مجموعی آبادی سے جیزہ نے ایک مختصر شہر کی صورت اختیار کرلی، پہلے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ آباد ہوا تھا، اسلئے بیچ بیچ مین زمین خالی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے مین جب کثرت سے اہل عرب یہان آئے تو ہر قبیلہ نے اپنے قبیلے کے آدمیون کو اپنی طرف کھینچا اس وجہ سے یہ خالی مقامات بھی آباد ہوگئے[4]،

اردبیل، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے مین حضرت اشعث بن قیسؓ والی آذربیجان نے

[1] معجم ذکر فسطاط، [2] حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۸۰، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۳۴، [4] معجم ذکر جیزہ و حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۱۵۹،

اِس شہر کو آباد کیا اور بہت سے عرب لاکر یہاں بسائے اور ایک مسجد بھی تعمیر کی[1]،

مرعش | حضرت امیر معاویہؓ نے فوج کے لئے اِس شہر کو آباد کرایا اور یزید کے زمانے تک آباد رہا یزید کی موت کے بعد رومیوں نے پیہم غارتگری شروع کی تو یہاں کے باشندے اُجڑ کر دوسرے دوسرے مقامات پر آباد ہو گئے[2]،

قیروان، | حضرت امیر معاویہؓ کے عہد مین سب سے بڑا شہر جو آباد ہوا وہ یہی تھا اِس کی آبادی کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے معاویہ بن خدیج کندی کو معزول کر کے عقبہ بن نافع فہری کو افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا تو اونھون نے ایک فوج گران کے ساتھ حملہ کر کے افریقہ کے تمام بڑے بڑے شہر فتح کر لئے اور یہان سے لیکر افریقہ تک اسلام پھیل گیا اس موقع پر حضرت عقبہؓ نے اپنے تمام رفقاء کو جمع کر کے کہا کہ "یہ لوگ مسلمان تو ہو جاتے ہین لیکن جب مسلمان یہان سے واپس جاتے ہین تو پھر مرتد ہو جاتے ہین اسلئے میری رائے یہ ہے کہ مین یہان مسلمانون کا ایک شہر آباد کر دون" لوگون نے اون کی رائے کو پسند کیا تو اونھون نے سب سے پہلے دارالامارۃ کی بنیاد ڈالی اور لوگون نے اس کے گرد مکانات بنوائے اونھون نے ایک جامع مسجد بھی تعمیر کروائی اور اس کے علاوہ اور اور مسجدین بھی تعمیر ہوئین[3]،

حضرت امیر معاویہؓ نے اور بھی بعض شہر آباد کرائے مثلاً جزیرہ قبرس فتح ہوا تو وہان مسجدین تعمیر کرائین، عرب کو لاکر بسایا اور ایک شہر آباد کیا جس کو یزید نے ویران کر دیا[4]،

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۳، [2] فتوح البلدان صفحہ ۱۹۲، [3] معجم البلدان ذکر قیروان. [4] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۰،

تعزیر وحدود

رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین اگرچہ بعض صحابہ پولیس کی خدمت پر مامور تھے تاہم اوس وقت تک پولیس کا کوئی محکمہ قایم نہین ہوا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اس پر صرف اسقدر اضافہ کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو پہرہ داری کی خدمت پر مامور فرما دیا، اور بعض جرایم کی سزائین متعین کر دین، مثلاً حد خمر کی نسبت رسول اللہ صلعم کا طرز عمل نہایت مختلف تھا، ابو داود کی ایک روایت مین ہو کہ صحابہ کرام آپ کی خدمت مین ایک شرابی کو پکڑ کر لائے، تو آپ نے تمام صحابہ کو حکم دیا کہ مارتے جاؤ، سب نے جوتے ڈنڈے اور کھجور کی شاخون سے مارنا شروع کیا، اخیر مین آپ نے اوس کے منھ مین خاک جھونک دی[1]،

لیکن ابو داود کی ایک دوسری روایت مین ہو کہ ایک شرابی جھومتا ہوا جا رہا تھا صحابہ کرام نے اوس کو آپ کی خدمت مین حاضر کرنا چاہا، وہ حضرت عباسؓ کے دروازے کے سامنے آیا تو اون سے لپٹ گیا، اور بھاگ نکلا، آپ کو خبر ہوئی تو ہنس پڑے اور کوئی سزا نہین دی[2]،

---

[1] ابو داود کتاب الحدود باب اذا تتابع فی شرب الخمر۔ [2] ابو داود کتاب الحدود باب الحد فی الخمر،

صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ایک شرابی کو انجیر کی چھڑی سے ۴۰ ضربؓ کی سزا دی، اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دور خلافت مین اوسی کو لازمی کر دیا، اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک اسی پر عمل درآمد ہوتا رہاؔ،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین بعض جدید جرایم بھی پیدا ہوئے، مثلاً حضرت خالد بن ولید نے اون کو لکھا کہ "حوالی مدینہ مین ایک شخص .... مین مبتلا ہے" چونکہ اہل عرب کے لئے یہ ایک جدید جرم تھا، اسلئے حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جلانے کی راے دی اور تمام صحابہ نے اسؓ پر اتفاق کیا،

تعزیر و حدود کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کے زمانے مین اس سے زیادہ کچھ نہین ہوا، لیکن حضرت عمرؓ نے پولیس کا ایک مستقل محکمہ قایم کیا، اور اس صیغہ مین متعدد چیزین ایجاد فرمائین، مثلاً،

(۱) رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک جیلخانے کی کوئی عمارت تعمیر نہین ہوئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے جیلخانے بنوائے، اول اول مکہ معظمہ مین حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اوس کو جیلخانہ بنوایاؔ، پھر اور اضلاع مین جیلخانے بنوائے، چنانچہ کوفہ کا جیلخانہ نرسل سے بنا تھا، معن بن زائدہ نے بیت المال سے

سلہ مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر، سلہ ابوداود کتاب الحدود باب اذا تتابع فی شرب الخمر، لیکن بخاری کتاب الحدود مین جو روایت ہے وہ اس کے بالکل مخالف ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہین، کنا نوتی بالشارب علی عھد رسول اللہ صلعم و امرۃ ابی بکر و صدرا من خلافۃ عمر فنقوم الیہ بایدینا و نعالنا سلہ الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ الترہیب من اللواط بسند جید، سلہ مقریزی جلد ۲ صفحہ ۱۸۰

کچھ روپیہ کا غبن کیا تو اون کو اسی جیلخانہ مین قید کیا گیا،

(۲) رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک کسی کو سولی کی سزا نہین دی گئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے بعض اشخاص کو سولی کی سزا دی چنانچہ حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ کو اون کے غلامون نے قتل کر ڈالا، تو حضرت عمرؓ نے اون کو سولی کا حکم دیا، اور یہ پہلی سولی تھی جو مدینہ مین دی گئی، ایک ذمی نے بجبر ایک مسلمان عورت کی آبروریزی کی، تو اوس کو بھی سولی کی سزا دی اور فرمایا کہ ہم نے اس پر کوئی معاہدہ نہین کیا ہے[۵]،

(۳) مجرمین کی گرفتاری کے لئے اعلان و اشتہار دیا، چنانچہ جن غلامون نے حضرت ام ورقہؓ کو شہید کیا تھا وہ اعلان و اشتہار ہی کے ذریعہ سے گرفتار ہوکر آئے تھے،

(۴) تعزیر و حدود کے لئے اشخاص متعین کئے جو مجرمین کو سزا دیتے تھے، اصابہ مین ہے کہ اونھون نے حضرت عبد اللہ بن ملیکہ کو اقامت حدود کی خدمت پر مامور کیا تھا[۶]،

(۵) جلاوطنی کی سزا اگرچہ اسلام مین کوئی جدید سزا نہ تھی تاہم حضرت عمرؓ کے عہد مین اس پر اس کثرت سے عمل ہوا کہ گویا وہ اون کی اولیات مین قرار پائی،

لیکن ایک بار جب اونھون نے ایک شخص کو جلاوطن کیا اور وہ شام مین جاکر عیسائی ہوگیا، تو اوس وقت سے جلاوطنی کی سزا موقوف کردی،

(۶) بعض سزائین سخت کردین، مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین شراب پینے کی

[۱] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۸، [۲] ابوداؤد و کتاب الصلوۃ باب امامۃ النساء، [۳] کتاب الخراج صفحہ ۱۰۹، [۴] اصابہ تذکرہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ملیکہؓ، [۵] بخاری کتاب المحاربین مین ہے ان عمر بن الخطابؓ غرب ثم لم تزل تلک السنۃ،

سزا ۴۰ درے تھی، اون کے زمانے مین شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو اونھون نے صحابہ کرام کے مشورے سے اسّی درے کر دئے[1]،

(۷) احتساب کے متعلق جو کام ہین، مثلاً کوئی شخص بیع و شرا مین خدع و فریب نہ کرے، شراب علانیہ بکنے نہ پائے، کوئی شخص سڑک پر مکان وغیرہ نہ بنوانے پائے، اونکی طرف خاص طور پر توجہ کی، اگرچہ یہ پتہ نہین چلتا کہ اونھون نے احتساب کا کوئی مستقل صیغہ قایم کیا تھا، تاہم یہ صحیح طور پر معلوم ہے کہ اونھون نے اِس کام کے لئے افسر متعین کئے تھے، موطاے امام مالک مین ہو کہ اونھون نے حضرت عبداللہ بن عتبہؓ کو بازار کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تھا، اور حضرت سائب بن یزیدؓ کو اونکا مددگار بنایا[2] تھا، ان کے علاوہ اور بھی متعدد اہلکار تھے، جو ناجائز تجارت کی روک ٹوک کرتے تھے[3]،

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت مین یہ محکمہ اسی حالت مین قایم رہا، لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین زیاد نے اس صیغہ کو نہایت ترقی دی اوس نے چار ہزار آدمی پولیس مین بھرتی کیے، جن کے افسر عبداللہ بن حصن تھے، پانچسو آدمی خاص طور پر مسجد کا پہرا دیتے تھے اور وہان سے کبھی نہین ٹلتے تھے اِس انتظام کا مقصد کچھ ہی کیون نہو، تاہم اس کی وجہ سے ملک کے امن و امان مین اسقدر ترقی ہوئی کہ کوئی شخص اگر راستے مین کوئی گری پڑی چیز پاجاتا تھا، تو لاکر براہ راست اوسکے مالک کے حوالے کرتا تھا، زیاد خود کہتا تھا، کہ اگر کوفہ اور خراسان کے درمیان ایک سی بھی

[1] مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر، [2] موطاے امام مالک کتاب البیوع، [3] موطاے امام محمدؒ باب الشرکۃ فی البیوع،

گم ہو جائے تو مجھکو اوس کے لینے والے کے نام کی خبر ہو جائیگی" ایک دن اوس نے ایک گھر مین گھنٹے کی آواز سنی پوچھا تو معلوم ہوا کہ لوگ پہرہ دے رہے ہین" بولا اس کی ضرورت نہین، اگر کوئی مال چوری جائیگا تو مین اوس کا ضامن ہون"

اِس کے زمانے مین عشا کی نماز کے بعد اگر کوئی شخص گھر سے نکلتا تھا تو قتل کر دیا جاتا تھا[1]،

حضرت امیر معاویہؓ نے اس محکمہ مین ایک جدید ایجاد یہ کی کہ مشتبہ چال چلن کے لوگون کی جانچ پڑتال کروائی، اور اون کے نام لکھوائے چنانچہ اونھون نے دمشق مین حضرت ابو الدرداؓ کے نام حکم بھیجا تھا کہ وہان کے بدمعاشون کے نام لکھ بھیجو[2]،

صحابہ کرام کے عہد خلافت مین پولیس کے محکمہ مین عہد بعہد جو ترقیان ہوئین یہ اوس کی سادہ تاریخ ہے، اب ہم کو اس پر اخلاقی اور مذہبی حیثیت سے نگاہ ڈالنی چاہیے کیونکہ صحابہ کرام کے دور خلافت کا طغرائے امتیاز صرف سیاست نہین، بلکہ اخلاق و مذہب بھی ہے،

پولیس کا محکمہ اخلاقی اور مذہبی روح کی سب سے بڑی قربانگاہ ہے، لیکن صحابہ کرام نے اپنے دور خلافت مین اوس کو اخلاقی اور مذہبی روح کی سب سے بڑی نمائشگاہ بنا دیا تھا اور جہان کہین سیاست اور اخلاق مین باہم تصادم ہوتا تھا وہان اخلاق کو سیاست پر مقدم رکھتے تھے، ایک بار ایک مجرم نے حضرت عمرؓ کے

---

[1] طبری صفحہ ۷۷، واقعات ۴۵ھ، [2] ادب المفرد باب الظن،

سامنے اقرار کیا کہ اوس نے اپنی بی بی کے ساتھ ایک شخص کو ملوث پایا، اسلئے دونون کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ قصاص لیا جائے، لیکن مخفی طور پر ہدایت کی کہ دیت لیکر مجرم کو چھوڑ دیا جائے[1]،

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین خاص طور پر تجسس کی ممانعت فرمائی ہی،

لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا ہ	عیوب کی جستجو مین نہ رہو، اور تم مین ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے،

بالخصوص امرا وعمال کے لئے تو حدیث شریف مین خاص طور پر تجسس کی ممانعت آئی ہے،

قال ان الامیر اذا ابتغی الریبۃ فی الناس[2] افسدھم،	امیر اگر لوگون کی برائیان ڈھونڈھیگا تو اون کو خراب کر دے گا،

ہمارے زمانے مین اگر اسپر عمل کیا جائے تو دفعۃً پولیس کا نظام درہم برہم ہوجائے لیکن صحابہ کرام کے عہد مین حدود اللہ سے آگے کیونکر قدم بڑھایا جا سکتا تھا؟ اس لئے اونھون نے پولیس کے فرائض بھی انجام دیئے اور اس آیت پر بھی عمل کیا،

ایک بار لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت مین ایک شرابی کو پکڑ لائے اور کہا کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے، بولے ہم کو تجسس کی ممانعت کیگئی ہے ہم صرف ظاہری باتون پر دار و گیر کرتے ہین[3]،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ ہانی بن حرام، [2] ابو داود کتاب الادب باب فی النہی عن التجسس، [3] ابو داود کتاب الادب باب فی النہی عن التجسس،

حضرت ابو محجن ثقفی شراب کے سخت عادی تھے، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور اون کو محسوس ہوا کہ اونھون نے شراب پی ہی، لوگون سے کہا ان کا مونھ تو سونگھو، لیکن سب نے کہا "یہ تجسس ہی، آپ کو اِس کی ممانعت کی گئی ہی،" حضرت عمرؓ فوراً رُک[1] گئے،

ایک بار حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے ساتھ رات کو پہرہ دینے نکلے، ایک جگہ چراغ کی روشنی نظر آئی، پاس جاکر دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ بند ہے، اور اندر لوگ شور و شغب کر رہے ہین، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے فرمایا کہ "یہ لوگ شراب پی رہے ہین، تمھاری کیا رائے ہی؟ بولے" اللہ تعالیٰ نے ہم کو تجسس کی ممانعت فرمائی ہے اسلئے وہان سے فوراً واپس آ[2]ئے"

ایک بار حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پرائیوٹ سکرٹری نے اُنسے کہا کہ میرے پڑوسی شراب پیتے ہین، مین نے اون کو منع کیا، لیکن نہین مانتے، اب مین پولیس کو بلاتا ہون" بولے "جانے بھی دو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی، جو لوگ عیوب پر پردہ ڈالتے ہین وہ گویا زندہ درگور لڑکی کو جلا لیتے ہین[3]،

پولیس بجبر جرائم کا اقرار کرواتی ہے، لیکن صحابہ کرام کے سامنے لوگ خود جرائم کا اقرار کرتے تھے، اور وہ اون سے انکار کرواتے تھے، ایک بار ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین آکر کہا "کہ مین نے چوری کی ہی" اونھون نے پہلی بار

[1] اصابہ تذکرہ ابو محجن ثقفی، [2] اصابہ تذکرہ ربیعہ بن امیہ، [3] ابو داود کتاب الادب باب فی الستر علی المسلم،

ڈانٹا، دوسری بار اوس نے پھر اقرار کیا، تو بولے "تم نے خود اپنے اوپر کامل شہادت دیدی"، ایک بار ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے سامنے چار بار زنا کا اقرار کیا تو بولے "اگر وہ انکار کر دیتی تو ہم اوس پر حد نہ جاری کرتے"[1]،

پولیس کا محکمہ عفو و درگذر کا مذبح ہی، لیکن صحابہ کرام اکثر مجرمین سے عفو و درگذر فرماتے تھے، حضرت عمرؓ کی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ نہایت سخت تھے، لیکن ایک بار حضرت حاطبؓ کے غلامون نے کسی کی اونٹنی چرائی اور اوس کو ذبح کر ڈالا، حضرت عمرؓ کی خدمت مین مقدمہ پیش ہوا تو اونھون نے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، پھر فرمایا "یہ بھوکون مر جائین گے، اسلئے اِس کا تاوان دلوا دیتا ہون" اونٹنی کے مالک سے پوچھا کہ اوسکی قیمت کیا تھی؟ اوس نے کہا "چار سو درہم ملتے تھے، مگر مین نہین فروخت کرتا تھا" حضرت عمرؓ نے آٹھ سو درہم دلوا کر غلامون کو رہا کر دیا[2]،

یہی وجہ ہی کہ صحابہ کرام اگر ذرا سا بھی حیلہ پا جاتے تھے، تو سزا نہین دیتے تھے، بیت المال اگرچہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری اور حفاظت مین رہتا ہے تاہم چونکہ وہ مسلمانون کا مشترکہ خزانہ ہے اسلئے اوس مین بہرحال یہ احتمال قایم رہتا ہی کہ اگر اوسمین کسی نے تصرف کیا ہوگا تو اپنا حق سمجھ کر کیا ہوگا، اِس بنا پر جب کوفہ کے بیت المال مین چوری ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے مجرم کا ہاتھ نہین کاٹا[3]، غلام اور آقا کے مال مین بھی یہی اشتباہ قائم رہتا ہی، اسلئے جب اون کے سامنے ایک شخص نے اپنے غلام کو

---

[1] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف صفحہ ۱۰۳، [2] موطا سے امام مالک کتاب الاقضیہ باب القضاء فی الضواری والحریسۃ، [3] کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف صفحہ ۱۰۴،

پیش کیا کہ اِس نے میری بی بی کا آئینہ چرا یا ہے، جس کی قیمت ۶۰ درہم تھی تو حضرت عمرؓ نے اوس کو یہ کہکر رہا کر دیا کہ تمھارا غلام تھا اور تمھارا ہی مال چرایا،[1]

عام الرمادہ مین جب تمام عرب سخت قحط مین مبتلا تھا، تو عام حکم دیا تھا کہ کسی چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائین، لیکن با وجود اس عفو و درگذر کے جب جرم ثابت ہو جاتا تھا اور تمام حیلون کی رگ کٹ جاتی تھی، تو کوئی چیز صحابہ کرام کو اقامت حدود سے باز نہین رکھ سکتی تھی، ان معاملات مین انسان فطرۃً ذاتی تعلقات سے متاثر ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام کی اخلاقی طاقت نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے اس سنگ گران کو بالکل ہٹادیا تھا،

ولید حضرت عثمانؓ کے بھائی اور کوفہ کے گورنر تھے، اونھون نے ایک بار شراب پی اور تحقیقات کرنے پر جرم ثابت ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اون کو اسّی کوڑے لگائیں،[2]

حضرت قدامہ بن مظعونؓ بڑے رتبے کے صحابی اور حضرت عمرؓ کے سالے تھے، اونھون نے شراب پی تو حضرت عمرؓ نے اون پر حد جاری کرنی چاہی، تمام صحابہ نے اسکی مخالفت کی تو اونھون نے فرمایا،

لان یلقی اللہ تحت السیاط احب	اگر وہ کوڑون کے نیچے مرجائین تو یہ مجھے گوارا ہے
الی ان القاہ وھو فی عنقی ائتونی	لیکن یہ گوارا نہین کہ مین خدا سے ملون اور اوسکی
بسوط تام،[3]	ذمہ داری میری گردن پر ہو، لاؤ مضبوط کوڑا،

[1] موطاے امام مالک کتاب الحدود باب ما لا قطع فیہ، [2] بخاری کتاب المناقب فضائل عثمانؓ، اگرچہ اس حدیث مین شراب نوشی کی تصریح نہین ہے، لیکن حواشی مین تصریح ہے، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قدامہ بن مظعونؓ،

یہود نے اقامت حدود مین رذیل و شریف کے درمیان سخت ناگوار تفریق قائم کر رکھی تھی لیکن صحابہ کرام نے اِس مین ہمیشہ عزیز و ذلیل کو برابر سمجھا، صحابہ کرام مین سب سے زیادہ معزز خود خلیفہ وقت تھا، لیکن اگر اوس سے کوئی جرم سرزد ہوجاتا تھا تو رعایا کا ہر فرد اوس کی پیٹھ پر کوڑا مارسکتا تھا، ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ "مین صدقے کے اونٹ تقسیم کرون گا، سب لوگ آئین مگر ہمارے پاس کوئی بلا اجازت نہ آئے" لیکن ایک بدو ہاتھ مین مہار لئے ہوئے آیا اور بلا اجازت اون کے پاس چلا گیا، اونھون نے اوسی مہار سے اوسے مارا، جب اونٹون کی تقسیم سے فارغ ہوئے، تو اوس کو بلایا، اور کہا کہ "اسی مہار سے اپنا قصاص لو" حضرت عمرؓ نے کہا یہ سنت نہ قایم کیجئے" بولے قیامت مین خدا کو کیا جواب[1] دونگا،

ایک بار حضرت عمرؓ امور خلافت مین مشغول تھے، ایک شخص فریاد لیکر آیا، اونھون نے غصے مین اوس پر کوڑا اوٹھایا، وہ ناراض ہوکر چلا تو خود بلاکر اوس کے سامنے اپنا کوڑا ڈالدیا اور کہا کہ "مجھ سے قصاص[2] لے"

خلیفہ کے بعد امرا و عمال کا درجہ تھا، اون کی نسبت حضرت عمرؓ نے عام اعلان فرمادیا تھا،

انی لما ابعث عمالی لیضربوا ابشارکم	مین نے اپنے عمال کو اسلئے نہین بھیجا ہی کہ وہ لوگون کو
ولا لیاخذوا اموالکم فمن فعل بہ	مارین پیٹین، یا جبراً اون کا مال لے لین، اگر کسی کے ساتھ
ذلک فلیرفعہ الی اقصہ منہ[3]،	ایسا کیا جائیگا تو وہ مجھ سے استغاثہ کرے مین اوسکا قصاص لونگا

[1] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۷، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ، [3] ابوداود کتاب الحدود باب القود بغیر حدید،

یہ صرف اعلان نہ تھا، بلکہ اس پر عمل بھی ہوتا تھا، چنانچہ جب یہ اعلان ہوا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیرالمومنین آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہین، فرمایا "تم بھی سو کوڑے مارنا چاہتے ہو، اٹھو اور مارو" حضرت عمرو بن العاصؓ پر یہ واقعہ نہایت گران گذرا اور بولے کہ اگر یہ طریقہ جاری ہوا تو عمال کو سخت ناگوار ہوگا اور آیندہ کے لئے عام شاہراہ قایم ہوجائیگی، لیکن اونھون نے کہا کہ اس سے کیونکر اعراض کیا جا سکتا ہی، جبکہ خود رسول اللہ صلعم اپنے آپ کو لوگون کے سامنے قصاص کے لئے پیش کرتے تھے، بالآخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اوس کو دو سو دینار دیکر راضی کیا،

غیر قومین جب حلقۂ اسلام مین داخل ہوتی تھین تو عدم تعود کی بنا پر اون کو اس مساوات پر سخت تعجب اور تعصب کے ساتھ ناگواری ہوتی تھی، جبلہ بن ایہم غسانی شام کا ایک رئیس تھا، جو مسلمان ہوگیا تھا، اوس نے ایک بار کسی شخص کی آنکھ پر تھپڑ مارا، حضرت عمرؓ نے اوس سے قصاص لینا چاہا تو اوس نے کہا "کیا اوس کی آنکھ اور میری آنکھ برابر ہے؟ مین اوس ملک مین رہنا پسند نہ کرونگا جہان مجھکو بھی کوئی دبا سکتا ہی" چنانچہ مرتد ہوکر روم کی طرف بھاگ نکلا،



لہ کتاب الخراج للقاضی ابو یوسف صفحہ ۶۶، کلہ فتوح البلدان صفحہ ۱۴۲،

ذمی رعایا کے حقوق

تعصب کی انتہا تو یہ ہے کہ غیر قومون کے ساتھ سرے سے تعلقات ہی نہ رکھے جائین لیکن تعصب کی اس سے بھی زیادہ بدنما اور تکلیف دہ شکل یہ ہے کہ غیر قومون کے ساتھ تعلقات تو قایم کئے جائین لیکن ان تعلقات کو نہایت ذلیل اور بیہودہ طریقے پر قایم رکھا جائے،

صحابہ کرام کے عہد تک تاریخ نے صرف یہی دو قسم کی مثال قایم کی تھی، لیکن صحابہ کرام نے غیر قومون کے ساتھ ہر قسم کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی تعلقات قایم کئے اور اون کو اس بے تعصبی کے ساتھ نباہا کہ دنیا کی تاریخ مین اس کی نظیر نہین ملتی،

مذہبی تعلقات، مذہبی حیثیت سے قرآن مجید نے اگرچہ صحابہ کرام کو اور مذاہب کی کتابون سے بے نیاز کر دیا تھا، تاہم متعدد صحابہ تھے جنھون نے قرآن مجید کی طرح توراۃ اور انجیل کو پڑھا تھا، چنانچہ علامہ ذہبی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حال مین لکھتے ہین،

وکان اصاب جملة من کتب اهل الکتاب	اونھون نے اہل کتاب کی تمام کتابین حاصل کی تھین اور بالاتصال
وادمن النظر فیها ورای فیها عجائب وکان	اون کا مطالعہ کیا تھا اور اونھین اون کو عجائبات نظر آئے
فاضلا عالما قرء القرآن والکتب المتقدمة[1]	تھے وہ عالم فاضل تھے اور قرآن کو اور اگلی کتابونکو پڑہا تھا

[1] اسد الغابۃ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ،

مسند دارمی مین ہی کہ حضرت عمرؓ توراۃ کا ایک نسخہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لائے اور کھولکر پڑھنے لگے،[۱۱] اسد الغابہ مین ہی کہ توراۃ کا یہ نسخہ اون کے ایک یہودی دوست نے جو بنو قریظہ کا تھا اپنے ہاتھ سے لکھکر دیا تھا،[۱۲]

صحیح بخاری مین ہی کہ اہل کتاب عبرانی مین توراۃ کو پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کے سامنے عربی مین اوس کی تفسیر کرتے تھے رسول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، بلکہ یہ کہو کہ ہم خدا پر، اور اوس کی کتاب پر، جو ہم پر اور نیز اوس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی ایمان لائے،[۱۳]

حضرت زید بن ثابتؓ نے خود رسول اللہ صلعم کے حکم سے عبرانی زبان سیکھی تھی، اور اور اوس مین خط و کتابت کرتے تھے،[۱۴]

اسلام مین مذہبی حیثیت سے یہ حکم ہی کہ اگر جنازہ سامنے سے گذرے تو کھڑے ہوجانا چاہیئے بعض لوگون کا خیال تھا کہ یہ حکم صرف مسلمانون کیساتھ مخصوص ہی لیکن ایک بار قادسیہ مین ایک ذمی کا جنازہ گذرا تو حضرت سہل بن حنیفؓ اور قیس بن سعدؓ فوراً کھڑے ہوگئے، ایک شخص نے ٹوکا کہ یہ تو ذمی کا جنازہ ہی، بولے آنحضرت صلعم کے سامنے بھی یہی واقعہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا آخر وہ بھی تو ایک جان ہی،[۱۵]

ان تمام مثالون سے ثابت ہوتا ہی کہ صحابہ کرام نے مذہبی حیثیت سے غیر قومون کے ساتھ کسی قسم کا تعصب جائز نہین رکھا،

---

[۱۱] مسند دارمی صفحہ ۶۲، [۱۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن ثابت انصاریؓ [۱۳] بخاری باب یجوز من تفسیر التوراۃ وکتب اللہ بالعربیہ کتاب الرد علی الجہمیہ [۱۴] بخاری کتاب الاحکام باب ترجمۃ الحکام، [۱۵] بخاری کتاب الجنائز باب القیام لجنازۃ اہل الشرک وبخاری کتاب الجنائز،

تمدنی تعلقات، تمدنی حیثیت سے صحابہ کرام کے زمانے مین اگرچہ مسلمانون اور غیر قومون مین کوئی فرق و امتیاز موجود نہ تھا صحابہ کرام یہودیون سے قرض لیتے تھے اون سے بیع و شرار کرتے تھے اور اون سے ہر قسم کے معاملات رکھتے تھے لیکن ان تعلقات سے بالاتر ایک چیز حسن معاشرت ہے جو تمدن کی روح ہے اور صرف اوسی سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ تعلقات خلوص پر مبنی تھے یا خود غرضانہ نفاق پر، لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مذہبی عقائد و اعمال کو الگ کردیا جائے تو صحابہ کرام کے غیر متعصبانہ طرز عمل نے مسلمانون اور غیر قومون کو ہر حیثیت سے ایک کردیا تھا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پڑوس مین ایک یہودی رہتا تھا ایک بار اونھون نے ایک بکری ذبح کی تو گھر والون سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت ہدیۃً بھیجا یا نہین؟ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھکو جبرئیل نے ہمسایون کے ساتھ سلوک کرنے کی اس شدت سے وصیّت کی کہ مین نے سمجھا کہ اسکو شریک وراثت بنا دینگے[۱]،

ایک بار ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کوئی چیز مانگی اونھون نے بخوشی دی اور اوس نے اوس کے بدلے اون کو دعا دی[۲]،

سیاسی تعلقات، غیر قومون کے ساتھ سیاسی تعلقات کی ابتدا، خود آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین ہوئی چنانچہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے ذریعہ سے زراعت کا معاملہ بٹائی پر طے ہوگیا، اِس معاہدہ کے روسے جب فصل تیار ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا کہ پیداوار تقسیم کرا لائین، اونھون نے پیداوار کے دو حصے لگائے اور کہا کہ

[۱] ابوداود کتاب الادب باب فی حق الجوار، [۲] نسائی کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر،

"اگر تم چاہو تو یہ تمھارا ہی، ورنہ میرا" لیکن یہود اس سے زیادہ طالب رعایت تھے اسلئے اونھون نے عورتون کے زیور جمع کئے اور اون کو بطور رشوت کے دینا چاہا، ایک متدین مذہبی شخص کی یہ سب سے بڑی توہین تھی، لیکن باایہمہ اونھون نے کہا کہ اے گروہ یہود! تم میرے نزدیک مبغوض ترین مخلوق ہو لیکن یہ بغض مجھکو ظلم اور ناانصافی پر آمادہ نہین کرسکتا باقی یہ رشوت تو وہ حرام ہی اور ہم حرام مال نہین کھاسکتے" یہودیون پر اس کا یہ اثر پڑا کہ بیساختہ چیخ اوٹھے کہ آسمان وزمین اسی عدل وانصاف کے بل پر قایم ہین[1] اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے نجران کے عیسائیون سے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے،

على ان لا يهدم لهم بيعة ولا يخرج لهم
قس ولا يفتنوا عن دينهم ما لم يحدثوا
حدثا او ياكلوا الربا[2]

اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائیگا اونکے پادری جلا وطن نہ کیا جائیگا، اون کو اونکے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائیگا جب تک کہ وہ کوئی فتنہ انگیزی نہ کریں یا سود نکھائین

کتاب الخراج مین اس کے آخری الفاظ یہ ہین،

على اموالهم وانفسهم وارضهم وملتهم
وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وبيعهم
وكل ما تحت ايديهم من قليل وكثير لا يغير
اسقف من اسقفيته ولا راهب من رهبانيته ولا كاهن من كهانته[3]

یہ معاہدہ اون کے مال، جان، زمین، مذہب، حاضر وغائب قبیلہ، گرجا غرض ہر چھوٹی بہت چیز کی حفاظت پر جو اونکے قبضہ مین ہے، شامل ہی کسی پادری کو کسی راہب کو کسی کاہن کو اوس کے عہدے سے الگ نہ کیا جائے گا،

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد خلافت مین اس معاہدہ کی تجدید کی، اور اس کے ایک ایک

[1] موطاے امام مالک کتاب المساقاۃ و ابوداود کتاب البیوع باب اجار فی المساقات، [2] ابو داود کتاب الخراج باب فی اخذ الجزیہ، [3] صفحہ ۴۱،

حرمت کو قایم رکھا،

اون کے زمانے مین حیرہ کے عیسائیون کے ساتھ حضرت خالدؓ نے ایک اور معاہدہ کیا جس مین سب سے زیادہ قابل لحاظ شرط یہ تھی،

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابه آفة من الآفات او کان غنیا فافتقر وصار اهل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته وعیل من بیت مال المسلمین وعیاله[1]

جو بوڑھا شخص بیکار ہوجائیگا یا اس کا جسم ماؤف ہوجائیگا، یا کوئی متمول شخص اسقدر محتاج ہوجائیگا کہ اوسکے ہم مذہب لوگ اوسپر صدقہ کرنے لگین گے تو اوس کا جزیہ معاف کردیا جائیگا اور اوسکی اور اوسکے اہل وعیال کی کفالت بیت المال سے کیجائیگی،

حضرت خالدؓ نے اسی سلسلہ مین اور بھی متعدد معاہدے کئے اور اون معاہدون کو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے قایم رکھا ان معاہدون مین اگرچہ باہم اختلاف ہی لیکن سب مین قدر مشترک یہ ہی،

لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة وعلی ان یضربوا نواقیسهم فی ای ساعة شاؤا من لیل او نهار الا فی اوقات الصلوة وعلی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدهم[2]

ان لوگون کے گرجے نہ گرائے جائینگے اور وہ رات دن مین بجز اوقات نماز کے ہروقت ناقوس بجاسکینگے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکالینگے،

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے مین بکثرت معاہدے ہوے اون مین سب سے زیادہ مفصل، سب سے زیادہ جامع، اور سب سے زیادہ فیاضانہ وہ معاہدہ ہی جو حضرت ابوعبیدہؓ نے شام کے عیسائیون کے ساتھ کیا اس معاہدے کے الفاظ یہ ہین،

[1] کتاب الخراج صفحہ ۸۵، [2] کتاب الخراج صفحہ ۸۶،

واشترط عليهم حين دخلها على ان تترك
كنائسهم وبيعهم على ان لا يحدثوا بناء
بيعة ولا كنيسة وعلى ان عليهم ارشاد
الضال وبناء القناطر على الانهار من
اموالهم وان يضيفوا من مر بهم من
المسلمين ثلاثة ايام وعلى ان لا يشتموا
مسلما ولا يضربوه ولا يرفعوا في نادي اهل الاسلام
صليبا ولا يخرجوا خنزيرا من منازلهم الى افنية
المسلمين وان يوقدوا النيران للغزاة في سبيل الله
ولا يدلوا للمسلمين على عورة ولا يضربوا نواقيسهم قبل
اذان المسلمين ولا في وقت اذانهم ولا يخرجوا الرايات في
ايام عيدهم ولا يلبسوا السلاح يوم عيدهم ولا يتخذوه في بيوتهم

جب وہ شام مین داخل ہوئے تو یہ شرط کرلی کہ اونکے
گرجون سے کچھ تعرض نہ کرینگے بشرطیکہ نئے گرجے نہ تعمیر کرین
ہوئے بھٹکے مسلمانون کو راستہ دکھائین، اپنے مال سے
نہرون پر پل باندہین، جو مسلمان اون کے پاس سے
ہوکر گذرین تین دن تک اون کی مہمانی کرین،
کسی مسلمان کو نہ گالی دین، نہ مارین، نہ مسلمانون کی
مجلس مین صلیب اور نہ مسلمانون کے احاطہ مین سور
نکالین، مجاہدین کے لیئے راستون مین آگ جلائین،
مسلمانون کی جاسوسی نہ کرین، اذان سے پہلے اور
اذان کے اوقات مین ناقوس نہ بجائین اپنے تہوارون
کے دن جھنڈے نہ نکالین، ہتیار نہ لگائین اور
اون کو اپنے گھرون مین بھی نہ رکھین،

ان لوگون نے تمام شرطین منظور کرلین، صرف یہ درخواست کی کہ سال مین ایک بار بغیر جھنڈیون کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابو عبیدہؓ نے اون کی یہ درخواست منظور کی،

قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ نرمی اور یہ فیاضی اسلئے اختیار کی تھی کہ اور لوگون کو صلح کی ترغیب ہو، چنانچہ اس معاہدے کے بعد جب رومیون سے جنگ ہوئی

اور فتح کے بعد اطراف و حوالی کے تمام عیسائیون نے صلح کر لی تو اون لوگون نے ایک شرط پیش کی کہ جو رومی مسلمانون کی جنگ کے لئے آئے تھے اور اب وہ عیسائیون کے پناہ گزین مین اون کو امن دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال، اور مال و اسباب کے ساتھ واپس چلے جائین اور اون سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ شرط بھی منظور کر لی[1]،

اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہو کہ ان معاہدون کی پابندی کی گئی یا نہین؟ اور کی گئی تو کیونکر؟ اسلام مین معاہدے کی پابندی فرض ہو، اور اس مین کسی مذہب کی تخصیص نہین بلکہ خود معاہدہ کی اخلاقی عظمت کا یہی اقتضا ہے، اس بنا پر صحابہ کرام نے ذمیون کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اوسکا پورا کرنا اونکا مذہبی فرض تھا چنانچہ شام کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو جو فرمان لکھا اوس مین یہ الفاظ تھے،

وامنع المسلمین من ظلمہم والاضرار بہم واکل اموالہم ووف لہم بشرطہم الذی شرطت لہم فی جمیع ما اعطیتہم[2]	مسلمانون کو اون کے ظلم نقصان سے روکو اور اونکے مال کے کھانے سے منع کرو، اور اون کو جو حقوق تمنے جن شرائط پر دیئے ہین اون کو پورا کرو،

وفات کے وقت جو وصیت کی اوس مین یہ الفاظ فرمائے،

واوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لہم بعہدہم وان یقاتل من ورائہم وان لا یکلفوا فوق طاقتہم[3]	اور مین اپنے جانشین کو خدا اور خدا کے رسولؐ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہون کہ ذمیون کے معاہدے کو پورا کرے اور اونکی حمایت مین لڑے اور اون کو تکلیف مالایطاق نہ دے،

[1] یہ معاہدہ اور یہ پوری تفصیل کتاب الخراج صفحہ ۸۰ امین ہے، [2] کتاب الخراج صفحہ ۸۲، [3] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ

ذمیون کے معاہدے کی پابندی کا جس قدر خیال رکھا جاتا تھا اوس کا اندازہ صرف اِس واقعہ سے ہوسکتا ہی کہ ایک بار ایک عیسائی رسول اللہ صلعم کو گالیان دے رہا تھا حضرت غرفہؓ نے سُنا تو اوس کے منھ پر ایک طمانچہ مارا اوس نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت مین استغاثہ کیا تو اونھون نے غرفہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہی حضرت غرفہؓ نے کہا (نعوذ باللہ) کیا ہم نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہی کہ رسول اللہ صلعم کو علانیہ گالیان دین ہم نے صرف یہ معاہدہ کیا ہی کہ وہ اپنے گرجون مین جو چاہین کہین حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا یہ سچ ہی،[1]

خود ذمیون کو اِس پابندی معاہدہ کا اعتراف تھا، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت مین ذمیون کا ایک وفد آیا تو اونھون نے پوچھا کہ غالبًا مسلمان تم لوگون کو ستاتے ہون گے؟ سب نے ہمزبان ہو کر کہا،

ما نعلم الا وفاء وحسن ملكة[2] ہم پابندی عہد، اور شریفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہین جانتے

لیکن صرف اسی قدر کافی نہین، یہ جو کچھ ہے، قول ہے ہم عملًا دکھانا چاہتے ہین کہ ذمیون کو جو جو حقوق دئیے گئے اونکو عملًا پورا کیا گیا،

جان کی حفاظت، رعایا کے تمام حقوق مین سب سے مقدم چیز جان ہی اور صحابہ کرام کے دور خلافت مین مسلمانون اور ذمیون کی جانین یکسان عزیز تھین، ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے مین ایک یہودی قتل کر دیا گیا تو اونھون نے اس کو نہایت اہم واقعہ خیال کیا اور کہا کہ

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت غرفہ بن حارث الکندی، [2] طبری صفحہ ۲۵۶۰،

تیرے دورخلافت مین انسانون کا خون ہوگا مین خدا کی قسم دلاتا ہون کہ جس کو اس کا حال معلوم ہو مجھے بتائے، حضرت بکر بن شداخ رض نے کہا کہ "اس کا قاتل مین ہون" بولے (اللہ اکبر) تم سے اس کا قصاص لیا جائیگا اپنی برات ثابت کرسکتے ہو تو کرو" اونھون نے کہا فلان شخص شریک جہاد ہوا اور مجھکو اپنے گھر کا محافظ بنا گیا مین اس غرض سے اوس کے دروازے پر ایک روز آیا تو اوس یہودی کو اوس کے گھر مین یہ اشعار پڑھتے ہوے سُنا،

واشعث غرہ الاسلام منی	خلوت بعرسہ لیل التمام
ایک پراگندہ مو شخص جس کو اسلام نے مجھ سے غافل کر رکھا ہے	اوسکی بی بی کے ساتھ مین نے شب بھر خلوت مین بسر کی
ابیت علی ترائبھا ویمشی	علی قود الاعنۃ والحزام
مین اوسکی بی بی کے سینے پر شب بسر کرتا ہون	اور وہ گھوڑے کی باگ کھینچے کھینچے پھر رہا ہے

اب حضرت عمر رض نے اون کو رہا کردیا،[1]

ایک بار قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کردیا تو حضرت عمر رض نے قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالے کردیا اور اونھون نے اوس کو قتل کردیا،

حضرت عمر رض کی شہادت کی نسبت شبہ تھا کہ یہ ایرانیون کی سازش کا نتیجہ ہو اس خیال سے حضرت عبید اللہ بن عمر رض نے ہرمزان کو قتل کردیا حضرت عثمان رض خلیفہ ہوئے تو اونھون نے اوسکے قصاص مین اون کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت عمرو بن العاص رض نے کہا کہ یہ قتل اوس وقت ہوا جب کوئی خلیفہ نہین مقرر ہوا تھا، اسلئے وہ بچ گئے، حضرت علی رض کا دور خلافت آیا تو اونھون نے بھی

[1] اسد الغابۃ تذکرہ حضرت بکر بن شداخ رض،

ان سے قصاص لینا چاہا لیکن وہ بھاگ گئے،

ایک بار ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو اونھوں نے اوس کے قتل کا حکم دیا لیکن مقتول کے بھائی آئے اور کہا کہ ہم نے معاف کر دیا اِس پر فرمایا کہ "تمہیں کسی قسم کی دھمکی دیکر تو معاف کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا"[1]،

ذمیون کی دیت بھی بالکل مسلمانون کے برابر مقرر کی گئی تھی، دارقطنی مین ہی؛

ان ابا بکر وعمر کانا یجعلان دیۃ الیھودی والنصرانی اذا کانا معاھدین دیۃ الحر المسلم[2] — حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ذمی یہودی اور عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے،

اب اِس سے زیادہ ذمیون کی جان کا کیا احترام ہو سکتا ہی؛

مال وجائداد کی حفاظت مال وجائداد کی حفاظت اِس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہی کہ ممالک مفتوحہ کی زمینین غیر قومون کے ہاتھ مین رہنے دی گئین، اور اون کا خریدنا بھی مسلمانون کے لئے ناجائز قرار دیا گیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے اِس مین اسقدر مبالغہ کیا کہ اہل عرب کو زراعت سے بالکل روکدیا اور تمام فوجی افسرون کے نام احکام بھیجدیئے کہ لوگون کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہین اسلئے کوئی زراعت نہ کرنے پائے، مصر مین شریک غطفی نامی ایک شخص نے اِس حکم کی خلاف ورزی کی تو حضرت عمرؓ نے اوس سے سخت مواخذہ کیا اور کہا کہ "مین تجھکو ایسی سزا دونگا کہ دوسرون کو عبرت ہو"[3]

عدالت مین جائداد وغیرہ کے متعلق جو مقدمات دائر ہوتے تھے اون مین مسلمانون کے

[1] نصب الرایہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۵۹ و ۲۶۰، [2] دارقطنی کتاب الحدود صفحہ ۳۴۳، [3] حسن المحاضرہ صفحہ ۹۳،

مقابل میں بے تکلف غیر قوموں کو ڈگری دیجاتی تھی ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے یہودی ہی کے حق میں فیصلہ کیا[1]،

مذہبی آزادی، | غیر قوموں کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی اوس کا اندازہ صرف اِس سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے عیسائی غلام استنق کو دعوت اسلام دی اور اوس نے انکار کیا تو فرمایا لا اکراہ فی الدین یعنے مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہے[2]،

حضرت امیر معاویہؓ کے نام سے تمام شام لرزتا تھا لیکن جب اونھوں نے دمشق کی مسجد میں کنیسہ یوحنا کو شامل کرنا چاہا اور عیسائیوں نے اِس پر نارضامندی ظاہر کی تو اون کو مجبوراً اس کو چھوڑ دینا پڑا[3]،

حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو یہ شرط کی تھی کہ لا یحدثوا ابناء بیعۃ ولا کنیسۃ، اِس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں نئے گرجے نہ بنائے جائیں،

خود عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی ممانعت نہ تھی چنانچہ جب فسطاط مصر میں عیسائیوں نے ایک نیا گرجا بنایا اور فوج نے اس کی مخالفت کی تو حضرت سلمہ بن مخلدؓ نے یہ استدلال کیا کہ یہ تمھاری آبادی سے باہر ہے اور اس پر تمام فوج نے سکوت اختیار کیا[4]،

ہارون رشید کے زمانۂ خلافت میں مصر کے گورنر عامر بن عمر نے جب عیسائیوں کو گرجوں کے بنانے کی عام اجازت دینا چاہی تو لیث ابن سعد اور عبید اللہ بن لہیعہ سے مشورہ لیا، ان بزرگوں نے اوس کی راے سے اتفاق کیا اور یہ استدلال پیش کیا کہ مصر کے تمام گرجے صحابہ و تابعین

---

[1] موطا کتاب الاقضیہ باب الترغیب فی القضاء بالحق، [2] کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۴۹، [3] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۱، [4] حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۵،

ہی کے زمانے کے بنے ہوئے ہین[۱]،

جزیہ کے وصول مین رعایت و نرمی

ان تمام حقوق کے مقابل مین مسلمانون کو جزیہ کی ایک خفیف سی رقم ملتی تھی، جو فوجی حفاظت کا معاوضہ تھی، لیکن صحابہ کرام اس معاوضہ کو بھی نہایت لطف و مراعات کے ساتھ وصول کرتے تھے، چنانچہ جو لوگ نادار اور اپاہج ہوجاتے تھے اونکا جزیہ سر سے معاف ہوجاتا تھا اور اون کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین حضرت خالدؓ نے حیرہ کے عیسائیون کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اوس مین یہ شرط داخل تھی اور حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے زمانے مین عملاً قایم رکھا، چنانچہ ایک بار اون کو چند جذامی عیسائی نظر آئے تو بیت المال سے اون کا وظیفہ مقرر کردیا[۲]،

ایک روز کسی بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اوس کا وظیفہ مقرر کردیا اوس کے جزیہ کی رقم معاف کردی اور عام حکم دیدیا کہ اس قسم کے تمام لوگون کا جزیہ معاف کردیا جائے[۳]،

جن لوگون سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا اون پر بھی کسی قسم کی سختی روا نہین رکھی جاتی تھی، ایک بار حضرت ہشام بن حکیمؓ نے حمص مین دیکھا کہ کچھ قیدی دھوپ مین کھڑے کئے گئے ہین بولے یہ کیا ظلم ہے مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے،

ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا[۴] — خدا اون لوگون کو عذاب دیگا جو دنیا مین لوگون کو عذاب دیتے ہین

حضرت عمرؓ شام کے سفر سے واپس آرہے تھے راستے مین دیکھا کہ کچھ لوگ دھوپ مین

۱؎ ولاۃ مصر صفحہ ۱۲۲، ۲؎ فتوح البلدان صفحہ ۱۳۶، ۳؎ کتاب الخراج صفحہ ۷۰، ۴؎ ابوداؤد کتاب الخراج باب التشدید فی الجزیہ،

کھڑے کیے گئے ہین اور اون کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ناداری کی وجہ سے جزیہ نہین دیتے فرمایا چھوڑ دو مینے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے،

لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون	لوگون کو تکلیف نہ دو کیونکہ جو لوگ لوگون کو تکلیف دیتے
الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ[1]	ہین خدا اون کو قیامت مین تکلیف دیتا ہے،

ملکی حقوق! رعایا کو سب سے بڑا حق جو حاصل ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اون کو ملکی انتظامات مین شریک کیا جائے اور صحابہ کرام کے زمانے مین غیر قومون کو یہ حق حاصل تھا یعنے جن معاملات کا تعلق غیر قومون کے ساتھ ہوتا تھا اون مین اون کی راے مقدم خیال کی جاتی تھی، چنانچہ عراق کا بندوبست[2] ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہان سے چودھری طلب کیے اور اون سے مالگذاری کے متعلق رائے لی[3]،

غیر قومون مین بہت سے لوگون کو ملکی عہدے دئے گئے اور ذمہ داری کی خدمتین اون کے متعلق کی گئین، ایک بار بہت سے عیسائی قیدی آے تو حضرت عمرؓ نے بعض کو مکتب مین داخل کر دیا اور بعض کے متعلق ایک ملکی کام کیا[4]، اصابہ مین ہے کہ ابوزبید نامی ایک عیسائی کو اونھون نے عامل بھی مقرر فرمایا تھا حضرت عثمانؓ نے بھی ایک عیسائی کو تعلیم دیکر اپنا میر منشی بنایا تھا[5]، حضرت امیر معاویہؓ کے دربار مین سب سے زیادہ با اقتدار اور با اثر شخص ابن آثال نصرانی تھا جو اون کا طبیب بھی تھا مترجم بھی تھا، اور حمص کا کلکٹر بھی تھا[6]،

آزادی تجارت! صحابہ کرام کے فیاضانہ طرز عمل نے کبھی غیر قومون کی تجارتی آزادی مین خلل نہین ڈالا، بلکہ اس کو اور ترقی دی چنانچہ شام کے نبطی جو روغن زیتون اور گیہون کی تجارت

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۱۱، [2] کتاب الخراج صفحہ ۲۱، [3] فتوح البلدان صفحہ ۱۴۹، [4] فتوح البلدان صفحہ ۳۶۰ [5] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵، [6] استیعاب،

کرتے تھے حضرت عمرؓ نے اون کے عشر کو نصف کردیا تاکہ مدینہ مین کثرت سے غلہ آئے نبطی بھی مال تجارت لیکر آتے تھے لیکن اون سے پورا عشر لیاجاتا تھا[1]،

سازش اور بغاوت کی حالتین ذمیون کیساتہ سلوک، غیر قومین تو بالکل بیگانہ ہوتی ہین، سازش اور بغاوت کی حالتین مہذب سے مہذب سلطنت خود اپنی قوم سے کوئی مراعات نہین کرسکتی، لیکن صحابہ کرام نے اس حالت مین بھی ذمیون کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا، شام کی انتہائی سرحد پر ایک شہر عربسوس تھا جہان کے عیسائیون سے معاہدہ صلح ہوگیا تھا لیکن یہ لوگ درپردہ رومیون سے سازش رکھتے تھے، اور مسلمانون کی خبرین اون تک پہونچایا کرتے تھے، حضرت عمیر بن سعدؓ نے جو وہان کے والی تھے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی تو اونھون نے لکھ بھیجا کہ اون کے تمام مال ومتاع کا شمار کرکے ہر چیز کا دوگنا معاوضہ دیدیا جاے اور اوس کے بعد وہ جلاوطن کردئے جائین اگر وہ اسپر راضی نہ ہون تو ایک سال کی مہلت کے بعد جلاوطن کئے جائین چنانچہ ایک سال کے بعد وہ لوگ جلاوطن کردیے گئے[2]،

ان مراعات کا ذمیون پر اثر، ذمیون پر ان تمام لطف ومراعات کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود مسلمانون کے دست وبازو بن گئے، قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج مین لکھتے ہین،

فلما رای اھل الذمۃ وفاء المسلمین	جب ذمیون نے مسلمانون کی وفاداری اور اون کے
لھم وحسن السیرۃ فیھم صاروا اشداء	نیک سلوک کو دیکھا تو مسلمانون کے دشمنون کے
علی عدو المسلمین وعونا للمسلمین علی	سب سے بڑے دشمن اور اون کے مقابل مین مسلمانون کے

---

[1] موطاے امام مالک کتاب الزکوۃ باب عشور اہل الذمہ، [2] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۳،

اعلا اخم ۱ حامی ومددگار بنگئے،

رومی اگرچہ خود عیسائیون کے ہم مذہب تھے لیکن جب رومیون نے مسلمانون کے مقابلے مین ایک عظیم الشان فیصلہ کن جنگ کی تیاریان کین تو انھین ذمی عیسائیون نے ہر جگہ سے جاسوس بھیجے کہ رومیون کی خبر لائین حضرت ابو عبیدہؓ نے ہر شہر پر جو حکام مقرر کئے تھے اون کے پاس ہر شہر کے عیسائی رئیس آئے، اور اس جنگی تیاری کی خبر دی حضرت ابو عبیدہؓ کو تمام حکام نے اس کی اطلاع دی تو اونھون نے لکھ بھیجا کہ ذمیون سے جس قدر جزیہ اور خراج وصول کیا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے کیونکہ معاہدے کے رو سے ہمپر انکی حفاظت واجب ہوگی اور ہم اسوقت اس کی طاقت نہین رکھتے ان حکام نے جب یہ رقمین واپس دین تو یہ لوگ سخت متاثر ہوئے اور بے اختیار بول اُٹھے کہ "خدا تم کو واپس لائے، اگر خود رومی ہوتے تو اس حالت مین ہم کو کچھ واپس نہ دیتے بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا لے لیتے" مسلمانون کی فتح ہوگئی تو عیسائیون نے خود واپس شدہ رقم حضرت ابو عبیدہؓ کے پاؤن پر ڈالدی[۲] کہ دوبارہ اس ابر کرم کے سایے کے نیچے آجائین،

اس موقع کے علاوہ ہر موقع پر ذمیون کا طرز عمل نہایت مخلصانہ اور وفادارانہ رہا،

حضرت عمرؓ شام مین آئے تو اذرعات کے عیسائی ہاتھ مین تلوار لئے ہوئے پھول برساتے ہوئے اور باجا بجاتے ہوئے اون کے استقبال کے لئے نکلے حضرت عمرؓ نے روکنا چاہا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ "یہ اون کا دستور ہے، اگر روک ٹوک کی گئی تو سمجھینگے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا[۱]"

---

[۱] کتاب الخراج صفحہ ۸۰ [۲] فتوح البلدان صفحہ ۱۴۷،

شام کے ایک اور عیسائی رئیس نے اون کی دعوت کرنا چاہی اور کہا کہ اگر حضور چند اکابر صحابہ کے ساتھ غریب خانہ پر تشریف لائین تو میری عزت افزائی ہوگی، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان گرجون مین جن مین یہ تصویرین ہین ہم قدم نہین رکھ سکتے[1]۔

عیسائیون اور یہودیون کی جلاوطنیان۔ مخالفین نے ذمیون کے متعلق صحابہ کرام پر جو اعتراضات کیے ہین اون مین یہودیون اور عیسائیون کی جلاوطنی کا مسئلہ خاص طور پر قابل بحث ہے۔

یہود خیبر۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین یہود خیبر کی جلاوطنی عمل مین آئی، لیکن اس کی کیفیت یہ ہے کہ خیبر جب فتح ہوا تو اوسی وقت وہان کے یہودیون سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب مناسب ہوگا تم کو جلاوطن کر دیا جائیگا ایک حدیث بھی پہلے سے موجود تھی،

لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب — جزیرہ عرب مین ایک ساتھ دو مذہب نہین رہ سکتے،

با اینہمہ حضرت عمرؓ نے اون کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہین کیا لیکن یہ لوگ ابتدا ہی سے مسلمانون کو مخفی حملہ کرنے کے عادی تھے خود رسول اللہ صلعم کے زمانے مین جب انصار کی ایک جماعت وہان گئی تو یہود نے موقع پاکر ایک انصاری کو مخفی طور پر قتل کر دیا تاہم چونکہ ان لوگون کے پاس کوئی شہادت نہ تھی اور اون کو یہود کے حلف پر بھی اطمینان نہ تھا اسلئے یہود بالکل بری ہوگئے، اور خود آپ نے صدقے کے اونٹون سے اون کی دیت دلوائی[2]،

حضرت عمرؓ کے زمانے مین اونھون نے اور بھی شرارتین شروع کین، ایک انصاری شام سے چند غلامون کو لا رہے تھے راہ مین خیبر مین قیام کیا تو یہودیون نے شہ دیکر ان غلامون سے

---

[1] ادب المفرد باب دعوۃ الذمی، [2] بخاری کتاب الدیات باب القسامہ،

اون کو قتل کر ڈالا اور اون کو زادراہ دیکر شام کی طرف واپس کر دیا چنانچہ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو اون کو جلاوطن کر دیا[1]، یہ روایت اسد الغابہ مین ہی لیکن مسند ابن حنبل مین ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ کی جائداد ین خیبر مین تھین اس غرض سے یہ لوگ آئے اور اپنی اپنی جائداد کی دیکھ بھال کے لئے منتشر ہو گئے رات کے وقت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ پر حالت خواب مین حملہ ہوا اور اونکا ہاتھ توڑ دیا گیا حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ "یہ یہود کا کام ہی" اس کے بعد ایک خطبہ دیا جس مین فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم نے جب یہود سے مصالحت کی تھی تو کہہ دیا تھا کہ ہم جب چاہین گے تم کو نکال دینگے اب اونھون نے عبد اللہ بن عمرؓ پر حملہ کیا ہے اور اونکا ہاتھ توڑ ڈالا ہی اسکے پہلے بھی اونھون نے انصار پر حملہ کیا تھا تم مین خیبر مین جس کا جس کا مال ہو لیلے مین یہود خیبر کو جلاوطن کرونگا[2]" فتوح البلدان مین ہی کہ حضرت عمرؓ نے جب اون کو جلاوطن کرنا چاہا تو لایجتمع دینان والی حدیث کی کافی تحقیقات کر لی اور اون کو اس کی صحت کا کامل یقین ہو گیا تب اون کو جلاوطن کیا[3]،

نصارائے نجران، رسول اللہ صلعم نے نجران کے عیسائیون سے جو معاہدہ کیا تھا اوس مین ایک شرط یہ تھی کہ سود نہ کھائینگے لیکن حضرت عمرؓ کے عہد مین اس شرط کی خلاف ورزی کی گئی[4]، اس کے ساتھ اونھون نے درپردہ جنگ کی تیاریان بھی شروع کین اور بہت سے گھوڑے اور ہتھیار بھی جمع کئے اسلئے حضرت عمرؓ نے اون کو جلاوطن کر دیا[5]، طبری مین ہی کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ دونون نے اون کی جلاوطنی کی وصیت کی تھی[6]،

[1] اسد الغابہ تذکرہ مظہر بن رافع، [2] مسند جلد ا صفحہ ۵، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۴، [4] ابوداود کتاب الخراج باب فی الجزیہ و فتوح البلدان صفحہ ۶۶، [5] کتاب الخراج صفحہ ۴۱، [6] طبری صفحہ ۲۱۶۲،

نصارائے عربسوس، ان لوگون نے رومیون سے درپردہ سازش کی، حضرت عمیر بن سعدؓ نے جو وہان کے حاکم تھے، حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو اونھون نے اون کو جلاوطن کروادیا[1]،

ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہی کہ جو جلاوطنیان عمل مین آئین اون کا سبب مذہبی تعصب نہ تھا بلکہ اس قسم کے پولٹیکل اسباب جمع ہوگئے تھے کہ کوئی سلطنت اس کے سوا دوسرا طرز عمل اختیار ہی نہین کرسکتی تھی البتہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس قسم کے موقعون پر دوسری سلطنتین کیا کرتین اور صحابہ کرام نے کیا کیا؟

حضرت عمرؓ نے نجران کے عیسائیون کو جلاوطن کیا تو یہ حکم دیا کہ جو لوگ جلاوطن کئے جائین انکی زمین کی پیمایش کرلی جائے تاکہ اوسی کے مثل اون کو معاوضہ دیا جائے اور اون کو اختیار دیا جائے کہ جہان چاہین چلے جائین[2]، وہ لوگ جلاوطن ہوکر عراق عرب کو چلے تو اون کو جو پروانہ لکھا اوس مین یہ فیاضانہ الفاظ لکھے،

(۱) یہ لوگ شام یا عراق کے جس رئیس کے پاس جائین اوسکا فرض ہوگا کہ وہ زراعت کیلئے انکو زمین دے،

(۲) ہر مسلمان کو چاہئے کہ اگر کوئی اون پر ظلم کرے تو وہ انکی مدد کرین،

(۳) چوبیس مہینے تک انکا جزیہ معاف کردیا جائے[3]،

فدک کے یہودیون کو جلاوطن کیا تو انکی زمین وجائداد کی قیمت کا تخمینہ کروایا اور جب قیمت متعین ہوگئی تو بیت المال سے دلوادی[4]، کیا کوئی دوسری قوم ان پولٹیکل جرایم کے باوجود غیر قومون کے ساتھ اس قسم کا فیاضانہ برتاؤ کرسکتی ہے؟

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۳، [2] طبری صفحہ ۲۱۶۲، [3] کتاب الخراج صفحہ ۴۱، [4] فتوح البلدان صفحہ ۲۶،

غلامون کے حقوق

غلامی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہی کہ ایک بد قسمت شخص میدان جنگ مین گرفتار ہوجاتا ہی، گرفتاری کے بعد مال غنیمت کے ساتھ اوس کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ ایک خاص شخص کی ملک بنجاتا ہی، اس کے بعد اپنے آقا کی شخصی حکومت کے ساتھ اوس کو سلطنت کے عام قوانین کے تحت زندگی بسر کرنا ہوتی ہی، اسلئے اگر کسی قوم کی نسبت یہ سوال ہو کہ غلامون کے متعلق اوسکا کیا طرز عمل تھا؟ تو بہ ترتیب حسب ذیل عنوانات مین یہ سوال کیا جاسکتا ہے،

۱۔ حالت قید مین اون کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟

۲۔ آقا نے غلام کو غلام بناکر رکھا یا آزاد کردیا؟

۳۔ غلامون کو کیا کیا ملکی حقوق دیئے، اور بادشاہ کا غلامون کے ساتھ کیا طرز عمل رہا؟

صحابہ کرام کے زمانے مین جو لوگ غلام بنائے گئے ہم اون کے متعلق اسی ترتیب سے بحث کرتے ہین،

اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا، اسلام سے پہلے مہذب ملکون مین غلامون کو قید کرکے بیدریغ قتل کردیا جاتا تھا، چنانچہ تاریخ قدیم مین اس کی بکثرت مثالین ملتی ہین، لیکن قرآن مجید مین اسیران جنگ کے متعلق بتصریح یہ حکم ہے،

حتی اذا اثخنتموھم فشدو — جب تم لوگ خوب خونریزی کرچکو تو قیدی بناؤ اسکے بعد

الوثاق فاما منا بعد واما فداءً — صرف دو صورتین ہین یا احساناً اون کو آزاد کردو یا فدیہ لیکر اون کو چھوڑ دو،

اور صحابہ کرام نے شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی، چنانچہ ایک بار حجاج کے پاس ایک اسیر جنگ آیا، اور اوس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اوس کے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن اونھون نے کہا ہم اس پر مامور نہیں ہین، اس کے بعد قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت پڑھی[1]

اسیران جنگ کو کھانا کھلانا اور اون کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہونچانا

صحابہ کرام اسیران جنگ کو اپنے آپ سے بہتر کھانا کھلاتے تھے اور اون کے آرام و آسائش کے ضروری سامان بہم پہونچاتے تھے خود قرآن مجید نے صحابہ کرام کی اس فضیلت کو نمایان کیا ہی،

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیماً واسیراً، — باوجودیکہ اون لوگون کو خود کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ مسکین کو یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہین،

معجم طبرانی مین ہی کہ صحابہ کرام اسیران جنگ کے ساتھ اس قدر لطف و مراعات کرتے تھے کہ خود کھجور کھا لیتے تھے، مگر اون کو جو کی روٹی کھلاتے تھے،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین حبیب مالک بن نویرہ اپنے رفقا کے ساتھ گرفتار ہوا تو رات کو اون کو سخت سردی محسوس ہوئی، حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر ہوئی تو عام منادی کرادی،

ادفئوا اسراکم[2] — اپنے قیدیون کو گرم کپڑے اوڑھاؤ،

[1] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف، [2] طبری صفحہ ۱۹۲۵،

شاہی خاندان کے اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ

اگرچہ صحابہ کرام تمام قیدیون کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے، لیکن شاہی خاندان کے قیدی اور بھی لطف و مراعات کے مستحق ہوتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب جنگ مصر مین بلبیس پر حملہ کیا اور مقوقس شاہ مصر کی بیٹی ارمانوسہ گرفتار ہو کر آئی تو اونھون نے حضرت عمرؓ کے حکم سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اوسکو مقوقس کے پاس بھیجدیا اور مزید احتیاط کے لئے اوس کے ساتھ ایک سردار کو کر دیا، کہ بحفاظت تمام اوسکو پہنچا آئے۔[۱]

اسیران جنگ کو اعزہ و اقارب سے جدا نکرنا

رسول اللہ صلعم کا عام حکم یہ تھا کہ قیدی اپنے اعزہ و اقارب سے جدا نہ کئے جائین، صحابہ کرام اس حکم پر نہایت شدت کے ساتھ عمل فرماتے تھے، ایک بار حضرت ابوایوب انصاریؓ کسی فوج مین تھے، اسیران جنگ کی تقسیم ہوئی تو بچون کو مان سے علحدہ کر دیا گیا، بچے رونے لگے تو اونھون نے اون کو مان کی آغوش مین ڈالدیا اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ جو شخص مان سے بچے کو جدا کرے گا خدا قیامت کے دن اوس کو اوس کے اعزہ و اقارب سے جدا کر دے گا"[۲]

لونڈیون کے ساتھ استبراء کے بغیر جماع کرنا

عرب مین یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ جو لونڈیان گرفتار ہو کر آتی تھین اون سے استبراء رحم کے بغیر مباشرت کرنا جائز سمجھتے تھے اور اس مین حاملہ و غیر حاملہ کی کوئی تفریق نہین کرتے تھے، رسول اللہ صلعم نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز قرار دیا اور ان لونڈیون کو مطلقہ عورتون کے حکم مین شامل کر لیا یعنی جب تک غیر حاملہ لونڈیون پر عدت حیض نہ گذر جائے

[۱] مقریزی جلد اصفحہ ۲۹۴، [۲] مسند دارمی کتاب الجہاد باب النہی عن التفریق بین الوالدۃ و ولدہا،

اور حاملہ لونڈیون کا وضع حمل نہو جائے اون سے اس قسم کا فائدہ اوٹھانا جائز نہین ہو سکتا، صحابہ کرام غزوات مین اس حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ نے مغرب کے ایک گاؤن پر حملہ کیا، مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو فوج کو یہ ہدایت فرمائی،

من اصاب من هذا السبی فلا یطؤها حتی تحیض،	یہ لونڈیان جن لوگون کے حصے مین آئین جب تک اونکو حیض نہ آجائے، وہ اون سے جماع نہ کرین،

دوسری روایت مین ہو کہ اونھون نے فرمایا،

ایها الناس انی لا اقول فیکم الا ما سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول قام فینا یوم حنین فقال لا یحل لامرئ یؤمن بالله والیوم الاخر ان یسقی ماءه زرع غیره یعنی اتیان الحبالی من السبایا و ان یصیب امرأة ثیبا من السبی حتی یستبرئها[1]،	لوگو! مین تم سے صرف وہی بات کہتا ہون جو مینے رسول اللہ صلعم سے سنی ہو آپ نے حنین کے دن فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اوسکے لئے یہ جائز نہین ہو کہ دوسرے کی کھیتی مین آبپاشی کرے یعنی حاملہ اور ثیبہ لونڈیون سے بغیر استبراء رحم جماع کرے،

غلامون کی آزادی، یہ وہ احسانات تھے جو صحابہ کرام حالت قید مین غلامون کے ساتھ کرتے تھے، لیکن اون کا اصلی احسان یہ ہے کہ جو لوگ قید کر کے غلام بنالئے جاتے تھے، اکثر اون کو مختلف طریقون سے آزاد کر دیتے تھے،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹،

حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضؓ ایک صحابیہ تھین، جنھون نے دو غلام مدبر[1] کئے تھے، جنھون نے اون کو شہید کر دیا، کہ جلد آزاد ہو جائین[2]

حضرت عایشہؓ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو آزاد کرنا چاہا مگر چونکہ دونون کا نکاح ہو گیا تھا، اسلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آزاد کردو تاکہ بی بی کو طلاق لینے کا اختیار باقی نہ رہے[3]،

ایک بار وہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوگئین اور اون سے بول چال کی قسم کھالی، عفو تقصیر کے بعد کفارہ یمین[4] مین ۴۰ غلام آزاد کئے،

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ دفعۃً حالت خواب مین مرگئے، حضرت عایشہؓ نے اون کی جانب[5] سے بکثرت غلام آزاد کئے، اون کے پاس اسیران قبیلہ بنو تمیم مین سے ایک لونڈی تھی آپ نے فرمایا کہ اِس کو آزاد کردو کیونکہ یہ اسمٰعیل کی اولاد مین سے[6] ہی،

حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی تھی جس کو اونھون نے آزاد کردیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ خدا تم کو اس کا اجر دیگا، لیکن اگر اپنے ماموں[7] کو دیدیتین تو اس سے زیادہ ثواب ملتا،

سفینہ حضرت ام سلمہؓ کی ایک لونڈی تھی اونھون نے اوس کو رسول اللہ صلعم کی خدمتگذاری کے لئے آزاد کر دیا[8]،

ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین بیان کیا، کہ میری ایک لونڈی دامن کوہ مین بکریان چرا رہی تھی، بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اوٹھالے گیا، اسپر مین نے اوس کو طمانچے مارے، یہ واقعہ

[1] مدبر اون غلامون کو کہتے ہین جن کی آزادی آقا کی موت کے ساتھ مشروط ہوتی ہی، [2] ابوداود کتاب الصلوۃ باب امامۃ النساء، [3] ابوداود کتاب الطلاق باب فی المملوکین یعتقان معاً ل تخیر امراتہ [4] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ، [5] موطاے امام مالک کتاب العتق والولاء باب عتق الحی عن المیت، [6] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل غفار واسلم وغیرہم، [7] ابوداود کتاب الزکوۃ باب فی صلۃ الرحم و بخاری کتاب الہبۃ، [8] ابوداود کتاب العتق باب فی العتق علی شرط،

سنکر رسول اللہ صلعم کو تکلیف ہوئی، اور اوس کو بلواکر پوچھا کہ خدا کہان ہی؟ اوس نے کہا آسمان پر، پھر پوچھا مین کون ہون؟ بولی "رسول اللہ" ارشاد ہوا کہ اِس کو آزاد کردو یہ تو مسلمان ہی[1]،

مکاتب اوس غلام کو کہتے ہین جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہوجاتا ہے، حضرت ام سلمہؓ اپنے غلامون کو مکاتب بناتی تھین لیکن قبل اس کے کہ وہ پورا معاوضہ یعنے بدل کتابت ادا کرین اوس سے کسی قدر رقم لیکر جلد سے جلد آزاد کردیتی تھین[2]،

ایک صحابی نے انتقال کیا تو وارث کی جستجو ہوئی، معلوم ہوا کہ کوئی نہین ہی، اون کا صرف ایک آزاد کردہ غلام ہے، آپ نے اوسی کو اون کی وراثت دلوادی[3]،

ایک غلام دو صحابیون کے درمیان مشترک تھا، ایک صحابی نے اپنا حصہ آزاد کردیا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین اوس کا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا "خدا کا کوئی شریک نہین" اور اوس غلام کو آزاد کردیا[4]،

حضرت حکیم بن حزامؓ نے زمانہ جاہلیت مین سو غلام آزاد کئے تھے، اسلام لائے تو زمانۂ اسلام مین بھی سو غلام آزاد کئے[5]، ان غلامون کی آزادی نہایت شان وشوکت کے ساتھ عمل مین آئی، چنانچہ وہ حج کو آئے تو عرفہ کے دن ان غلامون کے گلے مین چاندی کے طوق ڈالکر

---

[1] ابوداود کتاب الصلوۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوۃ، [2] موطاے امام مالک کتاب العتق والولاء باب القطاعۃ فی الکتابۃ، [3] ابوداود کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام، [4] ابوداود کتاب العتق باب فیمن اعتق نصیبا لہ من مملوک، [5] مسلم کتاب الایمان باب بیان حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ،

لائے جن پر عتقاء اللہ عن حکیم بن حزام لکھا ہوا تھا یعنی یہ حکیم بن حزام کی جانب سے خدا کی راہ مین آزاد ہین[۱]،

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا وقت آیا تو ۲۰ غلام آزاد کئے[۲]،

حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت جو وصیتین کین اون مین ایک یہ تھی احن ادرک وفاتی من سبی العرب فھو حر من مال اللہ یعنی غلامان عرب مین سے جو لوگ میری وفات کا زمانہ پائین وہ خدا کے مال سے آزاد ہین[۳]،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک غلام کو آزاد کیا تو غلام کے پاس جو مال تھا اگرچہ وہ اوس کے مالک ہوسکتے تھے، لیکن مال بھی اوسی کو دیدیا[۴]،

حضرت ابو مذکورؓ ایک انصاری صحابی تھے، اون کی جائداد کی کل کائنات ایک غلام سے زیادہ نہ تھی لیکن اونھون نے اوس کو بھی مدبر کردیا، لیکن خود رسول اللہ صلعم نے اِس کو پسند نہین فرمایا اور فروخت کرکے اون کو اوس کی قیمت ولادی[۵]،

ایک اور صحابی کی ملک مین صرف ۶ غلام تھے جن کو اونھون نے مرتے وقت آزاد کردیا لیکن وصیت کے قاعدے کے موافق آپ نے صرف دو غلامون کی آزادی کو جائز رکھا[۶]،

اسیران ہوازن مین سے حضرت عمرؓ کے پاس ایک لونڈی تھی، رسول اللہ صلعم نے اونکو آزاد کیا تو اونھون نے بھی حکم دیا کہ یہ لونڈی بھی اونھی آزاد شدہ لوگون[۷] کے ساتھ کردیجائے،

---

[۱] نزہۃ الابرار تذکرہ حکیم ابن حزامؓ، [۲] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳، مسند عثمانؓ، [۳] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰، [۴] سنن ابن ماجہ ابواب العتق باب من اعتق عبدا ولہ مال، [۵] ابوداود کتاب العتق باب فی بیع المدبر، [۶] ابوداود کتاب العتق باب فیمن اعتق عبیدا لہ لم یبلغہم الثلث، [۷] ابوداود کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض بخاری کتاب الجہاد مین ہے کہ دو لونڈیان تھین،

رسول اللہ صلعم نے غلام اور آقا کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، اس لئے اگر صحابہ غلامون کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آجاتے تھے، تو اس جرم کے کفارے مین اون کو آزاد کر دیتے تھے حضرت ابو مسعود انصاریؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اسی طرح ایک ایک غلام آزاد کئے تھے[1]

ایک صحابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے دو غلام ہین جو نہایت خائن، کذاب اور نافرمان ہین، مین ان جرائم پر اون کو برا بھلا کہتا ہون اور سزا دیتا ہون، اس معاملہ مین میرا کیا انجام ہوگا؟ ارشاد ہوا اون کی خیانت، کذب، نافرمانی اور تمھاری سزا کا حساب ہوگا، اگر تمھاری سزا اون کے جرایم سے زیادہ ہوگی تو اس زیادتی کا تم سے بدلہ لیا جائیگا، یہ سنکر وہ رونے پیٹنے لگے اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ مین اون کو اپنے پاس سے علحدہ کر دون، آپ گواہ رہئے کہ وہ آزاد ہین[2]"

ایک بار آپ نے حضرت ابو الہیثم بن التیہان انصاریؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اس کے ساتھ سلوک کرنا، اون کی بی بی نے کہا تم سے یہ نہ ہو سکے گا، بہتر یہی کہ اوس کو آزاد کر دو، اونھون نے اوسکو آزاد کر دیا[3]،

ایک بار آپ نے حضرت ابو ذرؓ کو ایک غلام دیا اور کہا کہ "اس کے ساتھ نیکی کرو" اونھون نے یہی نیکی کی کہ اوس کو آزاد کر دیا[4]،

حضرت ابو ہریرہؓ اسلام لانے کے لئے چلے تو ساتھ مین غلام بھی تھا، وہ موقع پاکر راستے ہی مین بھاگا یا بھٹک گیا، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسلام لائے، تو اسی

[1] ابو داود کتاب الادب باب فی حق المملوک، [2] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۂ انبیاء، [3] ترمذی ابواب الزہد، [4] ادب المفرد باب العفو عن الخادم،

حالت مین غلام بھی آیا، آپ نے فرمایا "ابوہریرہ! لیجئے تمہارا یہ غلام ہے"، بولے کہ آپ گواہ رہئے یہ خدا کی راہ مین آزاد ہے[۱]،

ایک بار کسی شخص نے اپنے غلام سے کسی کام کو کہا وہ سوگیا، وہ آیا تو اوس کے چہرے پر آگ ڈالدی، غلام گھبراکر اوٹھا تو کنوئین مین گر پڑا، حضرت عمرؓ نے اوس کے چہرے کی حالت دیکھی تو اوس کو آزاد کردیا[۲]،

صرف یہی نہین تھا کہ صحابہ کرام اپنے مملوکہ لونڈی غلام کو آزاد کرتے تھے، بلکہ یہ اسقدر افضل کام خیال کیاجاتا تھا کہ دوسرون کے غلامون کو صرف آزاد کرنے کے لیے خریدتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی کو اسلئے خریدنا چاہا کہ اوس کو آزاد کردین[۳]، ابتدائے اسلام مین حضرت ابوبکرؓ نے بھی سات غلام خریدکر آزاد کئے تھے،

حضرت زبیر بن عوامؓ نے ایک غلام خریدا اور اوس کو آزاد کردیا[۴]، ان کے علاوہ باکثرت غلامون کو صحابہ کرام نے آزاد کیا،

میر اسماعیل نے بلوغ المرام کی شرح مین نجم الوہاج سے ایک فہرست نقل کی ہے، جسکی روسے صحابہ کرام کے آزاد کردہ غلامون کی تعداد اونتالیس ہزار دوسو انتیس[۵] تک پہونچتی ہے، چنانچہ اون صحابہ کے نام اور اون کے آزاد کردہ غلامون کی تعداد حسب ذیل ہے،

حضرت عائشہؓ	۶۷	حضرت عباسؓ	۷۰
حضرت حکیم بن حزامؓ	۱۰۰	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۰۰۰

[۱] بخاری ابواب الشرکۃ باب اذا قال لعبدہ ہو للہ ونوی العتق والاشہاد فی العتق۔ [۲] ادب المفرد باب حسن الملکۃ۔ [۳] ابوداود کتاب الفرائض باب فی الولاء۔ [۴] موطائے امام مالک کتاب العتق والولاء باب جر العبد الولاء اذا اعتق،

ذو الکلاع حمیری ۸۰۰۰ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ۳۰۰۰۰

اِس کتاب مین حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلامون کی تعداد نہین بتائی ہے لیکن لکھا ہے کہ اونھون نے بکثرت غلام آزاد کئے[1]،

سیاسی حیثیت سے صحابہ کرام نے غلامون کو جو حقوق عطا کئے، اون کی تفصیل حسب ذیل ہے،

عرب کا غلام نہ بنانا| اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس قبیلہ بنو تمیم کی ایک لونڈی تھی، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو، کیونکہ یہ اسمٰعیل کی اولاد مین سے ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود آپ اہل عرب کا غلام بنانا پسند نہین فرماتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے عام قانون بنا دیا کہ عرب کا کوئی شخص غلام نہین بنایا جا سکتا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین قبائل مرتدہ کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے اون کو اونھون نے اسی بنا پر آزاد کرا دیا[2]،

اسلام کے پہلے عرب کے جو لوگ لونڈی یا غلام بنائے گئے تھے، اون کی نسبت یہ حکم دیا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص کسی قبیلہ مین غلام بنا لیا گیا ہو تو وہ اوس کے بدلے مین دو غلام بطور فدیہ کے دیکر آزاد کرا سکتا ہے، اسی طرح ایک لونڈی کے عوض مین دو لونڈی دیکر آزاد کرائی جا سکتی ہے[3]،

غیر قومین اگرچہ غلام بنائی جا سکتی تھین، تاہم حضرت عمرؓ نے اون کو بھی بہت کم

[1] سبل السلام صفحہ ۳۳ کتاب العتق، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۵۰، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ ریاح بن حارث،

غلام بنایا، مصر فتح ہوا تو چھہ لاکھ مرد اور عورت مسلمانون کے قبضہ مین آئے، فوج کے اکثر حصہ کا اصرار تھا کہ اون کو لونڈی غلام بناکر تمام فوج پر تقسیم کر دیا جاے، لیکن حضرت عمرؓ نے جزیہ مقرر کرکے اون کو بالکل آزاد کر دیا، چند گانون کے لوگون نے مسلمانون کے خلاف جنگ کی تھی، وہ گرفتار ہوئے تو لونڈی غلام بناکر مدینہ مین بھیجدیئے گئے، لیکن حضرت عمرؓ نے اونکو بھی واپس کر دیا[1]،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام عام حکم بھیجدیا کہ کوئی کاشتکار یا پیشہ ور غلام نہ بنایا جاے[2]،

حضرت عمرؓ کے عہد مین زراعت کو جو ترقی ہوئی اور اوس کی وجہ سے محاصل خراج مین جو اضافہ ہوا اوس کی اصل وجہ یہی تھی کہ اونھون نے اکثر مفتوح قومون کو آزاد رکھا اور وہ آزادی کے ساتھ زراعت کے کاروبار مین مصروف رہین،

غلامون کو مکاتب بنانا، | غلامون کی آزادی کی ایک صورت یہ ہو کہ اون سے یہ شرط کرلی جائے کہ اتنی مدت مین وہ اس قدر رقم ادا کرکے آزاد ہو سکتے ہین، یہ حکم خود قرآن مجید مین مذکور ہو،

فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا — اگر تم کو غلامون مین بھلائی نظر آئے تو اون سے مکاتبت کرلو،

لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہین سمجھا جاتا تھا یعنی آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا لیکن حضرت عمرؓ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا، چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انسؓ سے مکاتبت کی درخواست کی اور اونھون نے اوس کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے اون کو بلواکر کوڑے لگوائے اور قرآن مجید کی اس آیت کے

[1] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۵۴، [2] کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۱۲،

روسے اون کو معاہدہ کتابت کرنے پر مجبور کر دیا[1]

حضرت عمرؓ ہمیشہ اس قسم کے غلامون کی آزادی مین آسانیان پیدا کرتے رہتے تھے ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کرکے بدل کتابت ادا کرنا چاہا، لیکن آقانے ایک بار اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا، اور باقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا تو اونھون نے کل رقم لیکر بیت المال مین داخل کروادی اور کہا "تم شام کو آنا مین تمھین آزادی کا فرمان لکھدون گا، اس کے بعد مال لینے یا نہ لینے کا تمھارے آقا کو اختیار ہوگا" آقا کو خبر ہوئی تو اوس نے آکر یہ رقم وصول کرلی[2]

ام ولد کے بیع و شرار کی ممانعت، آقا سے جس لونڈی کے اولاد پیدا ہوجاتی ہے، اوس کو ام ولد کہتے ہین، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے اس قسم کی لونڈیان عام لونڈیون کے برابر سمجھی جاتی تھین، لیکن حضرت عمرؓ نے یہ عام قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اس قسم کی لونڈیان نہ فروخت کیجاسکتین نہ اون مین وراثت جاری ہوسکتی، نہ اون کا ہبہ ہوسکتا، بلکہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہوجاینگی[3] اس طرح لونڈیون کی آزادی کا نیا رستہ نکل آیا،

اسیران جنگ سے اعزہ و اقارب کو جدا نہ کرنا، اگرچہ صحابہ کرام مذہبًا اور اخلاقًا خود ہی قیدیون کو اون کے اعزہ و اقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے قانونًا وحکمًا اس کی ممانعت فرمادی چنانچہ تمام اُمرائے فوج کے نام فرمان بھیجے کہ بھائی کو بھائی سے اور لڑکی کو مان سے جدا نہ کیاجائے ایکبار بازار مین شور سنکر حضرت عمرؓ نے اپنے دربان یرفا کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لونڈی کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المکاتب، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ ابوسعید المقبری، [3] موطاے امام محمد باب بیع امہات الاولاد،

مان فروخت کیجارہی ہے، اونھون نے تمام مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور آیت "وتقطعوا ارحامکم" کو پڑھکر کہا کہ اس سے بڑھکر کیا قطع رحم ہوسکتا ہی؟ کہ لڑکی کو مان سے جدا کیا جائے چنانچہ اس کے بعد تمام امرار کے نام فرمان بھیجدیا کہ اس قسم کا قطع رحم جائز نہین،[1]

غلامون کے وظیفے، | بیت المال سے مسلمانون کو جو وظیفہ ملتا تھا، اوس مین غلام برابر کے شریک تھے

اوّل اوّل حضرت ابوبکرؓ نے غلامون کو بیت المال مین تمام مسلمانون کا شریک بنایا، ابوداود کتاب الخراج مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے،

کان ابی یقسم للحرو العبد، میرے باپ غلام اور آزاد کو مال تقسیم فرما دیتے تھے،

حضرت عمرؓ نے جب باضابطہ طور پر تمام مسلمانون کے وظائف مقرر فرمائے تو آقا کے برابر غلامون کے وظائف بھی مقرر فرمائے،[2] اون کو اس بات مین اسقدر کد تھی کہ جب ایک عامل نے غلامون کو وظیفہ نہین دیا، تو اوسکو لکھ بھیجا کہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھنا نہایت بری بات ہی،[3] حضرت عمرؓ نے اور مختلف طریقون سے غلامون کو مالی اعانتین دین، اہل عوالی کے مزدوری پیشہ غلامون کی مردم شماری کرائی اور اون کے روزینے جاری کئے، حضرت عثمانؓ نے اس کو اور ترقی دی، اور خوراک کے ساتھ کپڑے بھی مقرر فرمائے، حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو جاتے اور جو غلام از کار رفتہ نظر آتے اون کے ٹکس معاف کردیتے،

حضرت عثمانؓ نے عام طور پر یہ ہدایت کی کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہین جانتی اور

---

[1] کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷، [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۵۵، [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۲،

جو غلام صغیر السن ہین اون کو کسی پیشیہ کی تکلیف نہ دیجائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روزینہ پیدا کرینگے، لیکن اس کے ساتھ اون کو عمدہ کھانا دیا جائے[۱]،

غلامون کی تعلیم، سب سے بڑھکر یہ کہ صحابہ کرام نے غلامون کو تعلیم بھی دلائی، ایک بار چند عیسائی غلام پکڑ کر آئے، تو حضرت عمرؓ نے اون کو مکتب مین داخل کردیا[۲]،

حضرت عثمانؓ نے حمران بن ابان کو خرید کر لکھنا سکھایا، اور اپنا میر منشی بنایا[۳]، بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب مین آزاد بچون کے ساتھ بہت سے غلامون کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے اُون صاف کرنے کے لئے مکتب سے لڑکے طلب کئے تو کہلا بھیجا کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں[۴]،

غلامون کو امان دینے کا حق دینا، امان دینے کا حق صرف فاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے لیکن خلفا نے یہ حق خود غلامون کو بھی دیا، چنانچہ ایک بار مسلمانون نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو ایک غلام نے محصور فوج کو امان دیدی، تمام مسلمانون نے کہا اسکا اعتبار نہیں ہے لیکن اون لوگون نے کہا ہم آزاد اور غلام کو نہین جانتے، اب اس باب مین حضرت عمرؓ سے استصواب کیا گیا تو اونھون نے لکھ بھیجا کہ مسلمانون کے غلامون کا معاہدہ خود مسلمانون کا معاہدہ ہے[۵]،

غلامون کی عزت و آبرو کی حفاظت، خلفاء راشدین لونڈیون اور غلامون کی عزت و آبرو کا اوسی قدر پاس کرتے تھے، جس قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا کیا جا سکتا ہے، ایک بار ایک غلام نے کسی لونڈی کی ناموس پر ناجائز حملہ کیا، اور حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو غلام کو جلا وطن کر دیا[۶]،

---

[۱] موطاے امام مالک کتاب الجامع باب الامر بالرفق بالمملوک، [۲] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۹، [۳] فتوح البلدان صفحہ ۳۴۶، [۴] بخاری کتاب الدیات باب استعانۃ العبد والصبیان، [۵] فتوح البلدان صفحہ ۳۹۰، [۶] موطاے امام محمد باب الاستکراہ فی الزنا،

سادات، ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفاء راشدین غلامون کو عام مسلمانون کے برابر سمجھتے تھے، چنانچہ اس کی بعض مثالین حسن معاشرت کے عنوان مین گذر چکی ہین،

اِن تمام مراتب کے پیش نظر ہوجانے کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ مین شخصی اور ملکی دونون حیثیتون سے غلام غلام نہین رہے تھے، بلکہ مسلمانون کے ایک فرد بن گئے تھے،



رعایا کی آسایش کا انتظام

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک یہ معمول تھا، کہ خراج وغیرہ کی جو رقم وصول ہوتی تھی ہر شخص کو تقسیم کر دی جاتی تھی، اور اوس مین غلام و آزاد کی کوئی تخصیص نہ تھی، ابوداود مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے،

کان ابی یقسم للحر والعبد[1] ۵ میرے باپ غلام اور آزاد دونون پر مال تقسیم کر دیتے تھے،

لیکن حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ لوگون کی خوراک بھی مقرر فرمائی، اول اول جب یہ انتظام قایم کرنا چاہا تو دونون وقت ایک ایک جریب آٹا پکوایا اور ۳۰۰۰ آدمیون کو کھلایا سب کو کافی ہوا تو ماہوار مرد، عورت، اور غلام سب کے لئے دو جریب آٹا مقرر کیا، اعلان عام کے لئے پیمانہ ہاتھ مین لیکر ممبر پر چڑھے، اور فرمایا کہ "مین نے تم لوگون کے لئے اسقدر ماہوار خوراک مقرر کر دی ہے، جو شخص اس کو گھٹائیگا اوس کو خدا سمجھے گا" یہ طریقہ اسقدر مقبول عام ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو بددعا دیتا تھا تو کہتا تھا کہ "خدا تمھاری جریب موقوف کر دے" یعنے تمہین موت دے[2]،

حضرت عمرؓ نے وظائف مین خاص موقعون پر قومیت کی تفریق و امتیاز کو بھی بالکل مٹا دیا

---

[1] ابوداود کتاب الخراج والامارۃ باب فی قسم الفئی، [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۵ و ۴۶۶،

چنانچہ ایک بار مقام جابیہ مین گئے، وہان چند عیسائی جذامیون کو دیکھا تو حکم دیا کہ بیت المال سے اون کے وظیفے مقرر کر دیئے جائین[1]، ایک بار ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اوس کو خود اپنے گھر لائے، اور جو کچھ ہو سکا دیا، پھر بیت المال کے خزانچی کو لکھ بھیجا کہ اِس قسم کے اشخاص کا لحاظ رکھا جائے، قرآن مجید مین صدقہ کے جو حصہ دار ہین اون مین فقرا سے مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہین[2]،

ان کے علاوہ جو معزز لوگ کسی وجہ سے مفلوک الحال ہو جاتے تھے اون کیلئے بھی وہ وظیفے مقرر فرما دیتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر خود فرمایا،

انما فرضت لقوم اجحفت بهم الفاقة	مین نے چند فاقہ زدہ لوگون کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا ہے
وهم سادة عشايرهم لما نابهم	جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے، لیکن قومی حقوق کی
من الحقوق[3]	گرانباری نے اون کو مفلوک الحال بنا دیا،

شیرخوار بچون کے وظیفے، حضرت عمرؓ نے تمام مجاہدین کے بچون کے لئے بھی دس دس درہم وظیفے مقرر فرمائے، پہلے یہ معمول تھا کہ بچے دودھ چھوڑتے تھے تو اون کے وظیفے جاری کئے جاتے تھے، لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ لوگ حصول وظیفہ کے لئے قبل از وقت بچون کا دودھ چھڑا دیتے ہین تو حضرت عمرؓ نے عام اعلان کر دیا کہ قبل از وقت بچون کا دودھ نہ چھڑاؤ ہم روز ولادت ہی سے بچون کے وظائف مقرر کر دینگے، حضرت عمرؓ کے بعد اور خلفاء نے اِس کو اسقدر ترقی دی کہ اوس مین وراثت جاری ہوتی تھی، حضرت

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۷ [2] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف صفحہ ۷۲، [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۵،

عمر بن عبد العزیز نے وراثت کے طریقے کو موقوف کرنا چاہا، لیکن پھر رک گئے،

حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ مین حضرت عمرؓ کا وہی قدیم نظام پھر قایم کر دیا یعنے بچے جب دودھ چھوڑ دیتے تھے، اوس وقت سے اون کے وظیفے جاری کرتے تھے اخیر مین عبد الملک بن مروان نے اس فیاضانہ طریقے کو کلیتہً موقوف کر دیا[۱]،

لاوارث بچون کے وظیفے۔ حضرت عمرؓ نے ۱۸ھ مین یہ حکم دیا کہ جو لاوارث بچے شاہراہ وغیرہ پر پڑے ہوئے ملین اون کے دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا جائے[۲] چنانچہ یہ وظیفہ سو درہم سے شروع ہوتا تھا، پھر سال بسال اوس مین[۳] ترقی ہوتی جاتی تھی، موطاے امام مالک مین ہو کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک شخص اسی قسم کا ایک بچہ اوٹھا لایا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو لیجاؤ، اس کے نفقہ کا بار ہم پر رہیگا[۴]،

قحط کا انتظام۔ قحط رعایا کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے، ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے مین قحط پڑا، تو اونھون نے اپنے اوپر گھی اور دودھ کو حرام کر لیا، اور رعایا کے آرام و آسایش کے لئے ہر ممکن تدبیر کی، تمام اُمرا و عمال کو لکھ بھیجا کہ اہل مدینہ کی مدد کرین، چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے[۵] بھیجے،

حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کو لکھا کہ خراج مین جو غلہ وصول ہو وہ مدینہ کو روانہ کیا جائے، چنانچہ اونھون نے روغن زیتون اور ۲۰ جہاز غلہ روانہ کیا جن مین کم و بیش ہر جہاز مین ۳ ہزار اردب غلہ تھا حضرت عمرؓ متعدد اکابر صحابہ کے ساتھ بذات خود ملاحظہ

[۱] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۴، [۲] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ و فتوح البلدان صفحہ ۴۵۰، [۳] موطاے امام مالک کتاب الاقضیہ باب القضاء فی المنبوذ، [۴] طبری صفحہ ۲۵۷۶،

کے لئے بندرگاہ پر گئے جس کا نام جار تھا، وہان پہونچکر ان غلون کے رکھنے کے لئے دو مکان تعمیر کرائے، اور حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ قحط زدون کے نام لکھے جائین، چنانچہ جن لوگون کے نام لکھے گئے اون کو ایک ایک چک ملتی تھی، جس پر حضرت عمرؓ کی مہر ہوتی تھی،[1]

اس کے علاوہ ہر جگہ سے اونٹ گیہون اور روغن زیتون منگواکر بدؤن مین تقسیم کیا، جب یہ تمام سرمایہ ختم ہوچکا تو یہ انتظام کرنا چاہا کہ جو لوگ صاحب مقدرت ہون اون کے گھرون مین جس قدر آدمیون کی تعداد ہو، اوسی تعداد مین محتاجون کی کفالت اونکے متعلق کی جائے، کیونکہ ایک آدمی کا کھانا دو شخصون کی سد رمق کے لئے کافی ہوتا ہے، لیکن اس کے پہلے باران رحمت کی دعا فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے اوس کو قبول کر لیا، اسلئے اس انتظام کی ضرورت پیش نہین آئی،[2]

رعایا کی شکایتون سے واقف ہونیکے وسایل، ہمارے سلاطین و امرائین کتنے لوگ ہین جن کے پردہائے گوش فریادیون کی کرخت آواز کے متحمل ہوسکتے ہین، لیکن صحابہ کرام ہمہ وقت رعایا کی آرام و آسایش کی فکر مین مصروف رہتے تھے، اسلئے اون کے درد دکھ سے واقفیت حاصل کرنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مختصر عہد خلافت مین حج کے موقعہ پر تمام لوگون سے عام طور پر پوچھ لیا تھا کہ کسی کو کوئی شکایت تو نہین؟[3] حضرت عمرؓ نے اس کو اور بھی ترقی دی اور خفیہ طور پر متعدد لوگون کو مقرر فرمایا جو اون تک تمام

[1] فتوح البلدان صفحہ ۳۲۳ و یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۷، [2] ادب المفرد باب المواسات فی السنۃ والمجاعۃ، [3] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۱،

جزئیات کی خبرین پہونچاتے رہتے تھے، کنز العمال مین ہی،

کان لعمر عیون علی الناس[1] — حضرت عمرؓ نے لوگون پر جاسوس مقرر فرمائے تھے،

تمام امراؤ عمال کو حکم دیا تھا کہ لوگون کے سامنے دروازے نہ بند کرین، تاکہ ہر شخص بلا روک ٹوک اپنی شکایتین پیش کر سکے، اخیر مین تمام ملک کے دورہ کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن شام کے سوا موت نے دوسرے مقامات کے دورہ کا موقع نہین دیا،

حضرت عثمانؓ کو رعایا کی خبر گیری کا اس قدر خیال تھا کہ عین خطبہ کی حالت مین لوگون سے اون کے حالات اور بازار کا نرخ دریافت فرماتے تھے،

موذی جانورون کا قتل، مہذب سلطنتین رعایا کے آرام و آسایش کا جو انتظام کرتی ہین اون مین ایک یہ ہی کہ موذی جانورون کو ملک سے فنا کرنیکی کوشش کرتی ہین، یہی وجہ ہی کہ اس قسم کے جانورون کے قتل پر انعام دیا جاتا ہی، صحابہ کرام نے بھی اس قسم کا انتظام کیا تھا، نصیبین مین بچھو بکثرت تھے جس سے وہان کے مسلمانون کو اذیت پہونچتی تھی، وہان کے عامل نے حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت مین اسکی شکایت کی تو اونھون نے لکھا کہ تمام شہر کے لوگون پر بچھوؤن کی ایک تعداد مقرر کر دیجائے، کہ ہر رات کو پکڑ لائین، چنانچہ وہ لوگ اون کے پاس پکڑ کر لاتے تھے، اور وہ مار ڈالے جاتے تھے، اس طرح بچھوؤن کی تعداد مین بہت کچھ کمی ہو گئی،[2]

سجستان مین بکثرت سانپ رہتے تھے جب حضرت عبد الرحمان بن سمرہؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین اوسکو بصلح فتح کیا تو چونکہ وہان کے لوگ سیہ (سیہی) اور خار پشت سانپ کو کھاجاتے ہین، اسلئے معاہدہ صلح اس شرط پر کیا کہ کوئی شخص ان دونون جانورون[3] کو نہ مار سکیگا،

[1] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۱۶
[2] فتوح البلدان بلاذری ذکر نصیبین،
[3] فتوح البلدان ذکر سجستان

مذہبی خدمات

اشاعت اسلام

صحابہ کرام نے آغاز اسلام ہی سے اس نیک کام کو شروع کیا اور اخیر تک اوس کو قائم رکھا، سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو اون کے اخلاقی اثر سے متعدد اکابر صحابہ دائرہ اسلام مین داخل ہوئے جن مین پانچ بزرگ عشرہ مبشرہ مین سے تھے اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوبکرؓ مین ہے،

اسلم علی یدہ جماعۃ لمحبتہم میلہم	اون کے ہاتھ پر ایک جماعت جس کو اونکے ساتھ محبت تھی
الیہ حتی انہ اسلم علی یدہ خمسۃ	اسلام لائی یہان تک کہ عشرہ مبشرہ مین سے بھی پانچ بزرگ
من العشرۃ،	اون کے ہاتھ پر اسلام لائے،

حضرت عثمانؓ کے تذکرے مین صاحب اسد الغابہ نے بعض نامون کی تفصیل بھی کی ہے چنانچہ لکھتے ہین،

کان رجال قریش یاتونہ ویالفونہ	قریش کے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتے تھے اور
لغیر واحد من الامور لعلمہ وتجاربہ	متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حسن مجالست کی بنا پر

وحسن مجالستہ فجعل یدعوا الی الاسلام من وثق بہ من قومہ ممن یغشاہ ویجلس الیہ فاسلم علی یدیہ فیما بلغنی الزبیر بن العوام وعثمان بن عفان و طلحۃ بن عبید اللہ،

ان سے محبت کرتے تھے چنانچہ ان آنیوالون اور ساتھ بیٹھنے والون مین جن لوگون پر اون کو اعتماد تھا اون کو اونھون نے دعوت اسلام دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے اون کے ہاتھ پر حضرت زبیر بن عوام حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت طلحہ بن عبیدؓ اللہ اسلام لائے،

تاریخ خمیس مین ان بزرگون کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ اور ارقم بن ابی الارقمؓ کا نام بھی لیا ہے[1]،

حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کی کوششون سے قریش مین اسلام پھیلا، حضرت عمیرؓ ایک صحابی تھے جو ابتدا مین اسلام کے سخت دشمن تھے، غزوۂ بدر مین اون کا ایک لڑکا گرفتار ہوا تو وہ اوس کی رہائی کے بہانے سے مدینہ مین آئے کہ چل کر (نعوذ باللہ) خود رسول اللہ صلعم کا خاتمہ کردین، لیکن توفیق ایزدی نے یاوری کی اور یہان آکر مسلمان ہوگئے، پلٹے تو قریش کو دعوت اسلام دی اور اون کے اثر سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے[2]،

مردون کے ساتھ عورتین بھی اِس شرف سے محروم نہ رہین چنانچہ حضرت ام شریکؓ ایک صحابیہ تھین جو مخفی طور پر قریش کی عورتون کو اسلام کی دعوت دیتی تھین قریش کو اون کی

[1] تاریخ خمیس صفحہ ۲۸۷، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمیر بن وہبؓ،

مخفی کوششون کا حال معلوم ہوا تو اون کو مکہ سے نکالدیا،

ان بزرگون کی ساعی جمیلہ کا اثر اگرچہ صرف مکہ بلکہ صرف قریش تک محدود رہا لیکن اور متعدد صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور وہ باہر سے آکر رسول اللہ صلعم کے دست مبارک پر اسلام لائے اور آپکی خدمت سے واپس جاکر اپنے اپنے حلقۂ اثر مین اشاعت اسلام کی مقدس خدمت انجام دی، اون بزرگون مین حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ، حضرت اکثمؓ، حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ، اور انصار کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے

حضرت ابو ذر غفاریؓ فطرۃً نیکی کے قبول کرنے کا مادہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلعم کی ملاقات سے پہلے پابند نماز ہو چکے تھے، ایکبار حسن اتفاق سے اون کے بھائی حضرت انیسؓ مکہ مین آئے اور پلٹ کر اون کو خبر دی کہ مکہ مین "تمھارا ایک ہم مذہب پیدا ہوا ہی جو اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہی لوگ اگرچہ اوس کو شاعر، کاہن، اور ساحر کہتے ہین لیکن مجکو اوس کا کلام ان سب سے مختلف معلوم ہوتا ہی" یہ سنکر حضرت ابو ذر غفاریؓ کے دل مین بھی شوق پیدا ہوا اور تحقیق کے لیے خود مکہ تشریف لائے ایک دن رات کو رسول اللہ صلعم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ نکلے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا حضرت ابو ذر غفاریؓ بھی وہین موجود تھے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اونھون نے آکر اسلامی طریقہ کے موافق سلام کیا، رسول اللہ صلعم نے اون کے مختلف حالات پوچھے، اور حضرت ابو بکرؓ نے درخواست کی کہ آج کی رات مجھے اون کی دعوت کا شرف حاصل ہو، رسول اللہ صلعم بھی ساتھ تشریف لے گئے، حضرت ابو بکرؓ نے گھر کا دروازہ کھولا،

۱؎ اسد الغابہ تذکرہ حضرت ام شریکؓ،

اور طائف کے منتقے پیش کئے، اس کے بعد وہ دوبارہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے،
آپ نے فرمایا "مجھے مدینہ کی ہجرت کا حکم ہوا ہے تم میری طرف سے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام
پہونچا سکتے ہو؟ شاید تمھاری وجہ سے خدا اون کو نفع پہونچاے اور تمھین ثواب دے،، وہ پلٹے تو
اپنے بھائی انیس کو دعوت اسلام دی اور اونھون نے بخوشی لبیک کہا اس کے بعد ماں کو
مائل بہ اسلام کیا وہ بھی بخوشی حلقۂ اسلام مین داخل ہوئین پھر تمام قوم کو اسلام کی طرف
بلایا نصف لوگ اوسی وقت مسلمان ہوگئے اور نصف لوگون نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم کی
ہجرت کے بعد ہم لوگ اسلام لائین گے،، چنانچہ جب آپ مدینہ آئے تو وہ لوگ بھی مشرف
بہ اسلام ہوئے قبیلہ غفار ہی کے متصل اسلم کا قبیلہ آباد تھا وہ لوگ بھی حاضر خدمت ہوے
اور کہا کہ "یا رسول اللہ جس چیز پر ہمارے بھائی اسلام لائے ہین اوس پر ہم بھی اسلام
لاتے ہین آپ نے یہ سنکر فرمایا،

غفار غفر اللہ لہا و اسلم سالمہا اللہ[1] — خدا غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو سلامت رکھے،

حضرت طفیل بن عمرو آپکی خدمت مین حاضر ہوئے تو پہلے ہی سے دل نور ایمان سے
لبریز تھا، چاہا کہ خود اون کے وطن کو دار الہجرت بننے کا شرف حاصل ہو اس غرض سے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ آپ ایک محفوظ قلعہ مین پناہ گزین ہونا پسند فرماتے ہین؟ یہ قلعہ خود اونکی
قوم کا تھا لیکن آپ نے انکار کیا، اسلئے وہ واپس گئے اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت
کی تو وہ ایک مہاجر کو ساتھ لیکر مدینہ مین آئے اور شرف ہجرت حاصل کیا یہ صحیح مسلم کی روایت ہے[2]

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابی ذرؓ، [2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لایکفر،

جس سے فی الجملہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ ان کے اثر سے بعض لوگون نے اسلام قبول کیا لیکن اسد الغابہ مین ہی کہ وہ آپ کی خدمت سے پلٹ کر متصل اشاعت اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے یہان تک کہ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو اونھون نے بھی قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانون کے ساتھ ہجرت کی جو سب کے سب اونھین کے اثر سے مسلمان ہوئے تھے،[1]

حضرت اکثمؓ کو ظہور اسلام کی خبر ہوئی تو دو شخصون کو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین بھیجا کہ تحقیق حال کرین، وہ دونون خدمت مبارک مین حاضر ہوے تو آپ نے اون کو یہ آیت سنائی،

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان	خدا، عدل، احسان، اور قرابت دارون کے دینے
وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء	کا حکم کرتا ہی، اور فحاشی، برائی اور ظلم سے منع فرماتا ہے
والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون،	خدا تم کو یہ نصیحت کرتا ہی شاید تم سمجھو اور سوچو،

ان لوگون نے جا کر اون سے یہ واقعہ بیان کیا تو اونھون نے تمام قوم کی طرف خطاب کر کے کہا کہ "اے قوم میری راے مین یہ پیغمبر مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہی اور ذمائم اخلاق سے روکتا ہی، تم لوگ قبول اسلام مین دم نہ بنو، سر بنو، مقدم ہو، موخر نہ ہو" اسکے بعد تا دم مرگ اس کوشش مین مصروف رہے، انتقال ہوا تو اہل وعیال کو تقویٰ اور صلہ رحمی کی وصیت کی،[2]

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ قبیلہ ثقیف کے سردار اور اونھین نہایت ہر دلعزیز تھے،

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت اکثم بن صیفیؓ،

رسول اللہ صلعم غزوۂ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ کو پلٹے تو اونھون نے راستہ ہی مین جا کر اسلام قبول کیا اور وہان سے آکر اپنے قبیلہ کو دعوت اسلام دی اون کو اگرچہ اس مقصد مین کامیابی نہین ہوئی بلکہ اون کو خود اون کی قوم نے اشاعت اسلام کے جرم مین قتل کر دیا، تاہم اونھون نے اپنا مذہبی فرض ادا کر دیا، [1]

انصار مین اولاً چھ شخص مکہ مین آئے اور اسلام قبول کیا مکہ سے پلٹ کر اونھون نے خود تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرنا شروع کیا، اور اون کو اسقدر کامیابی ہوئی کہ انصار کا کوئی گھر کلمہ توحید کی آواز اور رسول اللہ صلعم کے ذکر خیر سے ناآشنا نہ رہا، دوسرے سال بارہ آدمی آئے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، جو بیعت عقبہ اولی کے نام سے مشہور ہے، [2] رسول اللہ صلعم نے اونکے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن کے لئے کر دیا اور اونھون نے اس خدمت کے ساتھ اشاعت اسلام کا مقدس فرض بھی ادا کیا، چنانچہ اون کی کوششون سے بکثرت لوگ مسلمان ہوئے جن مین انصار کے کل سرسید حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ بھی شامل تھے [3] جب مسلمانون کی تعداد مین معتدبہ اضافہ ہوا تو اونھون نے اون کے ساتھ باجماعت جمعہ کی نماز ادا کی

حضرت سعد بن معاذؓ اسلام لائے تو اپنے قبیلہ سے کہا کہ اب مجھپر تم سے بات چیت کرنا حرام ہے، چنانچہ اوسی روز اونکا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا، [4]

ان بزرگون کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ ہین جنھون نے اپنے اپنے قبائل مین اشاعت اسلام کی چنانچہ ان کے حالات مین ان کوششون کا ذکر جابجا آیا ہے، مثلاً صاحب اسد الغابہ

---

۱ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ، ۲ اسد الغابہ تذکرہ حضرت رافع بن مالکؓ و مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۳۲۲، ۳ اسد الغابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیرؓ و تاریخ خمیس صفحہ ۱۴۱، ۴ اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن معاذؓ،

حضرت قیس بن غزیہؓ کے تذکرہ مین لکھتے ہین،

دعا قومہ الی الاسلام | اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی،

حضرت قیس بن یزیدؓ کے حالات مین تحریر فرماتے ہین،

فدعا قومہ الی الاسلام فاسلموا | انھون نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوگئے

حضرت قیس بن نشبہؓ اسلمی کے تذکرہ مین لکھتے ہین،

اسلم ورجع الی قومہ فقال یا بنی سلیم | وہ اسلام لاکر پلٹے تو کہا کہ اے بنو سلیم مین نے روم وفارس کے

سمعت ترجمۃ الروم وفارس واشعار العرب | تراجم اور عرب اور کہان اور حمیر کے بہادرون کے اشعار

والکہان ومقاول حمیر وما کلام محمد | سنے لیکن محمد کا کلام ان سب سے الگ ہے پس محمد کے معاملے

یشبہ من کلامھم فاطیعونی فی محمد فانکم اخوالہ | مین میری اطاعت کرو کیونکہ تم ان کے ماموں ہو،

فتح مکہ کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی اور تمام قبائل کے سردارون نے اشاعت اسلام مین حصہ لیا، چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین،

ان مکۃ لما فتحت بادرت العرب باسلامھم | فتح مکہ کے بعد تمام عرب نے اسلام کی طرف نہایت تیزی سے قدم

فکان کل قبیلۃ ترسل کبراءھا لیسلموا ویتعلموا | بڑھایا ہر قبیلہ اپنے سردارون کو بھیجتا تھا کہ جاکر اسلام لائین

ویرجعوا الی قومھم فیدعوھم الی الاسلام | اور تعلیم دین حاصل کرکے پلٹین تو اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دین

اس بنا پر تمام قبایل کا اسلام ان سردارون کے اسلام اور تبلیغ و دعوت پر موقوف تھا،

ابوداؤد مین ہے کہ قبیلۂ ہمدان نے حضرت عامر بن شہرؓ کو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین بھیجا

---

[1] فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۲۵

کہ جو تمھاری رائے قرار پائیگی اوس کو ہم سب منظور کر لینگے، وہ آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر اسلام لائے اور اون کے بعد اون کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا،[۴]

ایک صحابی کسی چشمے کے مالک تھے جب اون تک دعوت اسلام پہونچی تو اونھون نے اپنی قوم کو اسلام لانے کے لئے سو اونٹ دیئے لیکن یہ اسلام کا حقیقی معاوضہ نہ تھا چنانچہ جب وہ لوگ اسلام مین پختہ ہو گئے تو اونھون نے اونٹون کو واپس لینا چاہا اور مشورہ کیلئے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین اپنے بیٹے کو بھیجا، آپ نے فرمایا اون کو واپس لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے[۵]

جن لوگون کو خود رسول اللہ صلعم نے اشاعت اسلام کے لیۓ بھیجا اون کے نام رجال و سیر کی کتابون مین بکثرت ملتے ہین، جن مین سے چند یہ ہین،

حضرت مالک بن مرارہ الرہاوی رضی اللہ عنہ	اونھون نے عک، اور ذی خیوان کو دعوت اسلام دی اور اسکے ساتھ اونکی قوم نے بھی اسلام قبول کیا،
حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ	رسول اللہ صلعم نے ان کو قبیلہ بنو لیث کی تبلیغ و ہدایت کیلئے بھیجا
حضرت عبد اللہ بن عوسجۃ البجلی رض	آپ نے ان کو قبیلہ بنی حارثہ کے پاس بھیجا،
حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	آپ نے ان کو اہل فدک کی ارشاد و ہدایت کے لیۓ بھیجا،
حضرت مسعود بن وائل رضی اللہ عنہ	آپ نے ان کے متعلق خود انکی قوم کی تبلیغ و ہدایت فرمائی،
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	انکی ننہال قبیلہ بلی مین تھی جو بدؤون کا ایک قبیلہ ہے، اور اس تعلق سے بدو اون سے مانوس تھے، آپ نے اون کو بدؤون کی

۴ ابو داود کتاب الخراج باب فی حکم ارض الیمن، ۵ ابو داؤد کتاب الخراج باب فی العرافۃ،

	تبلیغ وہدایت کے لئے منتخب فرمایا،
حضرت مالک بن احمر رضی اللہ عنہ	یہ اسلام لائے اور خود درخواست کی کہ مجھے ایک فرمان لکھدیا جائے کہ اس کے ذریعہ سے اپنی قوم کو دعوت اسلام دوں،
حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ	آپ نے ان کے ذریعہ سے عبید و جعفر کو دعوت اسلام دی وہ دونوں اسلام لائے اور وہان کے تمام عرب کو دعوت اسلام دی جس کو سب نے بخوشی قبول کیا،
حضرت علاء بن عبید اللہ الحضرمیؓ	آپ نے ان کو بحرین مین بھیجا کہ وہان کے لوگون کو دعوت اسلام دین، اور منذر بن ساوی، اور سیبخت کے نام خصوصیت کے ساتھ خط دیا وہ دونون مسلمان ہوگئے اور اون کے اثر سے وہان کے تمام عرب اور بعض عجم نے اسلام قبول کیا،
حضرت وبر بن یحنس کلبی	آپ نے ان کو یمن مین بھیجا وہ نعمان بن بزرخ کی صاحبزادیون کے یہان اترے اور وہ سب مسلمان ہوگئین اونھون نے فیروز دیلمی اور مرکبود کو پیغام اسلام دیا، اور وہ بھی مسلمان ہوگئے[1]

وعظ وپند، ارشاد وہدایت، اور تبلیغ ودعوت، کے علاوہ صحابہ کرام کے حسن اخلاق کی خاموش زبان نے بھی بعض قبائل کو اسلام کی طرف مائل کیا اور وہ لوگ بطیب خاطر مسلمان ہوئے، ایک غزوہ مین صحابہ کرام پیاس سے بیتاب ہوکر پانی کی تلاش مین نکلے توحسن اتفاق سے

[1] یہ مختصر فہرست اسد الغابہ اور فتوح البلدان سے تیار کی گئی ہے، ابو داؤد وکتاب الخراج مین بھی ان بزرگون کے نام ملتے ہین، اگر رجال کی کتابون کا استقصار کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہوسکتی ہے،

ایک عورت مل گئی جس کے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا صحابہؓ اس کو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لائے
اور آپ کی اجازت سے پانی کو استعمال کیا اگرچہ آپ نے اوسی وقت اوس کو پانی کا معاوضہ دلوادیا
تاہم صحابہ کرام پر اوس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اس عورت کے گائون کے آس پاس حملہ کرتے
تھے تو خاص اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے، اوس پر اس منت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اوس نے
اپنے تمام خاندان کو قبول اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے[1]،

صحابہ کرام کے یہ وہ مساعی جمیلہ تھے جن کے اثر سے متعدد قبائل نے اسلام قبول کیا لیکن
ان قبائل کے علاوہ اور بھی متفرق لوگ ہین جو صحابہ کرام کے ذریعہ سے اسلام لائے، حضرت
ام حکیم بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی، وہ خود فتح مکہ کے دن اسلام
لائین، لیکن اون کے شوہر بھاگ کر یمن مین چلے آئے، حضرت ام حکیمؓ نے یمن کا سفر کیا اور اون کو
دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ اون کو دیکھکر
خوشی سے اوچھل پڑے بدن پر چادر تک نہ تھی لیکن اون سے اسی حالت مین بیعت لی[1]،

حضرت ابو طلحہؓ نے حالت کفر مین حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا، لیکن اونھون نے کہا کہ
تم کافر ہو اور مین مسلمان ہون نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہوگا اسکے
سوا تم سے کچھ نہ مانگون گی" چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی اونکا مہر قرار پایا[2]،

حضرت جبار سلمیؓ نے حالت کفر مین شہداء بیر معونہ مین سے ایک قاری کو نیزہ مارا تو اونھون نے
زخم کھانے کیساتھ ہی نہایت موثر لہجے مین کہا

---

[1] بخاری کتاب الغسل باب الصعید الطیب وضوء المسلم [2] موطائے امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ،
[3] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت زید بن سہل بن اسودؓ،

فزت واللہ　　　　خدا کی قسم مین کامیاب ہوا،

حضرت جبارؓ کو تعجب ہوا کہ بینے تو ان کو قتل کر دیا آخر اون کو کامیابی کیونکر ہوئی؟ بعد کو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام شہادت ہی کو اپنی کامیابی سمجھتے تھے، چنانچہ اسی اثر سے اونھون نے اسلام قبول کر لیا[1]

حضرت ابوہریرہؓ اگرچہ خود مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے لیکن اون کی مان کافرہ تھین اسلئے اون کو برابر دعوت اسلام دیتے رہتے تھے، ایک روز اون کو اسلام کی ترغیب دی تو اونھون نے رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہا ان کو یہ کیونکر گوارا ہو سکتا تھا روتے ہوئے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ میری مان کے لئے دعائے ہدایت فرمائیے، آپ نے دعا فرمائی کہ خداوندا ابوہریرہ کی مان کو ہدایت دے، پلٹے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور پانی گرنے کی آواز آرہی ہے، اون کی مان نے پاؤن کی آہٹ پائی تو کہا" ابوہریرہ! آگے نہ بڑھو" نہا دھو کر فوراً کپڑے پہنکر دروازہ کھولا اور کلمۂ توحید پڑھا، حضرت ابوہریرہؓ کو اسقدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے مارے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی،[2]

وفد بنو تمیم آیا تو رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ تمھارے آنے کا کیا مقصد ہے؟ سب نے جواب دیا کہ "ہم اپنے شاعر اور اپنے خطیب کو لائے ہین کہ آپ سے مفاخرت کرین، ارشاد ہوا کہ "ہم نہ شاعری کے لئے مبعوث ہوئے نہ ہم کو خدا نے مفاخرت کا حکم دیا تاہم آؤ اور مفاخرت کرو" اقرع بن حابس ساتھ تھے اونھون نے ایک جوان کی طرف اشارہ کیا اوس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور اپنی قوم کے تمام مفاخر گنائے، حضرت ثابت بن قیسؓ آپ کے خطیب تھے آپ نے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت جبار بن سلمیٰ، [2] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابوہریرہ الدوسیؓ،

ان کو مقابلے کے لیئے کھڑا کیا تو اونھون نے اس کا جواب دیا اوس کے بعد زبرقان بن بدر کے حکم سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مدح مین چند اشعار سنائے آپنے حضرت حسان بن ثابت رضؓ کو جواب دینے کا حکم دیا اور اونھون نے ایک قصیدے مین انصار کے اسلامی کارنامے گنائے، ابھی قصیدہ ختم نہین ہوا تھا کہ اقرع نے کہا "یا رسول اللہ میرا مقصد ان سب سے الگ ہی، یہ دو شعر سن لیجیے"، اوس نے شعر پڑھے تو آپکے حکم سے حضرت حسان رضؓ نے اسکی تردید کی یہ کل دو شعر تھے جس کا آخری مصرع یہ تھا،

لنا خول من بین ظیر وخادم — تھارا قبیلہ ہمارا نوکر تھا، عورتین دایہ اور مرد خادم تھے،

آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ "اے بنو دارم کے بھائی (اقرع کا قبیلہ تھا) جبکہ تمام لوگ اس کو بھول گئے تھے مجھکو اس کی یاد تازہ کرانے کی ضرورت نہ تھی، ان لوگون پر اس کا سخت اثر ہوا اس جملہ معترضہ کے بعد حضرت حسان بن ثابت رضؓ نے پھر اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا آخر کار اقرع بول اوٹھا کہ "خدا جانے کیا بات ہی کہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ثابت ہوا" یہ کہکر آپ کے قریب آیا اور کلمۂ توحید پڑھکر مسلمان ہو گیا،[1]

خلفاء راشدین کے زمانے مین اور بھی کثرت سے اسلام پھیلا حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد خلافت مین مثنی بن حارثہ شیبانی ایک نہایت مشہور اور بہادر شخص تھا جو خود بہ خود مسلمان ہو گیا اور اوس کے ساتھ اوس کی قوم کے بہت سے لوگ بھی اسلام لائے وہ پہلے عراق مین غارتگری کیا کرتا تھا اب وہ خود حضرت ابوبکر رضؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور درخواست کی کہ میری قوم کے

---

[1] اسد الغابۃ تذکرۂ حضرت اقرع بن حابس رضؓ،

جو لوگ مسلمان ہو گئے ہین مجھکو ان کا امیر العسکر مقرر فرما دیجئے ان کے ذریعہ سے ہین ایرانیون پر
حملہ کرون گا حضرت ابوبکرؓ نے اوس کو ایک اجازت نامہ لکھدیا وہ وہان سے چل کر مقام خفان
مین آیا اور بقیہ قوم کو دعوت اسلام دی اور تمام لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے[1]،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین فتوحات کے ساتھ ساتھ اور بھی وسعت سے اسلام کی اشاعت
ہوئی، جب جنگ قادسیہ مین رستم مارا گیا تو اوس کے ساتھ دیلم کی جو چار ہزار منتخب فوج تھی
اور خسرو پرویز کی باڈی گارڈ ہونے کی وجہ سے جند شاہنشاہ کے لقب سے ممتاز تھی کل کی کل
مسلمان ہو گئی اور مسلمان ہونے کے بعد مداین اور جلولار کے معرکہ مین نمایان حصہ لیا[2]، قادسیہ
کی جنگ مین ضخم، مسلم، رافع، اور عشنق بھی اپنے تمام رفقاء کے ساتھ مسلمان ہوئے اور انہی کے مشورے
سے مسلمانون نے جنگی ہاتھیون پر قابو پایا[3]، اصفہان کے حملہ کے بعد جب جے فتح ہوا تو آس پاس
کے تمام روساء جو اپنے قلعون مین پناہ گزین تھے مسلمان ہو گئے[4]، قزوین پر حملہ ہوا تو دیلم کی جو قوم
وہان آباد تھی کل کی کل مسلمان ہو گئی[5]

سیاہ اسواری یزدگرد کے مقدمۃ الجیش کا ایک بڑا افسر تھا، یزدگرد جب اصفہان کو روانہ
ہوا تو سیاہ کو تین سو سوارون کے ساتھ جن مین ستر سردار تھے اصطخر کی طرف روانہ کیا اور حکم
دیا کہ ہر شہر سے اپنے ساتھ سپاہی انتخاب کرکے لیتا چلے وہ اصطخر پہونچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو
موسیٰ اشعریؓ نے سوس کا محاصرہ کیا ہے اسلئے یزدگرد نے سیاہ کو سوس بھیجدیا وہ جب فتح ہو گیا

[1] فتوح البلدان صفحہ ۲۵۰، [2] فتوح البلدان صفحہ ۲۶۹ طبری صفحہ ۲۲۷۱ مین ہے کہ ان مین کچھ لوگ جنگ سے پہلے اور کچھ جنگ کے
بعد مسلمان ہو کر شریک جنگ ہوئے اور اون کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا، اور دو دو ہزار کا وظیفہ مقرر ہوا، [3] طبری
صفحہ ۲۳۲، [4] فتوح البلدان صفحہ ۳۲۱ [5] فتوح البلدان صفحہ ۳۲۹،

توسیاہ نے تمام سرداروں کو جمع کرکے کہا کہ "ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ قوم اس سلطنت پر غالب ہوجائیگی اور اصطخر کے محل اون کے گھوڑون کے اصطبل بن جائیںگے، اب بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اون کے مذہب مین داخل ہوجائین" چنانچہ وہ سب کے سب چند شرائط پر مسلمان ہوگئے اور اون کے ساتھ سیابجہ، زط، اور اندغار نے بھی جو ہندوستانی قومین تھین اسلام قبول کرلیا،[1]

جلولا کی فتح کے بعد اوس اطراف کے تمام بڑے بڑے رؤسا مثلاً جمیل ابن بصبہری بسطام بن نرسی، رفیل، اور فیروز مسلمان ہوگئے،[2]

تستر کا محاصرہ ہوا تو ہرمزان نے اطاعت قبول کرلی اور حضرت ابوموسی اشعریؓ نے وسکو حضرت عمرؓ کی خدمت مین بھیجدیا اور وہ اون کی خدمت مین پہونچکر مسلمان ہوگیا تستر سے فارغ ہوکر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جندلیسابور کا رخ کیا تو وہان سے کچھ لوگ بھاگ کر کلبانیہ چلے گئے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ربیع بن زیاد کو اون کے تعاقب مین روانہ کیا اور اونھون نے جاکر کلبانیہ کو فتح کرلیا وہان کے اساورہ نے امان طلب کی اور امان حاصل ہونے کے بعد سب کے سب مسلمان ہوگئے،[3]

یہ وہ لوگ ہین جو جماعت کے ساتھ دایرہ اسلام مین داخل ہوئے لیکن ان کے علاوہ تاریخون مین اور بھی بہت سے نومسلمون کے نام ملتے ہین جو متفرق طور پر اسلام لائے فتوح البلدان مین ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ "مین مسلمان ہوگیا ہون

[1] فتوح البلدان صفحہ ۳۸۲، [2] فتوح البلدان صفحہ ۲۷۴، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۸۹،

میرا خراج معاف کردیجیے[1]،

تستر کی جنگ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس ایک عجمی نے آکر امان طلب کی اور مسلمان ہوگیا[2]،

روزبہ بن بزرجمہر بن ساسان ایرانی فوج کا ایک افسر تھا جو رومیوں سے مل گیا تھا لیکن اوسکو رومیوں پر اعتماد نہیں تھا، بالآخر حضرت سعد بن مالکؓ نے اوس کو ایک خط کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا جس میں اوس کے حالات سے اطلاع دی وہ دربار خلافت میں پہونچکر مسلمان ہوگیا، اور حضرت عمرؓ نے اوس کا وظیفہ مقرر کردیا[3]،

دمشق فتح ہوا تو وہاں کا پادری جس کا نام ارکون تھا حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا[4]،

حضرت کعب احبار سفر بیت المقدس میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے[5]،

شریح بن ہانی شیبانی ایک شخص تھا جس کی بی بی حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائی اور حضرت عمرؓ نے ان دونوں میں تفریق کرادی[6]،

مصر اور افریقہ میں بھی بکثرت اسلام پھیلا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر کے بعض قصبات کے لوگوں کو لونڈی غلام بناکر عرب میں بھیجا اور وہ فروخت ہوکر عرب میں پھیل گئے، تو حضرت عمرؓ نے اون کو ہر جگہ سے بلاکر مصر بھیجدیا اور لکھا کہ ان کو اختیار ہے خواہ اسلام لائیں خواہ اپنے مذہب پر قایم رہیں،

[1] فتوح البلدان صفحہ ۲۷۷، [2] فتوح البلدان صفحہ ۳۰۰، [3] طبری صفحہ ۲۴۹۴، [4] معجم البلدان ذکر قنطرۃ سنان، [5] وفاء الوفاء صفحہ ۲۰۹، [6] وفاء الوفاء صفحہ ۱۲۱۴

چنانچہ اون مین بلہیب کے رہنے والے کل کے کل مسلمان ہوگئے[1]، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قیدیون نے اسلام قبول کیا، تاریخ طبری مین ہی کہ جب تمام قیدی اکھٹا کیے گئے تو عیسائیون کے سامنے ایک ایک قیدی کو لایا گیا اور اوس کو عیسائیت پر قایم رہنے یا اسلام قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، جب کوئی قیدی اسلام قبول کرتا تھا تو مسلمان اِس زور سے تکبیر کا نعرہ مارتے تھے کہ کسی شہر کے فتح پر بھی تکبیر کی صدا مین یہ غلغلہ انگیزی نہین پائی جاتی تھی لیکن اگر وہ عیسائیت پر قایم رہتا تھا تو مسلمانون کو اسقدر صدمہ ہوتا تھا کہ گویا کوئی آدمی خود اون کی جماعت سے نکل گیا ہی، بعض واقعات نے اسلام اور عیسائیت کی اس کشمکش کو نہایت دلچسپ بنا دیا تھا، ابو مریم ایک عیسائی تھا جس کے سامنے یہ دونون مذہب پیش کیے گئے، توفیق ایزدی نے اعانت کی اور اوس نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانون نے فوراً اوسکو اپنی جماعت مین شامل کر لیا، لیکن ابو مریم کے باپ، ماں، اور بھائی بھی موجود تھے، اونھون نے اوس کو اپنی طرف کھینچا اور باہم اسقدر کشمکش ہوئی کہ اوس کے کپڑے پرزے پرزے ہوگئے[2]،

دمیاط کی فتح کے بعد جب اِسلامی فوجین آگے بڑھین تو بقارہ اور وردادہ سے لیکر عسقلان تک ہر جگہ اِسلام پھیل گیا[3]،

شطا مصر کا ایک مشہور شہر ہے وہان کا رئیس پہلے ہی سے مسلمانون کی طرف مائل تھا جب اسلامی فوجین دمیاط مین پہونچین تو دو ہزار آدمیون کے ساتھ نکل کر مسلمانون سے جا ملا اور مسلمان ہوگیا[4]،

---

[1] مقریزی صفحہ ۱۶۶ جلد اول، [2] طبری صفحہ ۲۵۰۳، [3] مقریزی صفحہ ۱۸۴، [4] مقریزی جلد ا صفحہ ۲۲۶،

ان نومسلمون کی اسقدر کثرت ہوئی کہ وہ الگ الگ محلون مین آباد کرائے گئے، چنانچہ فسطاط مین تین محلے قایم کئے گئے جن مین دو محلے یونانی نومسلمون کے اور ایک یہودی نومسلمون کا تھا اور اون کا خاندان اس قدر وسیع تھا کہ ایک ایک معرکہ مین اون کے ہزار ہزار آدمی شریک ہوتے تھے[1]،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین بھی بہت کچھ اسلام کی اشاعت ہوئی ان کے زمانے مین جب آذربائیجان والون نے بغاوت کی اور اشعث بن قیس نے اوس کو فتح کر کے اون کے ساتھ معاہدہ صلح کیا تو وہان بہت سے عرب آباد کرا دئیے کہ لوگون کو اسلام کی دعوت دین، ان لوگون کی ہدایت و ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ اشعث بن قیس دوبارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے آذربائیجان کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو اون مین اکثر لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھ چکے تھے[2]،

ایک بار بہت سی رومی لونڈیان گرفتار ہو کر آئین تو حضرت عثمانؓ نے ان کو دعوت اسلام دی اور اون مین سے دو اسلام لائین[3]،

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت مین بھی بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے چنانچہ جب اونھون نے افریقہ کو فوج روانہ کی تو نافع بن قیس قریشی نے جو برقہ اور زویلہ کے گورنر تھے اس مین اون بربرہ کو بھی داخل کیا جو اسلام لا چکے تھے، اس فوج گران کے ساتھ جب نافع نے افریقہ کے شہرون پر حملہ کیا تو اور بھی بہت سے بربر اسلام لائے معجم البلدان مین ہے،

واسلم علی یدہ خلق من البربر وفشا فیھم — ان کے ہاتھ پر بہت سے بربر اسلام لائے اور اونھین خدا کا دین

---

[1] مقریزی جلد اول صفحہ ۲۹۸، [2] فتوح البلدان صفحہ ۳۳۳، [3] ادب المفرد باب خفض المرأۃ،

ودين الله حتى اتصل ببلاد السودان[1]، پھیل گیا یہان تک کہ سوڈان تک پہونچ گیا

غیر قومون کے علاوہ عرب نے ابتدا ہی سے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ اسلام قبول کرنا شروع کیا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق پر حملہ کیا تو ربیعہ وغیرہ کے جو قبائل وہان آباد تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے[2]،

حضرت عمرؓ کے زمانے مین جب حضرت ابوعبیدہؓ نے قنسرین پر حملہ کیا تو قبیلہ تنوخ کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے، جو لوگ عیسائیت پر قایم رہے اون مین بھی ایک جماعت نے خلیفہ مہدی کے زمانے مین اسلام قبول کر لیا، قبیلہ طے کے جو لوگ یہان آباد تھے اونمین بھی بہت سے لوگ اسلام لائے جن لوگون نے جزیہ پر مصالحت کر لی تھی وہ بھی کچھ دنون کے بعد دایرۂ اسلام مین شامل ہو گئے، حلب کے آس پاس جو عرب آباد ہو گئے تھے اسی سلسلہ مین اونھون نے پہلے تو جزیہ پر مصالحت کر لی پھر بعد کو اسلام قبول کر لیا[3]، اسی طرح جب مسلمان شام مین آئے تو بہت سے شامی عرب مسلمان ہو گئے[4]،

تکریت پر حملہ ہوا تو تغلب، ایاد، نمر وغیرہ کے جو قبائل وہان آباد تھے سب کے سب اسلام لائے اور مسلمانون نے اونہی کی جاسوسی سے تکریت کو فتح کیا[5]،

ابتدا اسلام سے خلفاء کے زمانے تک جن قومون اور جن ملکون مین اسلام پھیلا یہ اوسکی نہایت سادہ تاریخ ہو اب تاریخی حیثیت سے صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہو کہ صحابہ کرام کے عہد مین اسلام کیونکر پھیلا؟ یورپ کے نزدیک اس سوال کا جواب ہمیشہ تلوار کی زبان نے دیا ہو، لیکن

---

[1] معجم البلدان ذکر قیروان، [2] طبری صفحہ ۲۱۲۲، [3] فتوح البلدان صفحہ ۱۵۲، [4] فتوح البلدان صفحہ ۱۱۵، [5] طبری صفحہ ۲۴۷۵،

ہم نے جو واقعات جمع کر دیئے ہین اون مین ایک واقعہ بھی ایسا نہین جس سے جبری اسلام کی شہادت مہیا کی جا سکی، عہدِ نبوت مین صحابہ کرام کے مساعی جمیلہ سے اسلام کی جو کچھ اشاعت ہوئی وہ محفلون کے وعظ و پند، ہدایت و ارشاد، فضایلِ اخلاق، اور ذاتی رسوخ و اقتدار کے بدولت ہوئی عہدِ خلافت مین بے شبہہ فتوحات کے ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام نے بھی وسعت و عمومیّت حاصل کی لیکن اِس زمانے مین بھی کسی سے تلوار کی زبان سے کلمہ نہین پڑھوایا گیا،

(۱) بلکہ جیسا کہ لوگون نے تو صرف صحابہؓ کے فضائل اخلاق کی بنا پر اسلام قبول کیا چنانچہ جنگ قادسیہ مین ایک ایرانی گرفتار ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا، اوس کو مسلمانون کی وفاداری، راستبازی، اور ہمدردی کا منظر نظر آیا تو بےساختہ کہنے لگا کہ جب تک تم مین یہ اوصاف موجود ہین تم شکست نہین کھا سکتے اب مجھے ایرانیون سے کچھ مطلب نہین[1]،

شطا جو مصر کا ایک بہت بڑا رئیس تھا مسلمانون کی اخلاقی حالت کا چرچا سنکر گرویدہ اسلام ہو گیا، اور دو ہزار آدمیون کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تاریخ مقریزی مین ہے،

شطا دو ہزار آدمیون کے ساتھ نکلا اور مسلمانون کی جماعت مین شامل ہو گیا وہ پہلے نیکی کو دوست رکھتا تھا اور مسلمانون کے محاسن اخلاق کو سنکر اون کی طرف مائل تھا،	فخرج شطا فی الفین من اصحابه و الحق بالمسلمین وقد کان قبل ذلک یحب الخیر و یمیل الی ما یسمعه من سیرة اهل الاسلام

صحابہؓ کے محاسن اخلاق مین مساوات ایک ایسا وصف تھا جو خود قلوب کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، بالخصوص جب مسلمانون کی مساویانہ طرزِ معاشرت کا ایرانیون کی ناہموار طرزِ معاشرت سے

[1] طبری صفحہ ۲۲۶۴،

مقابلہ ہوتا تھا تو یہ وصف خصوصیت کے ساتھ نمایان ہوجاتا تھا اور حق پسند لوگ خوامخواہ بندون کی غلامی سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک بار زہرہ نے رستم سے دوران گفتگو مین اسلام کے جو محاسن بتائے اون مین ایک یہ تھا

اخراج العباد من عبادۃ العباد — بندون کو بندون کی غلامی سے نکالکر خدا کی غلامی مین

الی عبادۃ اللہ تعالی، — داخل کرنا اسلام کا اصلی مقصد ہے،

رستم نے یہ سنکر کہا لیکن ایرانیون نے تو اردشیر کے زمانے سے طبقۂ سافلہ کے پیشے متعین کر دیئے ہین اور کہتے ہین کہ اگر وہ اس دائرے سے نکلے تو شرفا کے حریف بن جائینگے، رفیل ایک شخص ابتدا ہی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا اوس پر اس کا یہ اثر ہوا کہ رستم چلا گیا تو اوس نے فوراً اسلام قبول کر لیا،[1]

(۲) بہت سے لوگ دعوت و تبلیغ سے اسلام لائے مثلاً مثنی بن حارثہ شیبانی کی کل قوم اس کی دعوت سے اسلام لائی، ایک بار بہت سی رومی لونڈیاں آئین حضرت عثمانؓ نے اون کو دعوت اسلام دی اور اون مین سے دو مسلمان ہوگئین، قنسرین اور حلب پر حملہ ہوا تو وہان کے عرب قبایل حضرت ابو عبیدہؓ کی دعوت سے اسلام لائے،

جب اشعث بن قیس نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین آذربائیجان کو فتح کیا تو وہان اہل عرب کی ایک جماعت مقرر کر دی کہ لوگون کو اسلام کی دعوت دین چنانچہ اس مقدس جماعت کے اثر سے چند ہی دنون مین بہت سے لوگ مسلمان ہوکر قرآن مجید کی

---

[1] طبری

تعلیم سے بہرہ اندوز ہوگئے،

(۳) بہت سے لوگون نے بطوع و رضا خود اسلام قبول کیا چنانچہ جنگ اسکندریہ کے بعد جب اسیران جنگ کو اختیار دیا گیا کہ وہ خواہ اسلام قبول کرین خواہ اپنے مذہب پر قایم رہین تو ان مین بہت سے قیدیون نے خود بخود اسلام قبول کر لیا،

(۴) بعض لوگ بے شبہہ مغلوب ہو کر اسلام لائے لیکن ان کو اسلام لانے پر مجبور نہین کیا گیا بلکہ اون کو خود نظر آیا کہ اب اون کی بھلائی اسی مین ہو کہ اسلام کے دائرے مین داخل ہو جائین چنانچہ جنگ قادسیہ مین رستم کے قتل کے بعد یزدگرد کی باڈی گارڈ فوج نے کہا کہ ہماری حالت ایرانیون سے مختلف ہے، اب ہمارا کوئی ٹھکانا نہین ہم نے ایرانیون کے لئے کوئی نمایان کام نہین کیا اسلیئے بہتر یہی ہو کہ ہم مسلمانون کے دین مین داخل ہو کر اون کے ذریعہ سے عزت حاصل کرین[1]، سیاہ اسواری نے اپنے رفقاء کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو کہا کہ ہم لوگ پہلے ہی سے کہتے تھے کہ یہ لوگ (مسلمان) اس سلطنت پر غالب ہو جائینگے اور اصطخر کے محل اون کے گھوڑون کے اصطبل بن جائینگے، اب تم اون کا غلبہ علانیہ دیکھ رہے ہو، سوچو، اور اون کے دین مین داخل ہو جاؤ،

توسیع اسلام کا تکفل | اسلام کی ابتدا نہایت غربت کے ساتھ ہوئی اس کے ساتھ وہ ابتدا مین اسقدر مبغوض تھا کہ جو شخص اس کو قبول کرتا تھا اوس کو مجبوراً اپنے گھربار، اہل وعیال، اور دولت ومال سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ اسلام کے دائرہ مین داخل

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۲۸۹،

ہوتے تھے اسلام ہی کو اون کے سد رمق کا متکفل ہونا پڑتا تھا، اس بناپر آنحضرت صلعم نے حضرت بلالؓ کو اِس خاص خدمت پر امور کر دیا تھا کہ جو محتاج مسلمان آئین قرض لیکر اونکے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دین اِس کے بعد جب کہین سے مال آتا تو وہ قرض ادا کر دیا جاتا[1]، لیکن صحابہؓ کی ذاتی فیاضیان بھی بہت کچھ اس کار خیر مین حصہ لیتی تھین، بالخصوص حضرت ابوبکرؓ کو اکثر اسکی توفیق ہوتی تھی اون کو تجارتی کاروبار نے نہایت دولتمند بنا دیا تھا اور اونکی دولت کا بڑا حصہ مسلمانون کی دستگیری اور اعانت مین صرف ہوتا تھا، اصابہ مین ہی،

وعند ہ اسلم اربعون الفا فکان یعتق منھا و یعول المسلمین، — اون کے پاس چالیس ہزار ... تھے جن سے وہ غلامونکو آزاد کراتے تھے اور مسلمانون کا تکفل فرماتے تھے،

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایک نہایت دولتمند اور فیاض صحابیہ تھین اسلئے اون کا گھر گویا مسلمانون کا مہمان خانہ بن گیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو اون کے یہان صرف اِس بناپر عدت بسر کرنے کی اجازت نہین دی کہ اون کے گھر مین مہمانون کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہین ہوسکتا تھا[2]، حضرت درہ بنت لہبؓ بھی نہایت فیاض تھین اور مسلمانون کو کھانا کھلایا کرتی تھین[3] کبھی کبھی خود رسول اللہ صلعم صحابہ کرام کو نومسلمون کی اعانت کی طرف متوجہ فرماتے اور صحابہ بخوشی اون کا تکفل فرماتے، ایک بار قبیلہ بنو عذرہ کے تین شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا آپ نے فرمایا ان کا بار کون اوٹھائیگا حضرت طلحہؓ نے کہا مین[4]،

[1] ابوداود کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین، [2] صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا و کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب فی خروج الدجال، [3] اصابہ تذکرہ درۃ، [4] مسند جلد اصفحہ ۱۶۳،

مہاجرین مین جو لوگ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے آنحضرت صلعم اون کو صحابہ
کے حوالے کر دیتے تھے اور صحابہ اون کو تعلیم دیتے تھے اور اون کی معاش کے متکفل ہوتے تھے
چنانچہ تعلیم قرآن کے عنوان مین اس کی مثالین آئینگی،



اقامت دین

رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین عقائد و اعمال کی جو سطح قایم ہوچکی تھی، صحابہ کرام نے نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ اوسکو قایم رکھا،

عقاید، رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد جب عرب مین ارتداد کی عام ہوا چل گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اوس کے دفعیہ کے لیئے اپنی پوری طاقت صرف کردی، اور اون کے مساعی جمیلہ نے جو نیک نتائج پیدا کیئے تاریخ مین اون کی تفصیل پڑہکر اعتراف کرنا پڑتا ہے، کہ کہ اون کے عہد مین اسلام مرکے دوبارہ زندہ ہوا اور کلمۂ توحید کی صدا خاموش ہوکر دوبارہ غلغلہ انداز عالم ہوئی،

حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اللہ تعالی نے اور بہی متعدد صحابہ کو اس نیک خدمت کے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، اور اونھون نے بہت سے لوگون کو قعر ضلالت مین گرنے سے بچایا، چنانچہ جب تمام ملک عرب کے اس عالمگیر ارتداد کی خبرون سے گونج اوٹھا تو حضرت سہیل بن عمروؓ کو خوف ہوا کہ کہین خود قریش بہی اس وبا مین مبتلا نہو جائین، اسلیئے اونھون نے خصوصیت کے ساتھ قریش کی طرف خطاب کرکے ایک طویل خطبہ دیا جسکے چند فقرے یہ ہین،

یامعشر قریش لاتکونوا اخر من اسلم	اے گروہ قریش یہ نہو کہ تم سب کے اخیر مین تو اسلام
واول من ارتد واللہ ان ھذا	لائے اور سب سے پہلے مرتد ہوجاؤ، خدا کی قسم یہ دین
الدین لیمتدن امتداد الشمس و	وہان تک پھیلے گا جہان تک چاند اور سورج
القمر من طلوعہما الی غروبہما،	کے طلوع وغروب کی حد ہی،

اس خطبے کا یہ اثر ہوا کہ تمام قبیلہ قریش اسلام پر قایم رہا،[1]

حضرت ثمامہ بن آثال رض یمامہ کے رئیس تھے، آپ کے وصال کے بعد اگرچہ تمام یمامہ مرتد ہوگیا، لیکن اون کے زیر اثر جو لوگ تھے وہ عقیدۂ توحید پر قایم رہے اور وہ تمام اہل یمامہ کو مسیلمہ کی تقلید سے روکتے رہے، لیکن جب اون کے ارشاد وہدایت کا اون پر اثر نہوا تو اون سے الگ ہوکر ہجرت کا عزم کرلیا،[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے بھی بہت سے لوگون کو اس گمراہی سے نجات دلائی، چنانچہ ایک بار وہ بنو حنیفہ کی مسجد سے گذرے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ مسیلمہ کے پیرو ہین، سب کو طلب کیا اور اون سے توبہ کروائی، ابن النواحہ نے انکار کیا تو سر بازار اوس کی گردن اوڑادی، اور فرمایا جو شخص اس عبرت انگیز منظر کو دیکھنا چاہے وہ بازار مین جاکر دیکھ سکتا ہی،[3]

نماز، خلفا نے نماز کی تمام جزئیات وخصوصیات کے قایم رکھنے کے لئے جو انتظامات کئے اون کی تفصیل حسب ذیل ہی،

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمرو رض، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ثمامہ بن آثال رض، [3] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرسل،

۱ حضرت عمرؓ نے تمام عمال کے نام ایک فرمان لکھا جس مین نماز کے اوقات کی تفصیل فرمائی اور اون کی پابندی کی طرف توجہ دلائی، اس فرمان کے ابتدائی الفاظ یہ ہین،

ان اھم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن	میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ اہم کام نماز ہو
حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ	جس شخص نے اوسکی محافظت کی اوس نے اپنے
ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع	دین کی محافظت کی اور جس شخص نے اوس کو ضایع
	کر دیا وہ اوسکے سوا اور چیزون کو بھی ضایع کریگا،

اخیر مین نماز عشا کا وقت لکھا تو اوس کے ساتھ یہ فقرے لکھے،

فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت	جو شخص بغیر نماز عشا پڑھے ہوئے سو گیا تو اوس کی
عینہ فمن نام فلا نامت عینہ[1]	آنکھ نہ سوے، نہ سوے، نہ سوے،

۲ جمعہ کے غسل کے متعلق اختلاف ہے کہ واجب ہو یا سنت، بہرحال جو کچھ بھی ہو لیکن حضرت عمرؓ نہایت شدت سے لوگون کو اوسکی پابندی پر مجبور کرتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ دیر کرکے آئے اور شریک جمعہ ہوئے، حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے، فرمایا یہ کونسا وقت ہو؟ بولے "ابھی بازار سے پلٹا تھا کہ اذان سُنی اور وضو کرکے حاضر ہوگیا"، بولے "صرف وضو، رسول اللہ صلعم تو غسل کا حکم بھی دیتے تھے"[2]،

۳ حضرت عمرؓ جماعت کی پابندی کا نہایت خیال رکھتے تھے، ایک دن

---

[1] موطاے امام مالک کتاب وقوت الصلوۃ، [2] موطاے امام مالک کتاب الصلوۃ باب العمل فی غسل یوم الجمعہ،

سلیمان بن ابی خثیمہؓ کو صبح کی جماعت مین نہین دیکھا، تو اون کے گھر گئے اور پوچھا کہ مین نے اون کو نماز صبح مین نہین پایا؟ معلوم ہوا کہ وہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے سو گئے، اور صبح کو آنکھ نہ کھلی، بولے "مین شہادت دیتا ہون کہ جماعت کے ساتھ فجر کی نماز رات بھر کی نماز سے زیادہ مجھے محبوب[1] ہے"

حضرت سعید بن یربوعؓ ایک صحابی تھے، جن کی آنکھین جاتی رہی تھین، حضرت عمرؓ نے اون کے لئے ایک غلام مقرر کر دیا تھا، کہ اون کو مسجد مین لاکر باجماعت نماز پڑھایا کرے،

۴ جن اوقات مین نماز ممنوع ہے اون مین اگر کوئی نماز پڑھتا تھا تو اوس کو سزا دیتے تھے[2]

۵ حضرت عمرؓ صف کی ہمواری کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ خاص اس غرض کیلئے متعدد اشخاص مقرر کر دیئے تھے، جن کا کام صرف صف کو سیدھا کرنا تھا[3]،

حضرت عثمانؓ کے عہد مین بھی اس قسم کے اشخاص مقرر[4] تھے،

۶ نماز مفروضہ کی امامت اگرچہ خود خلفاء کرتے تھے، لیکن تراویح کی امامت کے لئے حضرت عمرؓ نے دو مستقل امام مقرر فرمادیئے تھے، جو لوگون کو باجماعت تراویح پڑھاتے تھے عورتون کی تراویح کے لئے ایک مستقل امام مقرر فرمایا تھا، جن کا نام سلیمان بن ابی خثیمہؓ تھا لیکن حضرت عثمانؓ نے مردون اور عورتون کی ایک مشترک جماعت قایم کی، اور حضرت سلیمان بن ابی خثیمہؓ کو دونون کا امام مقرر فرمایا البتہ یہ انتظام تھا کہ جماعت ہو جانے کے بعد

[1] موطاے امام مالک کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی العتمۃ والصبح، [2] موطاے امام مالک کتاب الصلوۃ باب النہی عن الصلوۃ بعد الصبح والعصر، [3] طبری صفحہ ۲۷۲۳، [4] موطاے امام مالک کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی تسویۃ الصفوف،

جب مرد مسجد سے نکل جاتے تھے تو عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی،[1]

زکوۃ، اسلام کے ارکان خمسہ مین زکوۃ ایک نہایت ضروری رکن ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین ارتداد کی وبا عام پھیلی، تو متعدد قبائل نے زکوۃ دینا موقوف کر دیا، اس موقع پر اگر اونھون نے اس ستون کو نہ تھاما ہوتا تو اسلام کا یہ رکن اعظم قایم نہ رہتا، لیکن اونھون نے ان لوگون کے ساتھ جہاد کی تیاریان شروع کر دین، اگرچہ حضرت عمرؓ نے اول اول اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ کلمہ گویون سے کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہے؟ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،

واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ	خدا کی قسم جو لوگ نماز اور زکوۃ مین تفریق کرین گے
والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ	مین اون سے جہاد کرون گا، کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے
لومنعونی عقالا کانوا یؤدونہ الی	اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلعم کو دیتے تھے
رسول اللہ صلعم لقاتلتھم علی منعہ	روک رکھین گے تو مین اوسکے روکنے پر ان سے جہاد کرونگا

بالآخر حضرت عمرؓ کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اونھون نے جو کچھ کیا حق تھا،[2]

حج، خلفاء راشدین نے حج اور مناسک حج کو نہایت مستعدی کے ساتھ قایم رکھا، بیت الحرام اگرچہ خود مکہ مین تھا لیکن خود اہل مکہ مین حج کا وہ ذوق وشوق نہین پایا جاتا تھا جس کے نشہ مین باہر والے مدہوشانہ آتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو اہل مکہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا اے اہل مکہ

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ سلیمان بن ابی خیثمہ [2] ابوداود و بخاری کتاب الزکوۃ،

یہ کیا ہے؟ کہ لوگ پراگندہ مو آتے ہین، اور تمھارے سر مین تیل پڑا ہوا ہے، جب پہلی کا چاند دیکھو تو فوراً احرام باندھ لو[1]"

جب حج کا زمانہ آتا تو خود قافلہ سالار ہوتے اور تمام لوگون کو مناسک حج کی تعلیم فرماتے موطائے امام مالک مین ہے،

ان عمر بن الخطاب خطب لناس	حضرت عمر بن الخطابؓ نے عرفہ مین خطبہ دیا اور لوگون کو
بعرفة وعلمھم امر الحج[2]	مسایل حج کی تعلیم دی،

حج کے زمانے مین بہت سے لوگون کو اس خدمت پر مامور فرما دیتے تھے، کہ حاجیون کو مقام منا مین عقبہ کے پار پہنچا آئین[3]، کیونکہ عقبہ کے اسی طرف ٹھہر جانا مناسک حج مین محسوب نہ تھا،

جو لوگ احکام حج کی خلاف ورزی کرتے، اون پر عموماً گرفت فرماتے، ایک بار حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے حالت احرام مین رنگین کپڑے پہنے تھے، حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو فرمایا، "آپ لوگ دنیا کے لئے نمونہ و مثال ہین، اگر کوئی جاہل اس کپڑے کو دیکھے گا تو کہے گا کہ حالت احرام مین طلحہ بن عبید اللہ تو رنگین کپڑے پہنتے تھے اسلئے اس قسم کا کوئی کپڑا ہرگز نہ پہنو[4]"

ایک بار ایک شخص طواف رخصت کئے بغیر چلا گیا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اوس کو خود پکڑ کر واپس لائے[5]،

---

[1] موطا کتاب الحج باب اہلال اہل مکہ ومن بہا من غیرہم، [2] موطائے امام مالک کتاب الحج باب الافاضۃ، [3] موطائے امام محمد کتاب الحج باب البیوتۃ بمکۃ لیالی منی، [4] موطائے امام مالک کتاب الحج باب لبس الثیاب المصبغۃ فی الاحرام، [5] موطائے امام مالک کتاب الحج باب وداع البیت،

روزہ، روزہ ایک نہایت خشک اور بے آب و رنگ عبادت ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے اوس کو نہایت شاندار اور بارونق بنا دیا، تراویح کا خاص اہتمام کیا، اور اوس کو باجماعت کر دیا، مسجدون مین روشنی کروائی اور روزہ دارون کے روزینے مقرر کئے، جس کی مقدار ایک درہم روزانہ تھی، حضرت عثمانؓ نے ترقی دیکر اس مقدار کو دوگنا کر دیا، آج رمضان مین جو رونق و شان نظر آتی ہے وہ صحابہ کرام ہی کے فیض و برکت کا نتیجہ ہے،[1]

تحریم مدینہ، رسول اللہ صلعم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا، یعنے حدود مدینہ کے اندر کے جانور، درخت اور گھاس بالکل محفوظ تھے اور اون کو کوئی شخص ہاتھ نہین لگا سکتا تھا، صحابہ کرام اگرچہ بذات خود اوس کی حرمت کا لحاظ رکھتے تھے، تاہم حضرت عمرؓ نے اوسکی نگرانی کے لئے ایک خاص عامل مقرر کر دیا تھا، تاکہ ملجا ایمان کا ادب و احترام ہمیشہ قایم رہے،

نکاح وطلاق، نکاح وطلاق کے تمام شرائط و احکام کو صحابہ کرام نے نہایت سختی کے ساتھ قایم رکھا اور اوس کی پابندی کرائی، ایام عدت مین نکاح حرام ہے، لیکن ایک عورت نے ایام عدت ہی مین نکاح کر لیا، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو میان بی بی دونون کو سزا دی،[2]

جو عورتین بیوہ ہو جائین اون کے لئے قبل انقضاے عدت گھر سے نکلنا ناجائز ہے،

---

[1] طبری صفحہ ۲۷۰۴، [2] موطا کتاب النکاح باب جامع مالا یجوز من النکاح،

حضرت عمرؓ اس سختی کے ساتھ اس حکم کی پابند کرداتے تھے کہ اس قسم کی عورتون کو حج کی بھی اجازت نہین[1] دیتے تھے،

نکاح متعہ اگرچہ خود رسول اللہ صلعم ہی کے زمانے مین حرام ہوچکا تھا تاہم حضرت عمرؓ کے عہد مین شدت کے ساتھ اوس کی روک ٹوک کی گئی، ایک بار اون کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے ایک لونڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے، گھبراکر اوٹھے اور چادر گھسیٹتے ہوئے پہنچے اور فرمایا کہ "یہ متعہ ہے، اگر مین نے پہلے سے اس کا اعلان کیا ہوتا تو اس شخص[2] کو سنگسار کرتا،

غرض احادیث کی کتابون مین عبادات ومعاملات کے سیکڑون احکام اس قسم کے موجود ہین، کہ اگر صحابہ کرام نے اون کے استحکام وبقا مین کچھ بھی مداہنت کی ہوتی تو تمام معالم دین مٹ گئے ہوتے، اور آج جو حالت قایم ہے وہ آج سے بہت پہلے قایم ہوچکی ہوتی،

جمع وترتیب قرآن، اسلام کا قیام وبقا تمامتر قرآن مجید کے قیام وبقا پر موقوف ہے، رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین جو آیتین نازل ہوتی تھین وہ اگرچہ الگ الگ سطرون مین لکھ لی جاتی تھین، لیکن قرآن مجید منتظم شکل مین مرتب نہین[3] ہوا تھا،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین جب غزوۂ یمامہ پیش آیا اور اوس مین بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے جمع وترتیب کی طرف خاص توجہ ہوئی اور اونھون نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر اسی طرح حفاظ قرآن لڑائیون مین

[1] موطا کتاب الطلاق باب مقام المتوفی عنہا زوجہا فی بیتہا حتی تحل، [2] موطا کتاب النکاح باب نکاح المتعہ، [3] فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۰ و ۱۲،

شہید ہوئے تو قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوجائیگا، اسلئے میری رائے ہے، کہ آپ جمع و ترتیب قرآن کا حکم صادر فرمائیے، لیکن چونکہ یہ ایک نئی بات تھی، یعنی رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین یہ کام نہین ہوا تھا، اس لئے اوّل اوّل حضرت ابوبکرؓ نے تامل کیا، لیکن بالآخر حضرت عمرؓ کے اصرار سے راضی ہوگئے، اور حضرت زید بن ثابتؓ کو جو رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک مین کاتب وحی تھے طلب فرمایا اور یہ خدمت اون سے متعلق کی، اوّل اوّل اونھون نے بھی اِس جدید کام کے شروع کرنے مین تامل کیا، لیکن بعد کو حضرت ابوبکرؓ کی طرح اللہ تعالیٰ نے اون کے دل کو بھی کھول دیا، اور اونھون نے اِس آفتاب ہدایت کے ذرہ ہاے پریشان کو جمع کرنا شروع کیا، فتح الباری مین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا حکم تھا کہ صرف وہ آیتین اور وہ سورتین جمع کی جائین، جو لکھی ہوئی ہین، یہی وجہ ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے سورۂ براۃ کی آخری آیتون کے لکھنے مین[1] تامل کیا، کیونکہ وہ لکھی ہوئی موجود نہ تھین، لیکن خود بخاری مین حضرت زید بن ثابتؓ کا قول موجود ہے،

فتتبعت القرآن اجمعه من العسب — مین نے قرآن مجید کی جستجو کی اور کھجور کی چھال وغیرہ

واللخاف وصدور الرجال، — اور صحابہ کرام کے سینون سے اوسکو جمع کیا،

بہرحال قرآن مجید کی جمع و ترتیب مین نہایت تثبت و احتیاط سے کام لیا گیا، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائین، اور جو لوگ قرآن مجید کی آیتون کو پیش کرین، وہ جب تک دو گواہ نہ لائین وہ قبول نہ کیجائین،[2]

---

[1] فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۰، [2] فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۲،

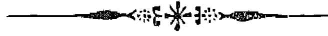
اِس پر نہایت شدت کے ساتھ عمل ہوا، چنانچہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین آیت رجم پیش کی، تو چونکہ اوس کا کوئی گواہ نہ تھا اونھون نے اوس کو نہین لکھا، اِس کے بخلاف حضرت خزیمہ انصاریؓ نے ایک آیت کا پتہ دیا تو چونکہ رسول اللہ صلعم نے ان کی شہادت کو دو شخصون کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا اسلیئے وہ قبول کرلی گئی، اس حزم و احتیاط کیساتھ تمام آیتین جمع ہوکر الگ الگ سورتون مین کاغذ پر لکھ لی گئین لیکن اس مجموعہ مین سُوَر کی ترتیب کا لحاظ نہین رکھا گیا،

یہ مجموعہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس محفوظ رہا جب اونکی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ کے ہاتھ آیا، اون کے بعد حضرت حفصہؓ نے اوس کو محفوظ رکھا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین قرآن مجید کی قرأت مین اختلاف پیدا ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے اون کو اس طرف توجہ دلائی اور کہا کہ قبل اس کے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح یہ امت اپنی کتاب مین اختلاف کرے، آپ اوس کا تدارک فرمائیے،، اونھون نے حضرت حفصہؓ کے یہان سے اوس مجموعہ کو منگوالیا، اور حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبد الرحمان بن حارث بن ہشامؓ کو حکم دیا کہ اس کو قریش کی زبان مین لکھین، اون لوگون نے اب سورتون مین بھی ترتیب قائم کی، اس طرح جب قرآن مجید کے چند مجموعے تیار ہو چکے تو حضرت حفصہؓ کا مصحف واپس کردیا، اور تمام صوبون مین اون کا ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا، صحیح بخاری مین

۱؎ اتقان صفحہ ۱۳۷، ۲؎ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۲ و ۱۶، ۳؎ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۶،

ان مصاحف کی تعداد مذکور نہین، اور کتابون مین مختلف تعداد مین مذکور ہین، ایک روایت مین ہو کہ انکی تعداد سات تھی، ایک کو مدینہ مین محفوظ رکھا تھا، بقیہ کو مکہ، شام، یمن، بحرین بصرہ، اور کوفہ کو روانہ کردیا تھا، اور صوبون کی تعداد کے لحاظ سے یہ روایت[1] قرین قیاس معلوم ہوتی ہی،



[1] یہ پوری تفصیل صحیح بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن مین مذکور ہے، اس کے علاوہ جن کتابون سے مدد لی گئی ہے ان کے حوالے الگ الگ دیدئے ہین ۔

احتساب

جو چیز مذہب و اخلاق کو صحیح اصول پر قایم رکھتی ہے، شریعت کی اصطلاح مین اوس کا نام احتساب ہی، اور خود رسول اللہ صلعم نے اوس کے مختلف مدارج قایم کر دئیے ہین،

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ	تم مین سے جو شخص برائی کر دیکھے اوس کو اپنے ہاتھ
فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع	سے مٹا دے، اگر اوس مین اس کی طاقت نہین ہے
فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان	تو زبان سے اوس کا انکار کرے اور اگر یہ بھی نہین کر سکتا
(مسلم)	تو دل سے اوسکو برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہی،

صحابہ کرام کے زمانے مین چونکہ تمام اخلاقی طاقتین زندہ تھین اسلئے اوس مقدس دور مین آخری درجہ کے سوا احتساب کے اور تمام مدارج قایم تھے،

ایک روز نماز جمعہ کی صف بندی مین اس قدر کشمکش ہوئی کہ آگے کے لوگ پیچھے اور پیچھے کے لوگ آگے ہوگئے حضرت انس بن مالک رضہ نے یہ بے ترتیبی دیکھی تو فرمایا کہ "ہم لوگ عہد نبوت مین اس سے احتراز کرتے تھے"،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الصفوف بین السواری،

حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن رسول اللہ صلعم کی جماعت کا ثواب بھی ضائع نہین کرنا چاہتے تھے، اسلئے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے، پھر آکر اپنی مسجد مین امامت کرتے تھے، ایک روز اسی طرح امامت کی اور سورہ بقرہ پڑھنا شروع کیا، ایک کاروباری صحابی جو تھک کر چور ہو گئے تھے جماعت سے علیحدہ ہو گئے، اور الگ نماز پڑھ لی، ایک صحابی نے فوراً ٹوکا کہ تم منافق ہو گئے[1]،

حضرت عایشہؓ ایک دفعہ ایک گھر مین مہمان اوترین، صاحب خانہ کی دو لڑکیون کو جو اب جوان ہو چلی تھین، دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہین، تاکید کی کہ آیندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے، آنحضرت صلعم نے یہی فرمایا ہے[2]،

ایک بار زیاد بن صبیح الحنفی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ نماز مین کمر پہ ہاتھ رکھکر کھڑے ہوئے، بولے کہ نماز مین یہ پھانسی کی وضع[3] ہے رسول اللہ صلعم اس سے منع فرماتے تھے[4]،

ایک دفعہ حضرت عایشہؓ کے بھائی عبد الرحمان بن ابی بکر اون کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے، حضرت عایشہؓ نے ٹوکا کہ "عبد الرحمان وضو اچھی طرح کیا کرو، آنحضرت صلعم کو مین نے کہتے ہوئے سُنا ہے کہ وضو مین جو عضو نہ بھیگے اوس پر جہنم کی پھٹکار ہو[5]،

علی بن عبد الرحمان المعاوی کا بیان ہے کہ ایک بار مین نماز مین کنکریون سے کھیل رہا تھا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو منع کیا، اور فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم کا طریقہ

---

[1] ابوداود کتاب الصلوۃ باب تخفیف الصلوۃ، [2] مسند جلد ۶ صفحہ ۹۶، [3] جب پھانسی دیجاتی ہے تو مصلوب کے ہاتھ اسی طرح باندھ دیئے جاتے ہیں[4] ابوداود کتاب الصلوۃ باب التخصر والاقعاء، [5] مسند جلد ۶ صفحہ ۲۸۵،

اختیار کرو"[1]، ایک بار اونھون نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز مین بائین ہاتھ پر ٹیک لگا کر
بیٹھا ہی، بولے کہ "اِس طرح نہ بیٹھو، یہ اون لوگون کی نشست ہی جن کو عذاب دیا جائیگا"[2]

حضرت ابوتمیمہ جہیمی ایک تابعی تھے، اونکا معمول تھا کہ نماز صبح کے بعد بیٹھکر کچھ وعظ وپند کرتے تھے، اور اوس مین آیات قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، اور جب کوئی آیت سجدہ آجاتی تھی تو سجدہ کرتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے دیکھا تو بار بار منع کیا، وہ باز نہ آئے، تو فرمایا کہ "مین نے رسول اللہ صلعم، حضرت ابوبکرؓ، اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہی، وہ طلوع آفتاب کے پہلے کوئی سجدہ نہین کرتے تھے"[3]،

ایک بار ایک صحابیہ خوب خوشبو لگا کر مسجد مین گئین، پلٹین تو راہ مین حضرت ابوہریرہؓ کا سامنا ہوگیا، خوشبو آئی تو پوچھا کہ یہ خوشبو مسجد مین جانے کے واسطے لگائی تھی؟ بولین "ہان" فرمایا "مین نے اپنے حبیب رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ جو عورت مسجد مین جانے کے لئے خوشبو لگائے اوس کی نماز اوس وقت تک مقبول نہین ہوتی، جب تک پلٹ کے غسل جنابت نہ کرلے"[4]

عرب مین یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ اسیران جنگ کو باندھکر قتل کر ڈالتے تھے، رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی اور عملاً اِس کو مٹا دیا، ایک بار حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ کے پاس چار کافر گرفتار ہوکے آئے اور اونھون نے اون کو اسی طرح قتل کر ڈالا، حضرت ابوایوب انصاریؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "آپ نے اس کی ممانعت فرمائی ہی، اگر مرغیان بھی ہوتین تو مین اون کو اس طرح نہ مرواتا"[5]،

[1] ابوداود کتاب الصلوۃ باب الاشارۃ فی التشہد، [2] ابوداود کتاب الصلوۃ باب کراہیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ، [3] ابوداود کتاب الصوم فیمن یقرا السجدۃ بعد الصبح، [4] ابوداود کتاب الترجل باب فی طیب المرآۃ، [5] ابوداود کتاب الجہاد باب قتل الاسیر بالنبل،

ایک بار حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ کابل مین ایک فوج کے ساتھ تھے، اہل فوج نے مال غنیمت پایا اور باہم لوٹ مار کر کھا گئے، حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہی، سب نے اپنا اپنا حصہ واپس کر دیا، اور دوبارہ انھون نے اوس[1] کو تقسیم کیا"۔

حضرت انس بن مالکؓ حکم بن ایوب کے پاس آئے، دیکھا کہ چند نوجوان مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ لگا رہے ہین، فرمایا "رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا[2] ہے"۔

حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ اوس کی چادر مین صلیب کے نقش ونگار بنے ہوئے ہین، دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اوتار دو، آنحضرت صلعم ایسے کپڑون کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے[3]۔

صحابہ کرام مرتے دم تک بھی فرض احتساب سے غافل نہین ہوتے تھے، حضرت ابو موسی اشعریؓ پر آثار موت طاری ہوئے تو اون کی بی بی رونے لگین فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی تمھین خبر نہین"، فوراً چپ[4] ہو گئین۔

ایک بار حضرت ابو حذیفہؓ نے مداین مین ایک چبوترے پر چڑھ کے امامت کی، حضرت ابو مسعودؓ نے اون کا دامن پکڑ کر کھینچ لیا، اور وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کیا تمھین خبر نہین، کہ عہد نبوت مین لوگ اس سے روکے جاتے تھے؟ بولے "تم نے دامن کھینچا تو مجھے یاد آیا"۔

مداین ہی مین ایک دوسرے موقع پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تو حضرت

---

[1] ابوداود کتاب الجہاد باب فی النہی عن النہبی اذا کان فی الطعام قلۃ فی ارض العدو، [2] ابوداود کتاب الضحایا باب فی الرفق بالذبیحۃ،
[3] مسند جلد ۶ صفحہ ۲۲۵، [4] ابوداود کتاب الجنائز باب فی النوح،

حذیفہؓ نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ چبوترے سے نیچے اوتر آئے،[1]

ایک بار حضرت امام حسن علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابورافعؓ بھی حسن اتفاق سے آگئے، دیکھا کہ اون کے بال گندھے ہوئے ہین، فوراً ہاتھ سے کھولدیئے، اونھون نے برہم ہوکر اون کی طرف دیکھا، بولے کہ "نماز پڑھئے، برہم نہ ہوجئے، مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ چوٹی شیطان کا اڈا ہے"

ایک بار اسی وضع کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارثؓ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ پیچھے کھڑے ہوگئے اور بال کھولنے لگے، وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کہ میرے سر نے آپکا کیا قصور کیا تھا؟ بولے کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہے، اوس کی حالت بالکل اوس شخص کی سی ہوتی ہے، جو نماز پڑھے اور اوس کی مشکین کسی ہوئی ہون[2]"

ایک بار ایک شخص نے جمعہ پڑھا اور اوسی جگہ دو رکعت سنت بھی ادا کی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو ڈھکیل دیا اور کہا کہ "چار رکعت جمعہ پڑھتے ہو" اس سرزنش کی وجہ یہ تھی، کہ رسول اللہ صلعم گھر مین سنت پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اوسی کا اتباع کرتے تھے،[3]

حضرت قیس بن عباد کا بیان ہو کہ مین پہلی صف مین نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے مجھکو پیچھے سے کھینچ کر ہٹا دیا اور خود میری جگہ کھڑے ہوگئے، نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ "برا نہ مانو، رسول اللہ صلعم نے ہم کو یہی وصیت فرمائی ہو،" اسکے بعد قبلہ رو

---

[1] ابوداود کتاب الصلوۃ باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم، [2] ابوداود کتاب الصلوۃ باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ، [3] ابوداود کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ بعد الجمعہ،

کھڑے ہو کر تین بار فرمایا، خدا اے کعبہ کی قسم اہل عقد ہلاک ہو گئے، خدا کی قسم میں عام لوگوں پر افسوس نہیں کرتا، اون پر افسوس کرتا ہوں جنھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، قیس ابن عباد نے پوچھا اہل عقد کون لوگ ہیں؟ بولے امراء[1]

ایک بار حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے حسن اتفاق سے رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ کو بھی یہی سورت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سُنا تو اون کو قرأت میں اختلاف معلوم ہوا، چنانچہ اون کو چادر سے باندھ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے اور کہا کہ "جس طرح آپ نے مجھکو پڑھایا ہو ان کی قرأت اوس کے مخالف ہے" آپ نے فرمایا قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہی جس طرح ہو سکے پڑھو[2]

ایک بار صحابہ کرام کسی جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ جا رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ آئے اور کوڑا اوٹھا کر کہا کہ "ہم لوگ آپکے ساتھ جنازے میں دوڑتے ہوئے چلتے تھے"[3]

ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بازار میں زیتون کا تیل خریدا، اوسی جگہ ایک شخص نے اوس کو خریدنا چاہا، نفع ملتا تھا، اونھوں نے اوس کے ہاتھ فروخت کر دیا، اسی حالت میں پیچھے سے ایک شخص نے اون کی کلائی پکڑ لی، مڑکر دیکھا تو حضرت زید بن ثابتؓ تھے، فرمایا کہ "جہاں خریدا ہو وہیں نہ بیچو، رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے"[4]

حضرت ابو مسعود انصاریؓ حلقہ قائم کر کے بیٹھے تھے، دو آدمیوں نے کہا اس حلقہ میں کون ہی جو ہمارا فیصلہ کریگا؟ ایک شخص نے کہا "میں" حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے

[1] نسائی کتاب القبلہ، [2] ابوداود ابواب کتاب الصلوۃ باب نزول القرآن علی سبعۃ احرف [3] ابوداود کتاب الجنائز باب الاسراع بالجنائز، [4] ابوداود کتاب البیوع باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی،

کنکری اوٹھا کر ماری اور کہا "چپ[51] قضاءت کو جلدی سے قبول کرنا مکروہ ہی"

ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے پانون مین گھونگرو دیکھا تو کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ آپ نے فرمایا ہی کہ "ہر گھونگرو کے ساتھ شیطان رہتا ہے"

اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی ایک لڑکی کے گھونگرو کٹوا دیئے[52]

ایک بار اون کی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمانؓ نہایت باریک ڈوپٹہ اوڑھکر سامنے آئین، دیکھنے کے ساتھ ہی غصہ سے ڈوپٹہ چاک کر دیا، پھر فرمایا "تم نہین جانتین کہ سورۂ نور مین خدا نے کیا احکام نازل کیئے ہین؟ اسکے بعد گاڑھے کا دوسرا ڈوپٹہ منگوا کر اوڑھایا[53]

ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے سامنے اون کی تعریف کی، حضرت مقداد بن اسودؓ نے اوس کے مونہ مین خاک اوٹھا کر جھونکدی اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مدح کرنے والون کے مونہ مین خاک جھونکدو[54]

سلاطین و امرا کا احتساب درحقیقت جان کی جوکھون ہی لیکن صحابہ کرام نے نہایت دلیری اور حق گوئی کے ساتھ اس فرض کو ادا فرمایا،

عہد نبوت مین یہ دستور تھا کہ عید گاہ مین ساتھ منبر نہین جاتا تھا اور آپ نماز عید کے بعد خطبہ پڑھتے تھے، بنو امیہ نے یہ دونون طریقے بدل دیئے، چنانچہ ایک بار مروان نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا چاہا، تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ "مروان تم نے سنت کی مخالفت کی عید گاہ مین منبر ساتھ لائے اور خطبہ نماز سے پہلے پڑھا، حضرت ابو سعید خدریؓ بھی موجود تھے،

[51] ابوداود کتاب الاقضیہ باب فی طلب القضاء والتسرع الیہ، [52] ابوداود کتاب الخاتم باب ما جاء فی الجلاجل، [53] موطائے امام مالک کتاب اللباس، [54] ابوداود کتاب الادب باب فی کراہیۃ التمادح،

بولے "یہ کون ہے؟ اس نے اپنا حق ادا کر دیا"[1]،

ایک بار حضرت عثمانؓ نے منیٰ مین چار رکعت نماز ادا کی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ٹوکا کہ "مین نے تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ اس جگہ صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے، اسکے بعد تم لوگون نے اور اور طریقے اختیار کر لیے، مین تو اوسی دو رکعت کو محبوب رکھتا ہون"[2]،

ایک بار حضرت یحییٰ بن سعید بن العاص نے بی بی کو طلاق باین دی، مروان ابن الحکم نے جو مدینہ کا گورنر تھا اون کو گھر سے رخصت کر دیا، حضرت عایشہؓ کو معلوم ہوا تو کہلا بھیجا کہ "خدا سے ڈرو، عورت کو سسرال ہی مین رہنے دو"، مروان بن الحکم نے جواب دیا کہ "طلاق باین کے بعد رسول اللہ صلعم نے تو حضرت فاطمہ بنت قیس کو گھر مین نہین رہنے دیا تھا"، بولین کہ "اگر تم فاطمہ کی حدیث پر عمل نہ کرو تو کوئی ہرج نہین"[3]،

ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے رومیون کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، ابھی مدت معاہدہ گذرنے نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاری کر دی کہ مدت گذرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع کر دیا جائے، فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن عبسہؓ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور کہا "اللہ اکبر، اللہ اکبر، وفائے عہد کرنی چاہیئے، بد عہدی جائز نہین[4]"،

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ، [2] ابوداود کتاب المناسک باب الصلوۃ بمنی، [3] ابوداود کتاب الطلاق باب من انکر ذلک، یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ جس عورت کو طلاق باین دیجائے اوس کو سکنی کا حق حاصل ہے یا نہین؟ قرآن مجید مین تصریح ہے، کہ اوس کو گھر ہی مین عدت گذارنی چاہیئے، لیکن فاطمہ بنت قیس کی حدیث اسکے معارض ہے لیکن حضرت عایشہؓ کا خیال تھا کہ فاطمہ کا گھر نہایت سنسان اور الگ تھلگ تھا، اسلئے رسول اللہ صلعم نے انکو دوسرے گھر مین عدت بسر کرنے کا حکم دیا تھا، ورنہ قرآن مجید کا اصل حکم ابتک باقی ہے، [4] ابوداود کتاب الجہاد باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو عہد فلیسیر نحوہ،

ایک بار حضرت ابوہریرہؓ مروان کے گھر مین گئے، دیکھا کہ مصوّر تصویر بنا رہا ہی، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، کہ خدا کہتا ہے، کہ اوس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو میری طرح مخلوق کو پیدا کرتا ہے، وہ ایک ذرہ، ایک دانہ اور ایک جَو تو پیدا کرلے[1]"،



[1] مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ،

تجدید و اصلاح

عقاید و اعمال کی تجدید اور مذہب اور اخلاق کی اصلاح صحابہ کرام کا سب سے بڑا فرض تھا اور اونھون نے ہر موقع پر نہایت سرگرمی کے ساتھ اس مقدس فرض کو ادا کیا،

رسوم جاہلیت کا انسداد، رسول اللہ صلعم نے زمانۂ جاہلیت کے جن عقاید و اعمال کو مٹا دیا تھا جب وہ کبھی رونما ہوتے تھے تو صحابہ کرام نہایت سختی کے ساتھ اون کی مخالفت کرتے تھے، جاہلیت کے زمانہ مین بچون کے سرہانے استرا رکھدیتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ اسکے ذریعے سے بچے جنون کے آسیب سے محفوظ رہینگے حضرت عایشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے[1]

عرب مین قاعدہ تھا کہ مردے کی لاش پر نوحہ کرتے تھے اسلام نے اسکی ممانعت کی لیکن بعد کو کوفہ والون نے جاہلیت کی اس رسم کو تازہ کیا اور قرظہ بن کعب کی لاش پر اسی طریقہ سے نوحہ و بکا کیا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو معلوم ہوا تو کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے،

---

[1] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن،

من نیح علیه فانه یعذب بما نیح علیه یوم القیامة[1] | جس شخص پر نوحہ کیا گیا اوس پر قیامت کے دن اسکی وجہ سے عذاب کیا جائیگا،

ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ خاموش ہے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ اوس نے خاموش حج کیا ہے، اوس کو فوراً ممانعت کی اور کہا کہ "یہ جائز نہین ہے یہ جاہلیت کا کام ہے[2]، حضرت عروہ بن مسعودؓ جب رسول اللہ صلعم کی خدمت سے واپس ہو کر اپنے وطن طایف آئے تو اون کے قبیلے کے تمام لوگ ملاقات کو آئے اور جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا اونھون نے اِس پر سختی سے اعتراض کیا اور کہا کہ "تم کو اہل جنت کی طرح سلام کرنا چاہیے[3]،

شرک و بدعت کا استیصال، خلفاے راشدین کے عہد تک یہ معمول تھا کہ خطبہ عیدین نماز کے بعد دیا جاتا تھا، لیکن جب مروان نے اِس سنت کو بدل دیا اور خطبہ کے بعد نماز پڑہانا شروع کی تو اوس وقت ایک شخص نے مخالفت کی اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس کی تائید کی، دوسرے سال مروان عیدگاہ مین حضرت ابوسعید خدریؓ کے ہاتھ مین ہاتھ ڈالے ہوئے آیا اور اون کو پہلے منبر کی طرف لیجانا چاہا لیکن اونھون نے اوس کو نماز کے لیے گھسیٹا اور کہا کہ ابتداءً نماز کیا ہوئی؟ اس نے کہا آپ کو اس مسئلہ مین جو کچھ معلوم ہے وہ تو ترک کر دیا گیا، لیکن اونھون نے تین بار فرمایا کہ مجھکو جو کچھ معلوم ہے تم اوس سے بہتر روش قایم نہین کر سکتے[4]،

صحابہ کرام کو بدعات و محدثات کے استیصال کا اسقدر خیال تھا کہ نہایت چھوٹی چھوٹی

[1] مسلم کتاب الجنائز باب المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ، [2] بخاری باب ایام الجاہلیۃ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ،
[4] مسلم کتاب الصلوٰۃ العیدین و بخاری کتاب العیدین،

باتون پر دارہ وگیر کرتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ کے صاحبزادے نے نماز مین سورۂ فاتحہ کے ابتدا مین بسم اللہ پڑھ لیا اونھون نے سنا تو فوراً بول اوٹھے کہ "بیٹا یہ بدعت ہی اس سے بچو"[1]

شرک و بدعات کی تولید اکثر مذہبی عظمت سے ہوتی ہی جس کے مظہر صحابہ کرام کے زمانہ مین نہایت کثرت سے موجود تھے لیکن جب کبھی صحابہ کرام کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اس عظمت کا عملی اعتراف شرک و بدعت کی صورت اختیار کرے گا تو فوراً اس کی مخالفت کی ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج سے واپس آرہے تھے راستہ مین دیکھا کہ لوگ ایک مسجد کی طرف دوڑے جا رہے ہین، پوچھا یہ کیا ہی، لوگون نے کہا "ایک مسجد ہی جس مین رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھی تھی" بولے "تم سے پہلے اہل کتاب اسی طرح مشرک ہوگئے، جس کو نماز پڑھنا ہو وہ نماز پڑھ لے ورنہ آگے بڑھے"[2]

حضرت عمرؓ کے زمانے تک شجرۃ الرضوان قائم تھا، اور لوگ متبرک سمجھکر اوسکی زیارت کو آتے تھے یہ دیکھکر اونھون نے اوس کو جڑ سے کٹوا دیا[3]، مسلمانون مین غلاف کعبہ کی جو عزت و حرمت ہے اس کا نتیجہ یہ ہی کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہی تو پرانا غلاف چرا چھپا کر، خادمون کو کچھ دے دلا کر لے لیتے ہین اور اوس کو تبرک سمجھکر گھر لے آتے ہین اوس کو مکانون مین رکھتے ہین، دوستون کو بطور سوغات کے تقسیم کرتے ہین، قرآن مین رکھتے ہین، مسجدون مین لٹکاتے ہین، اور مریض کو اوس سے ہوا دیتے ہین، لیکن قرن اول مین یہ حالت نہ تھی متولی کعبہ صرف یہ کرتا تھا

[1] وفاء الوفاء صفحہ ۴۹، [2] ۴ ، [3] ازالۃ الخفاء جلد دوم صفحہ ۹۱،

کہ غلاف کو زمین میں دفن کر دیتا تھا کہ وہ ناپاک انسانون کے مصرف کا نہ رہے، شیبہ بن عثمان نے جو اوس زمانہ مین کعبہ کے کلید بردار تھے حضرت عائشہؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھون نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے خدا اور رسول نے اس کا حکم نہ دیا، اور ممکن ہو کہ آیندہ اس سے سو راعتقاد اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے اسلئے شیبہ سے کہا "یہ تو اچھی بات نہین تم بُرا کرتے ہو جب غلاف کعبہ سے اتر گیا اور کسی نے اوس کو ناپاکی کی حالت مین استعمال بھی کرلیا تو کوئی مضائقہ نہین تم کو چاہیئے کہ بیچ ڈالا کرو اور اوس کی قیمت غریبون اور مسافرون کو دے دیا کرو"[1]

اصلاح اخلاق، اسلام مین ہر مصلح اخلاق کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ خالص اسلامی اخلاق کو قایم رکھے، اور ان کو غیر قومون کے اخلاق کے ساتھ مخلوط نہ ہونے دے، دوسرے یہ کہ جو اخلاق اصول مذہب اصول انسانیت اور اصول شرافت کو صدمہ پہونچاتے ہین ان کا استیصال کرے، صحابہ کرام نے اپنے دور خلافت مین یہ دونون فرض نہایت مستعدی کیساتھ ادا کیے حضرت عمرؓ نے تمام عمال کو تحفظ اخلاق عرب کی ہدایت فرمائی اور لکھا کہ

ادنوا الخیل وانتضلوا وایاکم واخلاق	گھوڑون کو زیب رکھو تیراندازی کرو اور اخلاق عجم کے
الاعاجم وان لا تجلسوا علی مائدۃ	اختیار کرنے، اور ایسے دسترخوان پر بیٹھنے سے جس پر
یشرب علیھا الخمر ولا یحل لمومن	شراب پی جائے احتراز کرو کسی مسلمان مرد یا عورت کیلئے یہ
ولا مومنۃ تدخل الحمام الا بمیزر الا من سقم[2]	جائز نہین کہ بغیر کسی بیماری کے حمام مین بلا تہبند باندھے نہائے

[1] عین الاصابہ بحوالہ سنن بیہقی، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ

فتوحات عجم کے بعد نردبازی، شطرنج بازی و مرغ بازی وغیرہ تضیع اوقات کے کھیل ملک مین پھیلے تو صحابہ کرام نے اِس پر شدت کے ساتھ دار وگیر کی حضرت عایشہؓ کے گھر مین کچھ کرایہ دار رہتے تھے، اون کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہین تو سخت برافروختہ ہوئین، اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیون کو میرے گھر سے باہر نہ پھینکدوگے تو مین اپنے گھر سے نکلوا دونگی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے خاندان مین کسی کو نرد کھیلتے ہوئے دیکھتے تو اوس کو مارتے اور نرد توڑ ڈالتے[۱]، ایک بار کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے تھے حضرت علیؓ نے دیکھا تو فرمایا،

ماھذا التماثیل التی انتم لھا عاکفون[۲] یہ تصویرین کیا ہین جس کے سامنے تم نے سر جھکا لیا ہو،

فتح عجم کے بعد اہل عرب شراب کے جدید اقسام و نام سے آشنا ہوگئے تھے جن مین سے ایک باذق یعنے بادہ تھا، چونکہ عربی مین شراب کو خمر کہتے ہین اور اوس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہو، اس بنا پر لوگون کو شبہہ تھا کہ ان شرابون کا کیا حکم ہے، لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس مین بالاعلان کہدیا کہ شراب کے برتنون مین چھوہارے تک نہ بھگوئے جائین، پھر عورتون کی طرف خطاب کر کے کہا "اگر تمھارے خم کے پانی سے نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہو، آنحضرت صلعم نے ہر منشی چیز کو منع فرمایا ہو[۳]"،

ایک دفعہ شام کی چند عورتین حضرت عائشہؓ کی زیارت کو آئین، رومیون کے اختلاط سے وہان کی عورتین بھی حمام مین برہنہ غسل کرتی تھین، فرمایا کہ "تمھین وہ عورتین ہو

[۱] ادب المفرد باب الادب و اخراج الذین یلعبون بالنرد و موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی النرد، [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ میسرہ بن حبیب، [۳] سنن نسائی کتاب الخمر،

جو حماموں میں جاتی ہو رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی جو عورت اپنے گھر سے باہر کپڑے اوتارتی ہی وہ اپنے اور خدا کے درمیان پردہ دری کرتی ہے[1]"

قدیم زمانہ مین یہودیہ عورتون مین جو بد اخلاقیان پھیل گئی تھین اون مین ایک یہ تھی کہ جن عورتون کے بال گر پڑتے تھے وہ مصنوعی بال لگالیتی تھین، رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی، لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے عہد مین عرب عورتون نے بھی یہ روش اختیار کرلی، وہ حج کو آئے تو ایک سپاہی کو اس مصنوعی بال کا ایک گچھہ دے دیا اور منبر پر خطبہ دینے کے لیئے کھڑے ہوئے اور اس گچھے کو ہاتھ مین لیکر فرمایا،

یا اھل المدینۃ این علماء کم سمعت النبی	اے اہل مدینہ! تمھارے علما کہان ہین، مین نے
صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن مثل ھذا	رسول اللہ صلعم سے سنا ہو کہ بنو اسرائیل اوسوقت
ویقول انما ھلکت بنو اسرائیل حین	برباد ہوئے جب اون کی عورتون نے اس کو
اتخذ ھذہ نساء ھم[2]	اختیار کیا،

ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ "میری بیٹی دلھن بنی ہے، لیکن بیماری سے اوسکے بال گر گئے ہین کیا مصنوعی بال جوڑ دون"؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے اس قسم کی عورتون پر لعنت بھیجی ہی[3]"

عرب مین جو بد اخلاقیان پھیلی ہوئی تھین وہ بہت کچھ تو خود بخود اسلام کے اثر سے مٹ گئین، اور جو رہ گئی تھین اون کو صحابہ کرام نے بالکل مٹا دیا، مثلاً "فخر و غرور" کہ اسکے

---

[1] مسند جلد ۶ صفحہ ۱۷۳، [2] بخاری کتاب بدء الخلق وکتاب الادب، [3] مسند جلد ۶ صفحہ ۱۱۱،

اظہار کی ایک صورت یہ تھی کہ لوگ لڑائیون مین قبائل کی جے پکارتے تھے، حضرت عمرؓ نے اِس کو حکماً منع کر دیا،[1]

اس سلسلے مین سب سے مقدم چیز شاعری کی اصلاح تھی کیونکہ شعراء لوگون کی ہجوین لکھتے تھے اور اون سے سیکڑون اخلاقی خرابیان پیدا ہوتی تھین، حضرت عمرؓ نے اسکو جرم قرار دیا اور ہجوگوئی پر شعراکو سزا دی چنانچہ ایک بار نجاشی نے تمیم بن مقبل کی ہجو لکھی اونھون نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین استغاثہ کیا تو حضرت عمرؓ نے اور اشعار پر تو کوئی گرفت نہین کی لیکن جب یہ شعر سنا

اولئك اولاد الهجين واسرة	اللئيم ورهط العاجز المتذلل
یعنے یہ لوگ دوغلے کمینہ خاندان اور عاجز	اور ذلیل قبیلہ کے ہین

تو فرمایا کہ "اب اس شعر پر معاف نہین رکھ سکتا" چنانچہ اوسکو قید کیا اور کوڑے لگائے،[2]

حطیہ مشہور ہجوگو شاعر تھا، ایک بار اوس نے زبرقان بن بدر کی ہجو کہی جس کا ایک شعر یہ تھا،

دع المكارم لا ترحل لبغيتها	واقعد فانك انت الطاعم الكاسي
فضائل چھوڑ دے اسکے حاصل کرنے کے لیئے سفر نہ کر	اور بیٹھ جا کیونکہ تو صرف کھاتے اور پہننے والا آدمی ہے

زبرقان نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو اونھون نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ "یہ ہجو ہے"؟ اونھون نے کہا "ہان"! اِس پر اونھون نے حطیہ کو تہ خانہ مین قید کر دیا، اور جب

---

[1] کنز العمال [2] اصابہ تذکرہ تمیم بن مقبل،

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ نے سفارش کی، تو یہ قول لیکر چھوڑا کہ پھر کسی کی ہجو نہ کہے گا[1]،

ہجو کے علاوہ شعرا اشعار مین علانیہ اپنے معشوقون کے نام لیتے تھے اور اون کے حسن کی تعریف کرتے تھے جس کو عربی مین تشبیب کہتے ہین حضرت عمرؓ نے تمام شعرا کو حکم دیا،

لا یشبب احد بامراة الا جلد[2] — کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تشبیب نہ کرے ورنہ اوس کو سزا دیجائیگی،

اصلاح بین الناس، اسلام نے عرب کے قدیم بغض وکینہ کو مٹا کر تمام مسلمانون کو اتحاد و اتفاق کی جس سنہری زنجیر مین جکڑ دیا تھا صحابہ کرام نے حتی المقدور کبھی اس کی کڑیون کو جدا نہین ہونے دیا، حضرت عروہ بن مسعودؓ کے قبیلے کے لوگون نے جب اون کے خون کا بدلہ لینا چاہا تو اونھون نے خود نہایت ایثار نفسی کے ساتھ فرمایا،

لا تقتتلوا فی قد تصدقت بدامی علی صاحبه لاصلح بذالک بینکم[3] — میرے بارے مین جنگ و جدل نہ کرو، مینے اپنا خون معاف کر دیا تاکہ اس ذریعہ سے تم لوگون مین مصالحت ہوجائے

ان کے اصل قاتل حضرت اوس بن عوف تھے، اسلئے مدت تک اون کو عروہ کے بیٹے حضرت ابو ملیح بن عروہ اور اون کے بھتیجے حضرت قارب بن اسود کی طرف سے انتقام کا کھٹکا لگا رہا چنانچہ اونھون نے حضرت ابو بکرؓ سے اس کی شکایت کی تو اونھون نے ان دونون صاحبون کو انتقام سے روکا اور ان سب کو باہم ملا دیا، اور سب نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا[4]،

[1] اسد الغابہ تذکرہ زبرقان، [2] اسد الغابہ تذکرہ حمید بن ثور، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ اوس بن عوفؓ،

حضرت عمرؓ نے ہجو یہ اشعار کہنے پر اسقدر سختی اسلیئے کی تھی کہ باہم لوگون مین ناچاقی نہ ہونے پائے، چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے قریش کی ہجو مین جو اشعار خود رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے کہے تھے قریش کے اسلام لانیکے بعد اونکے پڑھنے کی ممانعت کر دی کہ اس سے پرانی رنجشین تازہ ہوتی ہین[1]،

اصلاح معاش، اصلاح معاش کے معنی ہین کہ معاش کے ناجائز طریقون کو مٹاکر، جائز طریقون کو ترقی دی جائے، اور صحابہ کرام نے یہ دونون فرض ادا کیئے،

ایک بار حضرت فضالہ بن عبیدؓ کو ایک مجمع مین معلوم ہوا کہ کچھ لوگ گویا کھیل رہے ہین، برہم ہوکر اوٹھے اور فرمایا کہ جو لوگ اسکی کمائی کھاتے ہین سور کا گوشت کھاتے ہین اور خون سے وضو کرتے ہین[2]،

ایک بار دو شخصون نے ایک مرغ پر بازی لگائی حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو مرغ کو مار ڈالنا چاہا ایک شخص نے کہا ایسی امت کو قتل کرتے ہو جو خدا کی تسبیح خوان ہو اسلیئے چھوڑ دیا[3]،

ایک شخص کا یہ معمول تھا کہ جب اوسکی گھوڑیان بچے جنتین تو اس خیال سے ذبح کر دیتا کہ جب تک یہ سواری کے قابل ہون گے مین زندہ کب رہونگا، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو ایک تحریری حکم بھیجا

اصلحوا ما رزقکم اللہ فان فی الامر تنفسا ؎ خدا تم کو جو کچھ دے اوسکی اصلاح کرو کیونکہ زندگی مین ابھی وسعت ہے

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے ایک شخص کو ہدایت کی کہ اگر تم سنو کہ دجال نمودار ہوگیا ہے اور تمھارے ہاتھ مین کھجور کا ایک پودا ہو تو اطمینان سے اوسکو لگاؤ کیونکہ اس کے بعد بھی لوگ زندہ رہین گے[4]،

---

[1] آغانی تذکرۂ حضرت حسان بن ثابت، [2] ادب المفرد باب الغنا ر والطہر، [3] ادب المفرد باب قمار الدیک [4] ادب المفرد باب اصطناع المال،

ارشاد و ہدایت

دنیا اندھیرے مین بھٹک رہی تھی، نیکی کا چراغ گل ہوگیا تھا، بدی کی گھٹا اُفق عالم پر چھاگئی تھی کہ اسی حالت مین غار حرا سے ایک چاند نکلا، اور دنیا اُجالی ہوگئی لیکن یہ جو کچھ ہوا صرف رسول اللہ صلعم کی تعلیم و تربیت، وعظ و پند اور ارشاد و ہدایت کا نتیجہ تھا، اس لیے آپ کے بعد دنیا پھر اندھیری ہوجاتی اگر صحابہ کرام نے اس سلسلہ کو قائم نہ رکھا ہوتا،

پند نصیحت، رسول اللہ صلعم اگرچہ ہمہ وقت ارشاد و ہدایت مین مصروف رہتے تھے، تاہم یہ ایک ایسا اہم فرض تھا کہ اس کے لیے آپ نے ایک وقت مخصوص کرلیا تھا اور ایک روز کا ناغہ دیکر مستمر[1] اصحابہ کرام کو وعظ و پند فرمایا کرتے تھے، آپ کے بعد صحابہ کرام نے بھی یہ روش قائم رکھی، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی جمعرات کے دن کو وعظ و پند کے لیے مخصوص کرلیا تھا،

نمونہ و مثال، آفتاب کسی کو اندھیرے مین بھٹکنے نہین دیتا، لیکن با اینہمہ زبان سے کچھ نہین کہتا بلکہ اپنی شعاعون کو بھیجدیتا ہی، جو نہایت خاموشی کے ساتھ ہر شخص کی اُنگلی پکڑکر سیدھی راہ پر لگادیتی ہین، خلفاء راشدین بھی آفتاب نبوت کا پرتو تھے، اسلئے وہ ارشاد و ہدایت کے لیے دنیا کے سامنے ایسی روشن مثالین پیش کرنا چاہتے تھے، جن کو دیکھکر ہر شخص خود بخود سیدھی راہ پا لے

---

[1] مسلم کتاب المنافقین واحکامہم باب الاقتصاد فی الموعظة و بخاری کتاب العلم،

ایک دفعہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حالت احرام مین رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا "لوگو! تم امام ہو اور تمام دنیا تمہاری تقلید کرتی ہے، اسلیئے اگر کوئی جاہل آدمی اس کپڑے کو دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہ حالتِ احرام مین رنگین کپڑے پہنتے تھے پس اے لوگو اس قسم کا کپڑا ہرگز نہ پہنو،[1]

وعظ گوئی، رسول اللہ صلعم کے زمانے مین تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی، حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت مین بھی اس کا رواج نہین ہوا، حضرت عمرؓ پہلے شخص ہین جن کے عہد خلافت مین اس کی ایجاد ہوئی اور حضرت تمیم داریؓ نے انکی اجازت سے کھڑے ہوکر وعظ کہا[2] چنانچہ اس طریقہ کو حضرت عمرؓ کے اولیات مین شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص وعظ کو محض گرمی محفل کا ذریعہ بنانا چاہتا اور اوس مین تکلف و تصنع سے کام لیتا تو صحابہ کرام نہایت سختی کے ساتھ روک ٹوک کرتے، واعظین گرمیِ مجلس کے لیئے مقفی و مسجع دعائین بنا بنا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لیئے موقع بے موقع، ہر وقت وعظ کے لیئے آمادہ رہتے ہین، حضرت عائشہؓ کے زمانے مین ابن ابی السائب تابعی نے یہ طریقہ اختیار کیا تو اونھون نے اون سے خطاب کرکے کہا "تم مجھ سے تین باتون کا عہد کرو ورنہ پھر مین تم سے بازپرس کرون گی" عرض کیا "یا ام المومنین! وہ کیا باتین ہین؟" فرمایا "دعاؤن مین مسجع عبارتین نہ بناؤ، اسلیئے کہ آپ اور آپ کے اصحاب ایسا نہین کرتے تھے، ہفتہ مین صرف ایک دن وعظ کہا کرو، اگر یہ کافی نہ ہو تو دو دن، اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن، لوگون کو

[1] موطاے امام مالک کتاب الحج باب لبس الثیاب المصبغة فی الاحرام، [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۴۹،

خدا کی کتاب سے اوکتا نہ دو، ایسا نہ کرو کہ جہان لوگ بیٹھے ہون آکر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کرکے اپنا وعظ سُنانا شروع کردو، بلکہ جب اون کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرین تب کہو۔[1]

کلمات طیبہ، صحابہ کرام کی زبان سے جو کلمات طیبہ نکل گئے وہ بھی ارشاد و ہدایت کے سلسلے مین داخل ہین، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ "لوگون مین اس طرح رہو جس طرح اُڑنے والی شہد کی مکھی، کہ اوس کو ہر چڑیا اپنے آپ سے کمزور سمجھتی ہی، لیکن اگر اوسکو معلوم ہوتا کہ اس کے پیٹ مین کیا برکت بھری ہوئی ہی تو وہ ایسا نہ کرتی، لوگون کے ساتھ جسم اور زبان سے ملے جلے رہو لیکن دل اور عمل سے الگ رہو۔[2]

ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو لکھا کہ علم ایک چشمہ ہی جس پر لوگ آتے ہین اور اوس سے نالیان نکالتے ہین اور خدا اوس سے بہتون کو فائدہ پہونچاتا ہی، لیکن اگر کوئی حکمت خاموش ہو تو وہ جسم بے روح ہی اگر کوئی علم لٹایا نہ جائے تو وہ مدفون خزانہ ہی، عالم کی مثال اوس شخص کی سی ہی جو تاریک راستے مین چراغ دکھاتا ہی تاکہ لوگ اوس سے روشنی حاصل کرین اور اوس کو دعا دین،[3]

اس کے علاوہ صحابہ کرام کے اور بھی بہ کثرت مقولے ہین، جن کو ہم تطویل کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین،



[1] مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۱۱، [2] دارمی باب فی اجتناب الاہواء، [3] دارمی باب البلاغ عن رسول اللہ صلعم و تعلیم السنن،

جہاد

جہاد کے متعلق صحابہ کرام کے خدمات کی تفصیل حسب ذیل عنوانات مین کی جاسکتی ہے

۱ جہاد کی حقیقت کے متعلق صحابہ کرام کا کیا خیال تھا،

۲ عہد نبوت کے نظام فوجی مین صحابہ کرام کی مذہبی اور اخلاقی سرگرمیون کا کسقدر حصہ شامل تھا؛

۳ خلفائے راشدین نے اس نظام کو کس قدر ترقی دی ؛

جہاد کی حقیقت، مورخین یورپ کے نزدیک جہاد اسلام کی حقیقت کا لازمی جزو ہے، لیکن صحابہ کرام کے نزدیک اسلام کی حقیقت اِس سے بالاتر تھی کہ اوس کے مایہ خمیر مین خون کے اجزا شامل کیئے جائین، چنانچہ کسی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ جہاد کیون نہین کرتے؟ بولے ؎ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزون پر ہے، کلمۂ توحید، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج؛ یعنے جہاد اسلام کی حقیقت سے خارج ہے اوس کا جزو نہین ہے،

[1] مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلعم بنی الاسلام علی خمس،

عہد نبوت مین صحابہ کرام کا فوجی نظام، عام خیال ہر کہ عہد نبوت تک اسلام مین کوئی فوجی نظام نہین قایم ہوا تھا، یہ صرف رسول اللہ صلعم کی روحانی آواز کا معجزانہ اثر تھا، کہ تمام صحابہ ایک جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہوجاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت تک بھی یہی حالت قایم رہی، حضرت عمرؓ پہلے شخص ہین جنھون نے ایک باضابطہ نظام فوج قایم کیا، لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم الشان غلطی ہر، رسول اللہ صلعم نے مدینہ مین آنے کے ساتھ ہی ایک مستقل نظام فوج قایم کرلیا تھا، اور صحابہ کرام کے مذہبی جوش اور اخلاقی طاقت نے اوس کو نمایان ترقی دی تھی،

تمام قوم کا فوج بنانا، رسول اللہ صلعم ہر سال انصار کے نوخیز لوگون کا جایزہ لیتے تھے، اور پانزدہ سالہ نوجوانون کو فوج مین داخل کرتے تھے، آج اس تمدنی زمانہ مین بھی جبکہ ہر شخص قومیت و وطنیت کا ترانہ گارہا ہے، اکثر لوگ اس قسم کی جبری خدمت سے انکار کرتے ہین، لیکن صحابہ کرام کے جوش مذہبی کا یہ حال تھا کہ بچہ بچہ بشوق فوج مین شامل ہونا چاہتا تھا، اور اگر کسی کو اس مذہبی خدمت کے انجام دینے کی اجازت نہین ملتی تھی، تو اوس کو سخت ملال ہوتا تھا، ایک بار آپ نے انصار کے نوجوانون کا جائزہ لیا اور ایک نوجوان کو شریک فوج ہونے کی اجازت عطا فرمائی، حضرت سمرہؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن آپ نے کمسنی کی وجہ سے اون کی درخواست منظور نہین کی، اس بناپر اون کو سخت صدمہ ہوا، اور مایوسی کے لہجہ مین کہا "یا رسول اللہ آپ نے اس لونڈے کو اجازت دیدی اور مجھے نہین قبول فرمایا حالانکہ اگر کشتی ہو تو مین اوس کو پچھاڑ دون" اب آپ نے دونون مین کشتی کرائی، اور سمرہ نے اوس کو پچھاڑ دیا، اسلیئے آپ نے اونکو بھی شرکت جہاد کی اجازت دی[1]،

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سمرہ بن جندب

صحابہ کرام جس ذوق و شوق سے شریک جہاد ہوتے تھے، اوس کے متعلق احادیث ورجال کی کتابون مین بہ کثرت واقعات مذکور ہین، ہم نے اِس کتاب کے پہلے حصے مین اِس قسم کی متعدد مثالین مختلف عنوانات مین جمع کر دی ہین، اِس موقع پر اونکو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے،

فوجی شعار، مہاجرین و انصار کو اگرچہ اخوت اسلامی نے بھائی بھائی بنا دیا تھا تاہم صف جنگ مین دونون اپنے مخصوص قومی شعار کی بنا پر الگ الگ نظر آتے تھے اور یہ اون کے جوش و سابقت کا بڑا سبب تھا، انصار کا شعار عبد الرحمان اور مہاجرین نے اپنا شعار عبد اللہ قرار دیا تھا،[1]

قرآن مجید کی بعض سورتون کے ٹکڑون کو بھی بطور شعار کے پڑھا جاتا تھا،

فوج کی تقسیم، اخیر مین جب اسلام کا فوجی نظام بالکل مکمل ہو گیا، تو میدان جنگ مین فوجون کی تقسیم بھی قومی حیثیت سے کی گئی، چنانچہ فتح مکہ مین جیسا کہ صحیح بخاری کتاب المغازی مین مذکور ہے تمام قبایل کے دستے الگ الگ قایم کیے گئے تھے،

فوجی تعلیم و تربیت، رسول اللہ صلعم کو فوجی تعلیم و تربیت مین کد و کاوش کی ضرورت پیش نہین آئی، خود صحابہ کرام مین تیر اندازی کا ذوق اسقدر ترقی کر گیا تھا کہ مغرب کے بعد مسجد سے نکلکر تیر کا نشانہ لگاتے تھے،[2] رسول اللہ صلعم کی حوصلہ افزائی اِس ذوق کو اور بھی ترقی دیتی تھی، ایک بار آپ نے صحابہ کرام کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا،

---

[1] ابوداود کتاب الجہاد باب فی الرجل ینادی بالشعار، [2] ابوداود کتاب الصلوۃ باب وقت المغرب،

ارموا یا بنی اسماعیل ابا کم کان — اے بنو اسماعیل تیر اندازی کرو کیونکہ تمھارا

رامیا — باپ تیر انداز تھا،

معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام تیر اندازی مین باہم مسابقت کرتے تھے، چنانچہ اسی موقعہ پر جب آپ نے فرمایا کہ "مین فلان قبیلہ کے ساتھ ہون" تو دوسرے قبیلہ کے لوگ رُک گئے، اور کہا کہ "جب آپ خود اونکے ساتھ ہین تو ہم کیا مقابلہ کرسکتے ہین؟ ارشاد ہوا کہ "تیر پھینکو مین تم سب کے ساتھ ہون[1]"

تیر اندازی کے علاوہ رسول اللہ صلعم گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے، اور اوس مین تمام صحابہ شریک ہوتے تھے، بعض صحابہ نے پیدل دوڑنے کی مشق کی تھی، چنانچہ اس صف مین حضرت سلمہ بن اکوعؓ خاص طور پر ممتاز تھے اور اس مشق کی بدولت اون کو مختلف فوجی کامیابیان بھی حاصل ہوئین،

شہسواری اور تیر اندازی کے علاوہ صحابہ کرام نے فن جنگ مین اور بھی جدید ترقیان کین، مثلاً رسول اللہ صلعم نے حضرت عروہ بن مسعودؓ اور حضرت غیلان بن سلمہؓ کو جرش بھیجا کہ وہان سے منجنیق اور دبابہ کے استعمال کا طریقہ سیکھ کے آئین، چنانچہ وہ لوگ وہان سے تعلیم حاصل کرکے آئے تو طایف کے محاصرے مین ان آلات کا استعمال کیا گیا[2]، یہ طبری کی روایت ہے، لیکن مواہب لدنیہ مین ہے کہ فن جنگ مین یہ جدید اضافہ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کے بدولت ہوا، زرقانی نے اس کی شرح مین یزید بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے، اور

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی، [2] طبری صفحہ ۱۶۶۹ واقعات ۸ھ،

واقدی کی ایک روایت نقل کی ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منجنیق کا استعمال حضرت سلمانؓ کے مشورے سے کیا گیا[1]،

غزوۂ احزاب مین خندق بھی اونہی کے مشورے سے کھودی گئی، اور کفار نے اس کو اس قدر جدید اور عجیب چیز سمجھا کہ سب کے سب ایک زبان ہوکر بول اوٹھے،

ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت العرب تصنعھا[2] — یہ ایک ایسی چال ہی جس سے اہل عرب بالکل ناآشنا تھے،

زخمیون کی مرہم پٹی کا انتظام، جس طرح صحابہ کرام بشوق غزوات مین شریک ہوتے تھے، اوسی طرح صحابیات بھی خدا کی راہ مین اون سے پیچھے نہین رہنا چاہتی تھین، اون کے لئے سب سے زیادہ موزون کام زخمیون کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کے آرام وآسایش کا سامان بہم پہنچانا تھا، اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دلسوزی سے انجام دیتی تھین،

حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھین، جب معرکہ بدر پیش آیا تو اونھون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین درخواست کی کہ مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت دی جائے مین مریضون کی تیمارداری کرونگی[3]،

غزوۂ خیبر مین بغیر جبر واکراہ کے متعدد عورتین شریک جہاد ہوئین، آپ کو اون کا حال معلوم ہوا تو بلا بھیجا، اور ناراضی کے لہجے مین پوچھا تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ بولین "یا رسول اللہ ہم اون کاتتے ہین اور اوس سے خدا کی راہ مین اعانت

---

[1] زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲، [2] طبقات ابن سعد کتاب المغازی، صفحہ ۴۹، [3] ابوداود کتاب الصلوۃ باب امامۃ النساء،

کرتے ہین، ہمارے ساتھ زخمیون کے دوا علاج کا سامان ہی، لوگون کو تیر اوٹھا اوٹھا کے دیتے ہین، اور ستو گھول گھول کے پلاتے ہین[1]،

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھین جو آپ کے ساتھ لڑائیون مین شریک ہوتی تھین، اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھین، کھانا پکاتی تھین، مریضون کی مرہم پٹی کرتی تھین[2]،

غزوہ احد مین خود حضرت عائشہؓ شریک تھین، اور وہ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کے لاتی تھین اور لوگون کو پانی پلاتی تھین[3]،

حضرت ربیع بنت مسعودؓ کا بیان ہی کہ ہم سب غزوات مین شریک ہوتے تھے پانی پلاتے تھے، مجاہدین کی خدمت کرتے تھے، اور مدینہ تک زخمیون اور لاشون کو اوٹھا اوٹھا کے لاتے تھے[4]،

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبوی مین ایک خیمہ قایم کر رکھا تھا، جو لوگ زخمی ہوکر آتے تھے وہ اسی خیمے مین اون کا علاج کرتی تھین، چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ غزوہ خندق مین زخمی ہوئے، تو اون کا علاج اسی خیمہ مین کیا گیا[5]،

جہاد کے لیے ساز و سامان، شوق جہاد نے اسلام کے جھنڈے کے نیچے بہادر سپاہی تو جمع کر دیئے لیکن اسلام کی غربت مصارف جہاد اور آلات حرب کا کیا سامان کرتی؟ لیکن صحابہ کرام نے تکمیل مقاصد جہاد کے لیئے جان کی طرح مال کو بھی قربان کر دیا، حضرت عثمانؓ نے جس طرح غزوہ عسرہ کی تیاری مین اپنا تمام مال وقف کر دیا، وہ تاریخ اسلام کا

[1] ابو داود کتاب الجہاد باب فی المراۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ، [2] مسلم کتاب الجہاد باب النساء الغازیات یرضخ لھن ولا یسہم والنہی عن قتل صبیان اہل الحرب [3] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ النساء مع الرجال، [4] بخاری کتاب الجہاد باب رد النساء والقتلی [5] اصابہ تذکرہ رفیدہؓ،

مشہور واقعہ ہے، اون کے علاوہ اور تمام صحابہ اِس کارِ خیر مین حصہ لیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد بنفس کے ساتھ جہاد بالمال کا بھی بار بار قرآن مجید مین ذکر کیا ہے، احادیث مین اس قسم کی فیاضیون کی متعدد مثالین ملتی ہین، حضرت عمرؓ نے جہاد کی ضرورت کے لئے ایک شخص کو ایک گھوڑا دیا تھا[1]،

حضرت ابو معقلؓ کے پاس ایک جوان اونٹ تھا اونھون نے اوس کو جہاد کے لیئے وقف کر دیا تھا[2]،

ایک صحابی ایک اونٹنی کی ناک مین نکیل لگائے ہوئے آئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ اِس کو خدا کی راہ مین دیتا ہون" ارشاد ہوا کہ "قیامت کے دن خدا تم کو اس کے بدلے سات سو اونٹنیان دیگا[3]"،

حضرت خالد بن الولیدؓ کے پاس بہت سی زرہین تھین، جن کو اونھون نے جہاد کے لیئے وقف کر دیا[4]،

حضرت نوفل بن حارثؓ نے غزوہ حنین مین تین ہزار نیزون سے رسول اللہ صلعم کی اعانت کی، چنانچہ آپ نے اون کو دیکھکر فرمایا "مین دیکھ رہا ہون کہ تمہارے نیزے کفار کی ریڑھ کی ہڈیان توڑ رہے ہین[5]"،

عہدِ نبوت مین انفاق فی سبیل اللہ اسلام کی سب سے بڑی علامت تھی حضرت

---

[1] ابو داود کتاب الزکوۃ باب الرجل یبتاع صدقتہ وبخاری کتاب الزکوۃ، [2] ابو داود کتاب المناسک باب العمرۃ، [3] مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ وتضعیفہا، [4] ابو داود کتاب الزکوۃ باب فی تعجیل الزکوۃ، [5] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۶،

رفاعہ بن زیدؓ ایک صحابی تھے جن پر نفاق کا شبہہ کیا جاتا تھا، ایک بار اون کے ہتھیار چوری گئے،
بعد کو ملے تو اونھون نے اونکو جہاد کے لیئے وقف کردیا، اب لوگون کے دل سے نفاق کا شبہہ دور ہوگیا[1]

خلافت راشدہ مین صحابہ کرام کا فوجی نظام

خلفاے راشدین نے جو فوجی نظام قایم کیا، اوسپر مادی اور اخلاقی دونون حیثیتون سے نگاہ ڈالنی چاہیئے،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین مادی حیثیت سے صرف اس قدر ترقی ہوئی کہ مساویانہ تعداد مین فوج کے مختلف دستے قایم کئے گئے، اور ہر دستے کے الگ الگ سپہ سالار قرار دیئے گئے، چنانچہ اون کے عہد مین اول اول شام کی طرف جو فوج بھیجی گئی اوس مین ہر کمانڈر کی ماتحتی مین تین تین ہزار سپاہی دیئے گئے، اسکے بعد متصل کمک نے اس تعداد کو بڑھا کر ساڑھے سات ہزار تک پہونچا دیا، حضرت ابوبکرؓ نے ان دستون کو قومی حیثیت سے مرتب کیا تھا، اور تمام امراے فوج کو حکم دیا تھا کہ ہر قبیلہ کے لیئے الگ الگ جھنڈا قایم کیا جائے[2] اونھون نے امیرالامراء کا ایک نیا عہدہ بھی قایم کیا، جو گویا تمام فوج کا کمانڈر انچیف تھا، اور سب سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ اس عہدے پر مامور کئے گئے،

دستہ بندی کی وجہ سے اون کے زمانے مین فن جنگ مین بھی بہت کچھ ترقی ہوئی، عرب کو چونکہ ہمیشہ ایک ناتربیت یافتہ فوج سے لڑنا پڑتا تھا، اسلیئے حالت جنگ مین فوج کسی ترتیب و نظام کی پابند نہ تھی، غیر مرتب صفین قایم ہوجاتی تھین اور ہر صف الگ الگ معرکہ آرا ہوتی تھی، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین جب بمقام یرموک رومیون سے

---

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، [2] فتوح البلدان صفحہ ۱۱۵،

جنگ ہوئی، اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اونکی فوج کے ترتیب و نظام کو دیکھا، تو تمام فوج کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا،

ولاتقاتلوا قوما علی نظام وتعبیۃ علی تساند وانتشار، — ایسی مرتب فوج سے متفرق طور پر نہ لڑو،

چنانچہ اونھون نے فوج کے ۳۶ دستے قایم کیئے، اور ہر دستے پر الگ الگ کمانڈر مقرر کیئے، ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین لکھا ہے،

واول من ابطل الصف فی الحرب وصار الی التعبیۃ کرادیس مروان بن الحکم، — پہلا شخص جس نے جنگ مین صف بندی کے طریقہ کو موقوف کرکے الگ الگ دستے قایم کیئے، مروان بن حکم تھا،

لیکن یہ تاریخی غلطی ہے، اس کی ابتدا خود حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین ہو گئی تھی، چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہین،

وخرج خالد فی تعبیۃ لم تعبها العرب قبل ذلك — اور خالد نے فوج کو اس طرح آراستہ کیا کہ عرب نے اس سے پہلے اس قسم کی آراستگی نہین دیکھی تھی،

اس ترتیب و نظام سے فوج کے مختلف شعبے مثلاً قلب، میمنہ، اور میسرہ قایم ہو گئے اور حضرت عمرؓ کے زمانے مین اون مین اور بھی اضافہ ہوا،

اخلاقی حیثیت سے خلفاے راشدین کا سب سے اہم فرض یہ تھا کہ رسول اللہ صلعم

۱؎ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۰۰،

نے فوج کو جس قانون جنگ کا پابند بنایا تھا، اوسکو وہ بھی قایم رکھین، اور اوس کی محافظت کرین، رسول اللہ صلعم نے فوج کو جس اخلاقی قانون کا پابند بنایا تھا، اوس کے دفعات کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱ مال غنیمت مین خیانت نہ کیجائے،

۲ بدعہدی نہ کیجائے،

۳ مقتولین کے ہاتھ پانوٗن اور ناک کان نہ کاٹے جائین،

۴ بچے، عورتین، بوڑھے اور راہب نہ قتل کیئے جائین،

۵ مسلمانون کی آبادی پر حملہ نہ کیا جائے،

۶ لوگون کی جائداد اور مویشیون سے تعرض نہ کیا جائے،

۷ اسیران جنگ کو اون کے اعزہ و اقارب سے جدا نہ کیا جائے،

۸ لونڈیون سے بغیر استبراء رحم کے مباشرت نہ کی جائے،

خلفائے راشدین نے شدت کے ساتھ اس قانون کی محافظت کی چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے شام کی طرف فوج بھیجی تو امیر العسکر کو حسب ذیل وصیتین کین،

انک ستجد قوما زعموا انهم حبسوا	تم ایک ایسی قوم (راہب) کو پاؤگے جنھون نے
انفسهم لله فذرهم وانی موصیک	اپنے آپ کو عبادت خدا کے لیئے وقف کر دیا ہے
بعشر لا تقتلوا امراة ولا صبیا ولا	اون کو چھوڑ دو، مین تم کو دس وصیتین کرتا ہون
کبیرا هرما ولا تقطعن شجرا	عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرو، پھلدار درخت کو

مثمرا ولا تخربن عامرا ولا تعقرن	نہ کاٹو، آبادی کو ویران نہ کرو، بکری اور اونٹ کو
شاة ولا بعیرا الا لاکلہ ولا تحرقن نخلا	ذبح نہ کرو، نخلستان مین آگ نہ لگاؤ مال غنیمت
ولا تغرقنہ ولا تغلل ولا تجبن[1]	مین بد دیانتی نہ کرو، اور نامرد نہ ہو،

حضرت عمرؓ نے بھی ان توانین کا نہایت احترام کیا، اور فوج کو عام طور پر ہدایت فرمائی،

فان قاتلوکم فلا تغدروا ولا تغلوا	اگر وہ تم سے لڑین تو بدعھدی نہ کرو، خیانت نہ کرو
ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا[2]	مقتولین کے اعضا نہ کاٹو، اور بچون کو قتل نہ کرو،

ایک بار اون کو معلوم ہوا کہ فوجی لوگ امان دیکر بدعھدی کرتے ہین، تو سپہ سالار فوج کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہی کہ تم لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہو، اور جب وہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہین تو اون سے کہتے ہو کہ "مترس" یعنی نہ ڈرو، لیکن جب اون پر قابو پا جاتے ہو تو اون کو قتل کر ڈالتے ہو، اگر اب کوئی شخص اس بدعھدی کا مرتکب ہوا تو خدا کی قسم اوس کی گردن اوڑا دونگا[3]"

لیکن اس اخلاقی قانون کے تحفظ کے ساتھ حضرت عمرؓ نے مادی حیثیت سے بھی نظام فوج کو نہایت ترقی دی، چنانچہ ان ترقیون کی تفصیل یہ ہی،

۱ ایک مستقل محکمہ فوج قایم کیا، تمام لوگون کے نام درج رجسٹر کروائے اور اون کی تنخواہین مقرر کین،

[1] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب النھی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، [2] کتاب الخراج صفحہ ۱۲۰، [3] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب ماجاء فی الوفاء بالامان،

۲ ہر جگہ بڑے بڑے اصطبل بنوائے، جن مین چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت طیار رہتے تھے، کہ بوقت ضرورت فوجی تیاریون مین کوئی دشواری پیش نہ آئے، کوفہ مین اس کا اہتمام سلمان بن ربیعہ باہلی کے متعلق تھا، اور اس وجہ سے وہ سلمان الخیل کے لقب سے مشہور[1] تھے، گھوڑون اور اونٹون کی پرورش و پرداخت کے لیے متعدد چراگاہین قایم کرائی تھین جن کو حمی کہتے ہین،

۳ ملک مین مختلف چھاؤنیان قایم کین، بالخصوص سرحدی اور ساحلی مقامات[2] کو نہایت مستحکم اور محفوظ کیا،

۴ رسد کا مستقل محکمہ قایم کیا جس کو اہرا رکہتے تھے،

۵ سپاہیون کو بھتہ دیا جس کو عربی مین معونہ کہتے ہین، جو سپاہی نادار ہوتا تھا اوس کو سواری بھی ملتی تھی،

۶ فوج کی صحت اور تندرستی قایم رکھنے کے لیے مختلف تدبیرین کین، مثلاً

(۱) جو سرد ممالک ہوتے تھے وہان گرمیون مین اور گرم ممالک مین جاڑون کے موسم مین فوجین روانہ کرتے تھے،

(۲) فصل بہار مین عموماً اون مقامات مین فوجین بھیجتے تھے، جن کی آب وہوا خوشگوار اور وہ سرسبز وشاداب ہوتی[3]،

(۳) بارکون کی تعمیر اور چھاؤنیون کے بنانے مین ہمیشہ عمدہ آب وہوا کا لحاظ

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ سلمان الخیل، [2] طبری صفحہ ۲۴۸۶،

کرتے تھے،

(۶) کوچ کی حالت مین فوج کو حکم تھا کہ لوگ جمعہ کے روز شب و روز قیام کر کے دم لے لین، ہر روز اس قدر مسافت طے کی جائے کہ لوگ تھکنے نہ پائین اور پڑاو اوس مقام پر ڈالا جائے جہان ضروریات کی تمام چیزین مل سکین،

۷ رخصت کا باقاعدہ انتظام تھا جو فوجین دور دراز مقامات پر رہتی تھین، اون کو سال مین ایک دفعہ ورنہ دو دفعہ رخصت ملتی تھی، چنانچہ ایکبار اس مین تاخیر ہوئی تو فوج خود[۱] واپس چلی آئی،

۸ فوج کے ساتھ قاضی، افسر خزانہ، محاسب، طبیب، جراح اور مترجم مقرر کیے، جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا پہلے اوس کی تفصیل لکھی جاتی تھی، پھر محاسب اوس کو تقسیم کرتا تھا، طبری مین ہے،

کان الاخماس یکتب ویحسب[۲] خمس لکھا جاتا تھا اور اوس کا حساب کیا جاتا تھا،

۹ سفر مینا کا انتظام کیا اور یہ کام زیادہ تر ذمیون سے لیا، وہی پل باندھتے تھے سڑک بناتے تھے، بازار لگاتے تھے اور یہ تمام خدمتین مسلمانون کے حسن سلوک کی بنا پر بخوشی انجام دیتے تھے،

۱۰ ذمی جاسوسی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، لیکن اون کے علاوہ حضرت عمرؓ نے خود متعدد جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو اون کو ایک ایک جزئیات کی خبر

[۱] ابو داود کتاب الخراج باب تعقیب الجیوش، [۲] طبری صفحہ ۲۴۸۶،

دیتے رہتے تھے؛ تاریخ طبری میں ہے،

وکانت تکون لعمر العیون فی کل جیش، | ہر فوج میں حضرت عمرؓ کے جاسوس رہتے تھے،

۱۱ مقتولین ومجروحین کو میدان جنگ سے اوٹھانے کے لیئے خاص خاص اشخاص مقرر کیئے جاتے تھے؛ تاریخ طبری مین ہے،

وکل سعد رجالا ینقل الشہداء | حضرت سعد نے شہدا کے اوٹھانے کے لیئے اشخاص مقرر کیئے

شہدا کی لاشین آتی تھین تو بچے اور عورتین قبر کھود کھود کر اون کو دفن کرتی تھین،

غزوہ بحریہ، بحری جنگ کی تحریک اور ابتدا اوّل اوّل حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین ہوئی، چنانچہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ نے اون کو بحری جنگ کی طرف توجہ دلائی، لیکن حضرت عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی نیا کام کرنا ہوتا تھا، تو کافی معلومات حاصل کرنے کے بعد اوس کی ابتدا فرماتے تھے، اسلیئے پہلے حضرت عمرو بن العاصؓ سے بحری حالات دریافت فرمائے اور اونھون نے اس کو ایک پرخطر کام بتایا، حضرت عمرؓ کو غزوات بحریہ کی مشکلات کا اندازہ ہوا تو اوس کی طرف سے توجہ ہٹالی، اور مسلمانون کو اوس کی ممانعت فرمائی، لیکن صحابہ کرام کے جوش جہاد کے لیئے زمین کی وسعت کافی نہ تھی، اسلیئے باوجود اس ممانعت کے حضرت علاء بن حضرمیؓ اور حضرت عرفجہ بن ہرثمہ ازدیؓ نے حضرت عمرؓ کی اجازت کے بغیر ناکام بحری حملے کیئے، حضرت

۱؎ طبری صفحہ ۲۲۰۴، ۲؎ طبری صفحہ ۲۳۱۷، ۳؎ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۷، و طبری صفحہ ۲۸۲۰،

عمرؓ کو اون کی ناکامی کا حال معلوم ہوا تو سخت زجر و توبیخ کی اور معزولی کی دھمکی دی[1]

اس کے بعد اونکے عہد خلافت مین کوئی بحری جنگ نہین ہوئی لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے مین یہ جوش دوبارہ تازہ ہوا، حضرت امیر معاویہؓ کو ابتدا ہی سے رومیون کے ساتھ بحری جنگ کا خیال تھا، اونھون نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین اس خیال کو ظاہر بھی کیا تھا، لیکن اونھون نے اجازت نہین دی، حضرت عثمانؓ کے زمانے مین اونھون نے پھر یہ درخواست کی، پہلے تو اونھون نے یہ کہکر ٹالدیا کہ "حضرت عمرؓ نے تم کو اس سے روکا تھا" اونھون نے دوبارہ خواہش ظاہر کی تو اجازت دی، چنانچہ اونھون نے ۲۸ھ مین انقضاء موسم سرما کے بعد قبرس پر پہلا بحری حملہ کیا، اور وہان سے چند شرائط پر صلح کرکے واپس آئے[2] ۳۲ھ مین اون لوگون نے بعض شرائط صلح کی خلاف ورزی کی، تو حضرت امیر معاویہؓ نے پانچسو جہازون کے ساتھ دوبارہ حملہ کرکے قبرس کو فتح کرلیا، اور وہان عرب کی نوآبادیان قایم کین مسجدین تعمیر کین اور ایک شہر آباد کیا[3] اس کے بعد غزوات بحریہ کا عام سلسلہ قایم ہوگیا، اور برابر قایم رہا،

اسد الغابہ مین ہے،

کان جنادۃ بن امیہ علی غزو الروم	جنادہ بن امیہ حضرت عثمانؓ کے زمانے سے یزید
فی البحر لمعاویۃ من زمن عثمان	کے زمانہ تک امیر معاویہ کی جانب سے رومیون کے
الی ایام یزید[4]	ساتھ غزوہ بحریہ مین مشغول رہے

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۷، [2] طبری صفحہ ۲۴۶، [3] فتوح البلدان صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰، [4] اسد الغابہ تذکرہ جنادہ بن امیہ،

طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن قیس حارثی کو حضرت امیر معاویہؓ نے امیر البحر مقرر فرمایا تھا، اور اونھون نے پچاس بحری لڑائیان کین جن مین مسلمانون کا ایک آدمی بھی ضایع نہوا[1]،

جہاز سازی کا کارخانہ، ایسے عظیم الشان بحری حملے جس مین پانچ پانچ سو جہازون کا بیڑا سطح سمندر پر تلاطم انداز ہو بغیر جہاز سازی کے کارخانے کے نہین کیئے جا سکتے تھے اسلئے حضرت امیر معاویہؓ نے متعدد جہاز سازی کے کارخانے قایم کیئے تھے، جن مین پہلا کارخانہ مصر مین ۵۴ھ مین قایم کیا گیا تھا[2]،

علامہ بلاذری کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اونھون نے اور تمام ساحلی مقامات پر بھی جہاز سازی کے کارخانے قایم کیئے تھے، چنانچہ اون کے الفاظ یہ ہین،

كانت الصناعة بمصر فقط فامر	جہاز سازی کا کارخانہ صرف مصر مین تھا، لیکن
معاوية بجمع الصناع والنجارين	امیر معاویہ کے حکم سے کاریگر اور بڑھئی جمع
فجمعوا ورتبهم في السواحل	کیئے گیئے، اور اون کو اونھون نے تمام ساحلی مقامات پر
وكانت الصناعة في الاردن بعكاء	مقرر کیا، اور اردن مین بمقام عکا جہاز سازی کا کارخانہ تھا،

یہ کارخانہ مدتون قایم رہا، لیکن ہشام بن عبد الملک[3] نے اوس کو صور مین منتقل کر دیا،

---

[1] طبری صفحہ ۲۲۴۲، [2] حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، [3] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۴، عربی مین صناعۃ کے لفظ کا جیسا کہ علامہ سیوطی نے تصریح کی ہے، جہاز سازی کے کارخانہ پر اطلاق کیا جاتا ہے،

فتوحات صحابہ

اور

اون کے علل واسباب

اگر صحابہ کرام کے نظام اخلاق، نظام عمل اور نظام عقائد کی تحلیل کی جائے تو اون کی فتوحات کے اہم اور اصولی اسباب حسب ذیل قرار دیئے جا سکتے ہین،

(۱) صحابہ کرام دنیا کی فتح کے لیئے اوٹھے تو اون کے سامنے ایک خاص مقصد تھا جس کو خود رسول اللہ صلعم نے اون کا مطمح نظر قرار دیا تھا، چنانچہ بخاری شریف مین ہے کہ جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غزوۂ خیبر مین علم فتح عنایت فرمایا تو ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی فرمائے،

لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم	اگر خدا تمھارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو وہ تمھارے لیئے سرخ اونٹون سے بہتر ہے،

لیکن جس قوم سے بادۂ ہدایت کے ان متوالون کا مقابلہ ہوا، اون کے دل اس کیف سے بالکل خالی تھے، اون کا فوجی نظام اگرچہ نہایت مکمل تھا تاہم اون کے سامنے کوئی مقصد نہ تھا

وہ خارجی قوت سے لڑنا چاہتے تھے، حالانکہ فوج صرف اندرونی طاقت سے لڑتی ہی،
خود فرانس کا مشہور مورخ لیبان صحابہ کرام کی فتوحات کا سبب اسی مقصد جلیل اور
اسی قوت ایمانیہ کو قرار دیتا ہے، چنانچہ اپنی مشہور فلسفیانہ کتاب سر تطور الامم
مین لکھتا ہے،

اگر ہم عرب کی ابتدائی فتوحات کے زمانے کی تاریخ پر غور کرین (حالانکہ ابتدائی
فتوحات عادۃً مشکل اور اہم ہوتی ہین) تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اون کا مقابلہ اون حریفون سے
ہوا، جن کا نظام فوج اگرچہ نہایت مستحکم تھا، تاہم اون کی اخلاقی طاقت ضعیف ہوگئی
تھی، عرب کی فوج نے اول اول شام کی طرف پیش قدمی کی، جہان اون کو بیزنطائن
فوج سے سابقہ پڑا جو اون افراد سے مرکب تھی جو کسی مقصد کے لیئے اپنے اندر جان فروشی
کا جذبہ نہین رکھتی تھی، لیکن عرب کی قوت ایمانیہ اون کی تعداد کو کئی گنا بڑہا دیتی تھی
اسلیئے اون کو ایسی کھوکھلی فوج کے شیرازہ کے پراگندہ کرنے مین کوئی دشواری
پیش نہین آئی[1]،

(۲) رسول اللہ صلعم کی ذات پاک خود صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک عظیم الشان
سبب تھی، محبت و اطاعت نے صحابہ کرام کو اس شمع ہدایت کا پروانہ بنا دیا تھا، اور
وہ صرف جان دیکر اوس سے جدا ہو سکتے تھے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ
نے کہا کہ "مین تمھارے سامنے ایسے چہرے اور ایسے مخلوط آدمی دیکھتا ہون جو تم کو

[1] سر تطور الامم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶۵،

چھوڑ کر بھاگ جائین گے“، تو اِس طنز آمیز فقرے نے جان نثاران رسول کے دلون پر نشتر کا

کام کیا، اور حضرت ابوبکرؓ نے برہم ہو کر کہا ”ہم اور آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے“[1]

غزوہ بدر مین جب آپ نے کفار کے مقابلہ کے لیئے صحابہ کرام کو جوش دلایا

تو حضرت مقدادؓ نے کہا کہ ”ہم وہ نہین ہین جو موسیٰ کی قوم کی طرح یہ کہکر الگ ہو جائین،

اذھب انت و ربک فقاتلا، تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور دونون ملکر لڑو،

بلکہ ہم آپ کے دائین سے بائین سے، آگے سے، پیچھے سے، لڑین گے“، چنانچہ یہ جان نثارانہ

فقرے سنے تو فرط مسرت سے آپکا چہرہ دمک اوٹھا،[2]

غزوہ حنین مین معرکہ کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ اصحاب

سمرہ کو بلائین، اونھون نے آواز دی تو وہ لوگ لبیک کہکر اس جوش کے ساتھ

ٹوٹ پڑے، جس طرح بچے والی گائین اپنے بچون پر ٹوٹتی ہین،[3]

جان نثاری رسول کے عنوان مین اس قسم کی متعدد مثالین گذر چکی ہین،

اور ان تمام مثالون کو پیش نظر رکھکر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جو قوم اپنے پیغمبر

کی اس قدر جان نثار ہو، اوس کی محبت مین اس قدر سرشار ہو، اوس کی اس قدر

اطاعت گذار ہو، اوس کی حکومت کا پھریرا افق عالم پر لہرا سکتا تھا، یا اوس قوم کا؟

جس نے اپنے پیغمبر سے صاف صاف کہدیا تھا،

اذھب انت و ربک فقاتلا انا ... تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو ہم تو اسی جگہ

---

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، [2] بخاری کتاب المغازی باب قصۃ غزوۃ بدر،

[3] مسلم کتاب الجہاد باب فی غزوۃ حنین،

ھھنا قاعدون، بیٹھتے ہین،

(۳) صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک بڑا سبب تحمل مشاق تھا، تحمل مشاق فوج کے نظام اخلاق کا نہایت ضروری عنصر ہے، اور صحابہ کرام نے فوجی خدمات کے ادا کرنے مین جس قدر جسمانی تکلیفین اوٹھائی ہین، اوس کی نظیر سے دنیا کی مذہبی اور سیاسی تاریخ خالی ہی، بنو اسرائیل کو وادی تیہ مین کوئی فوجی خدمت انجام نہین دینی پڑتی تھی، اون کو بھوک اور پیاس کی شدت کا مقابلہ کرنا نہین پڑتا تھا، اون کے لیے آسمان سے من وسلوی اوترتا تھا، اور زمین سے چشمے اوبلتے تھے تاہم وہ فوجی زندگی کے ابتدائی امتحان مین بھی پورے نہین اوترے، اور گھبرا کر بول اوٹھے،

لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا	ہم ایک ہی کھانے پر قناعت نہین کرسکتے،
ربک یخرج لنا مما تنبت الارض	ہمارے لیے خدا سے دعا کرو کہ زمین سے
من بقلھا وقثائھا وفومھا وعدسھا	ترکاری، کھیرے، گیہون، مسور اور
وبصلھا،	پیاز اوگائے،

لیکن صحابہ کرام کو ایک غزوہ مین فی کس صرف ایک کھجور ملتی تھی، جس کو وہ بچون کی طرح چوس کے پانی پی لیتے تھے، درخت سے پتے جھاڑ لاتے تھے اور اوس کو پانی مین بھگو کر کھا لیتے تھے[۱]،

ایک غزوہ مین سامان رسد ختم ہوگیا تو صحابہ کرام کھجور کی گٹھلیان چوس چوس کر

---

[۱] ابوداود کتاب الاطعمہ باب فی دواب البحر،

پانی پی لیتے[1] تھے

غزوہ احزاب مین سامان رسد اس قدر کم تھا کہ تمام صحابہ مٹھی بھر جو اور بڑی ہوئی چربی پر بسر کرتے[2] تھے،

ایک غزوہ مین تمام صحابہ کے درمیان صرف ایک سواری تھی، اسلیے پیدل چلتے چلتے تلوون مین سوراخ ہوگئے تھے، پاؤن کے ناخن گر گر پڑے تھے، مجبوراً تمام صحابہ کو پاؤن مین چیتھڑے لپیٹنے پڑے، اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا جس کے معنی چیتھڑے کے ہین[3]،

(۴) صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک سبب اون کا بیباکانہ اقدام تھا، چنانچہ صحابہ کرام نے مدین مین داخل ہونا چاہا تو بیچ مین دریا پڑتا تھا، لیکن اس سیلاب کو یہ دریا کیونکر روک سکتا تھا؟ تمام صحابہ نے دریا مین گھوڑے ڈالدیئے اور اوس کو عبور کر کے شہر مین داخل ہونا چاہا، ایرانیون نے اس منظر کو دیکھا تو کہا کہ "دیوان آمدند" اور یہ کہکر شہر کو خالی کر[4] دیا،

(۵) فوجی نظام اخلاق کا اصلی عنصر صبر و استقلال ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے ہر موقع پر صبر و استقلال کی تعلیم دی ہے،

یا ایہا النبی حرض المومنین علی القتال	اے پیغمبر، مسلمانون کو جہاد کے لیئے ابھار و اگر
ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا	تم مین بیس شخص بھی صاحب استقلال ہون تو دو سو کو

[1] مسلم کتاب الایمان باب من لقی اللہ بالایمان وہو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ وحرم علی النار، [2] بخاری غزوہ خندق،
[3] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذات الرقاع، [4] طبری صفحہ ۲۴۴۱،

مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا | غالب آجائین گے اور اگر تم مین سو ہون تو ہزار کافرون
من الذین کفروا بانھم قوم لایفقھون | پر غالب ہون گے، کیونکہ وہ کچھ نہین سمجھتے،

فیض تربیت نبوی نے اس عنصر کو صحابہ کرام کے نظام اخلاق کا ایک لازمی جزو بنا دیا تھا، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے، والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولیٓک الذین صدقوا و اولئٓک ھم المتقون ، اسلیے سخت سے سخت فوجی مشکلات مین وہ ثابت قدم رہے، اور آخر غالب آئے، رسول اللہ صلعم نے طائف پر چڑھائی کی تو وہان کے لوگ قلعہ بند ہو گئے، اور آپ واپس پلٹ آئے، حضرت صخرؓ کمک لیکر پہونچے تو معلوم ہوا کہ آپ واپس تشریف لے گئے، لیکن انھون نے قسم کھائی کہ جب تک قلعہ مسخر نہو جائیگا وہ واپس نہ آئین گے، چنانچہ اونھون نے محاصرہ کیا اور قلعہ مسخر ہو گیا،[1]

ایک بار رومیون نے مسلمانون کے مقابل مین ایک لشکر گران جمع کیا حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کو اس خطرے کی اطلاع دی تو اونھون نے لکھا کہ "مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اوس کے بعد خدا اوس کو اطمینان و سکون عطا فرماتا ہے، ایک مشکل دو آسانیون پر غالب نہین آسکتی، خداوند تعالیٰ قرآن پاک مین خود کہتا ہے،

یاایھا الذین آمنوا اصبروا | مسلمانو! صبر کرو، باہم صبر کی تلقین کرو، استقلال

[1] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب اقطاع الارضین،

صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون، — اختیار کرو اور خدا سے ڈرو شاید تم کامیاب ہوجاؤ،

(۶) اگر فوج میں ایک بددیانت سپاہی بھی شامل ہو تو وہ پوری فوج کی مادی اور اخلاقی طاقت کو بے اثر کرسکتا ہے، اوس کو حرص و طمع ہر قسم کی منافقت پر آمادہ کرسکتی ہے، وہ ہر قسم کی نمک حرامی کرسکتا ہے، وہ درپردہ دشمن کا جاسوس بن سکتا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ چند پیسوں پر اپنے فوجی مقصد کو قربان کرسکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے،

ما ظهر الغلول فی قوم قط الا القی فی قلوبهم الرعب۵ — کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں خیانت پیدا ہو اور وہ مرعوب نہ ہوجائے،

لیکن صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کے دربار کے سامان دیکھے، دنیا نے اون کے آگے اپنا خزانہ اوگل دیا، اون کے سامنے زر وجواہر کے انبار لگ گئے، تاہم انہیں کوئی چیز اون کی دیانت کو صدمہ نہ پہونچاسکی، ایران کی فتح کے بعد جب دربار خلافت میں کسریٰ کی مرصع تلوار اور زرین کمر بند آیا، تو حضرت عمرؓ نے اون کو دیکھکر فرمایا کہ "جس قوم نے ان چیزون کو ہاتھ نہیں لگایا وہ ایک متدین قوم ہے"

یہی دیانت تھی جس نے صحابہ کے سامنے فتوحات کے دروازے کھولدیئے تھے، چنانچہ جب اصطخر فتح ہوا اور صحابہ کرام نے بلا کم و کاست مال غنیمت کو امیر العسکر کے

---

۵ طبری صفحہ ۲۶۹۶،

سامنے لاکر رکھدیا تو اوس نے کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا، جس مین کہا" اسلام اور اہل اسلام کی تمامتر ترقیان اوسی وقت تک ہین جب تک لوگ خیانت نہ کرین لیکن جب بددیانتی شروع ہوگی، تو نادیدنی چیزین دیکھنے مین آئین گی، اور بہت، اوس قدر کافی نہوگا جتنا تھوڑا ہوتا ہے،[1]

(۷) صحابہ کرام کے فتوحات کا ایک سبب اون کا مساویانہ طرز عمل تھا، رومیون اور ایرانیون نے انسانون کے جو مختلف طبقے قایم کردیئے تھے، اوس کا ناگوار احساس خود رعایا کو ہوچکا تھا اسلئے اون مین مدافعت کا وہ شریفانہ جذبہ نہین پیدا ہوسکتا تھا جو خود ارکان سلطنت کے دلون مین موجود تھا، چنانچہ جب حضرت مغیرہؓ قید کرکے رستم کے دربار مین پیش کیئے گئے، تو وہ بے تکلف رستم کے برابر تخت پر جاکر بیٹھ گئے، ایرانیون کو یہ کیونکر گوارا ہوسکتا تھا؟ خدام بارگاہ جھپٹے اور اون کو فوراً تخت سے اوتار دیا، اس موقع پر اونھون نے کہا کہ "ہم پہلے صرف تمھارے قصے سنتے تھے، لیکن آج مجھے تم سے زیادہ احمق کوئی قوم نظر نہین آتی، ہم عرب لوگ باہم مساویانہ برتاؤ کرتے ہین، کوئی کسی کو غلام نہین بناتا، میرا خیال تھا کہ تم لوگ ہماری طرح ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرتے ہوگے اسلئے یہ بہت اچھا ہوا کہ تم نے خود مجھے بتادیا کہ تم مین بعض لوگ بعض لوگون کے خدا ہین، اب تمھاری سلطنت قایم نہین رہ سکتی، مین نے اس راز کے انکشاف کے لیئے خود کوئی کوشش نہین کی، تم نے بلایا تو مجھے معلوم ہوا کہ اب تم لوگ مغلوب ہوگے، کیونکہ اس

[1] طبری صفحہ ۲۷۹۰،

طرز عمل سے کوئی ملک قایم نہین رہ سکتا، اس آزادانہ تقریر کو سنکر طبقہ سفلی کے اصلی جذبات ابھر آئے، اور سب کے سب ہم زبان ہوکر بول اوٹھے کہ خدا کی قسم یہ عرب سچ کہتا ہے، دہقانون نے کہا کہ "اس نے ہمارے غلامون کے دل کی بات کہدی"[1]،

اس کے برخلاف اسلامی فوج مین اصول مساوات سے ذرہ برابر تجاوز نہین کیا جا سکتا تھا، جنگ ایران مین حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار تھے، اون کے سامنے چند ایرانی رئیسون نے نہایت لذیذ کھانے پیش کیئے، تو اونھون نے پوچھا کیا تم نے اسی طرح کے کھانون سے تمام فوج کی ضیافت کی ہے؟ بولے "نہین" فرمایا، "ابو عبیدہ بدترین شخص ہوگا اگر ایک قوم کو ساتھ لیکر آئے جو اوس کے آگے اپنا خون بہائے اور پھر وہ اپنے آپ کو اون پر ترجیح دے، وہ وہی کھائیگا جس کو سب لوگ کھاتے ہین[2]"

اس مساوات نے خود مخالفین کو یقین دلا دیا تھا، کہ اس قوم کے سامنے اب اونکے عرش کے پائے متزلزل ہوجائین گے، چنانچہ جب رومیون سے جنگ ہوئی تو قلیفضلار نے ایک عربی جاسوس کو بھیجا کہ مسلمانون کی اخلاقی حالت کا پتہ لگائے، اوس نے پلٹ کر خبر دی کہ یہ لوگ راتون کو تو راہب رہتے ہین اور دن کو شہسوار بن جاتے ہین، اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی کوئی چیز چرائے تو اوس کے ہاتھ کاٹ لیتے ہین، اور اگر زنا کرے تو اوس کو سنگسار کرتے ہین، یہ سنکر قلیفضلار خود بول اوٹھا کہ "اگر یہ سچ ہے تو میرے لیئے یہی بہتر ہے کہ مین پیوند خاک ہوجاؤن[3]"

---

[1] طبری صفحہ ۲۴۲۴، [2] طبری صفحہ ۲۱۷۱، [3] طبری صفحہ ۲۱۲۶

(۶) صحابہ کرام کی فتوحات کو ذمیون کی ہمدردی اور اعانت نے بھی بہت کچھ ترقی دی کیونکہ صحابہ کرام نے ذمیون کے ساتھ جو سلوک کیا، اوس نے اون کو اسقدر گرویدہ کرلیا، کہ جب یرموک مین رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی اور صحابہ کرام نے اس خیال سے کہ اب وہ ذمیون کی جان ومال کی حفاظت نہین کرسکتے جزیہ وخراج کی کل رقم اون کو واپس کردی، تو اہل حمص نے کہا کہ "تمھاری عادلانہ حکومت ہم کو اپنی قدیم ظالمانہ حکومت سے زیادہ پسند ہے، ہم تمھارے عامل کے ساتھ ہرقل کی فوج سے معرکہ آرا ہون گے" یہودیون نے توراۃ کی قسم کھا کر کہا کہ "جب تک ہم مغلوب نہو جائین ہرقل کا عامل حمص مین داخل نہین ہوسکتا"[1]

اس گرویدگی کا یہ نتیجہ تھا کہ یہی لوگ تمام فوجی کام جن پر فوج کی کامیابی کا وارمدار ہی، انجام دیتے تھے، جاسوسی کرتے تھے، پیٹھ بازار لگاتے تھے، اور دشمن کی خبرین لاتے تھے، معجم البلدان مین ہی،

وکان الدھاقین ناصحوا المسلمین	دہقانون نے مسلمانون کی خیرخواہی کی، اون کو
ودلوھم علی عورات فارس و	ایرانیون کی کمزوریان بتائین، اون کو راستہ
اھدوا لھم و اقاموا لھم الاسواق،	دکھایا، اور اون کے لیے بازار لگائے،

صحابہ کرام کے حریفون کو اس طرز عمل نے خود یقین دلادیا تھا کہ جو قوم معاہدہ کی اسقدر پابند ہو اوس کی اخلاقی طاقت کا مقابلہ نہین کیا جاسکتا، چنانچہ جب مسلمانون کی

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۴۴، [2] معجم البلدان ذکر کوفہ،

فوج سے ایک رومی قیدی بھاگ نکلا اور ہرقل نے اوس سے مسلمانون کے حالات پوچھے تو اوس نے کہا کہ "وہ لوگ دن کو شہسوار اور رات کو راہب ہوتے ہین جس قوم سے معاہدہ کرتے ہین اوس سے ہر چیز بہ قیمت لیکر کھاتے ہین اور جس شہر مین داخل ہوتے ہین امن وامان کے ساتھ داخل ہوتے ہین"، ہرقل نے یہ سنکر کہا کہ اگر یہ سچ ہو تو وہ میرے اِن دو قدمون کے نیچے کی زمین تک کے مالک ہوجائین گے[1]"

(۹) صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک سبب اونکا اتحاد و ائتلاف تھا، اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید مین فرماتا ہے،

هو الذی ایدک بنصره و بالمومنین	خدا وہ ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانون کے ذریعہ
والف بین قلوبهم ولو انفقت ما	سے تمھاری تائید کی، اور اون مین اتحاد واتفاق
فی الارض جمیعا ما الفت بین	پیدا کیا اگر تم زمین کا کل خزانہ صرف کردیتے تب بھی
قلوبهم ولکن الله الف بینهم	اون کے دلون کو نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے اون مین
انه عزیز حکیم ٥	اتحاد پیدا کیا اور اللہ غالب اور دانا ہے،

اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید اور اس اتحاد نے رسول اللہ صلعم کو دنیا کی ہر مادی طاقت سے بے نیاز کردیا تھا، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک مین فرماتا ہے،

یا ایها النبی حسبک الله ومن اتبعک	اے پیغمبر تیرے لیئے خدا اور مسلمان کافی
من المومنین ٥	ہین،

[1] طبری صفحہ ۲۳۹۵،

رسول اللہ صلعم کے بعد بھی صحابہ کرام نے اس اتحاد کو قایم رکھا اور جب اوس مین کسی قسم کا ضعف پیدا ہو تو اوس کی اصلاح کی، ایک بار حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی کہ قریش نے مختلف مجلسین قایم کرلی ہین، اور باہم ل جل کر نہین بیٹھتے، تو اون کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ "مجھے معلوم ہوا ہی کہ تم لوگون نے مختلف مجلسین قایم کرلی ہین، اور اب یہ امتیاز قایم ہو گیا ہے کہ لوگ کہتے ہین یہ فلان کا دوست ہی، اور وہ فلان کا ہمنشین ہی، خدا کی قسم یہ تمھارے مذہب کو، تمھارے شرف کو، اور تمھارے تعلقات کو بہت جلد برباد کردیگا، اور گویا مین اون لوگون کو دیکھ رہا ہون، جو اسکے بعد کہین گے کہ یہ فلان کی رائے ہی، اور اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالین گے، ایک ساتھ نشست وبرخاست کرو کیونکہ وہ ہمیشہ تمھاری محبت کو قایم رکھے گا اور دشمن تمھارے[1] اجتماع کو دیکھکر مرعوب ہون گے،،

(۱۰) ان اسباب کے علاوہ اور دوسرے اخلاقی اوصاف، مثلاً مذہبی پابندی وفا، صدق، اصلاح اور مواسات وغیرہ نے بھی صحابہ کرام کی فتوحات کو بہت کچھ ترقی دی، صحابہ کرام کی مادی طاقت کا غیر قومون پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا تھا، چنانچہ عجمیون نے جب اون کے تیر دیکھے تو نہایت حقارت آمیز لہجہ مین کہا کہ "یہ تکلے ہین" لیکن اون کی روحانیت عجمیون کے بڑے بڑے جنرلون کو مرعوب کردیتی تھی، ایک بار بمقام قادسیہ صبح کی اذان ہوئی، تو تمام صحابہ اس تیزی سے نماز ادا کرنے

[1] طبری صفحہ ۲۷۵۶،

کے لیئے دوڑے کہ ایرانیون کو دھوکا ہوا کہ حملہ کرنا چاہتے ہین، لیکن جب رستم نے دیکھا کہ وہ ایک روحانی آواز پر اسقدر جلد جمع ہوجاتے ہین تو خود بخود بول اوٹھا، کہ "عمر نے میرا کلیجہ کھا گیا"[1]

اسی جنگ مین جب ایک ایرانی گرفتار ہوا اور اوس نے مسلمانون کے اخلاقی منظر کو دیکھا تو مسلمان ہوگیا، اور کہا کہ "جب تک تم مین یہ وفا، یہ صداقت، یہ اصلاح، یہ مواسات ہے تم لوگ شکست نہین کھا سکتے"[2]

(۱۱) بعض اوقات صحابہ کرام کی ظاہری شان وشوکت، کچھ کم موثر اور اونکا ظاہری جوش وخروش بھی کچھ کم مرعوب کن نہ تھا، حضرت حارث بن یزید بکری کا بیان ہے کہ "مین مدینہ آیا تو دیکھا کہ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی ہے، سیاہ جھنڈیان لہرا رہی ہین، حضرت بلال رضی رسول اللہ صلعم کے سامنے تلوار لگائے ہوئے کھڑے ہین، مین نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگون نے کہا آپ عمرو بن العاص رضی کو ایک مہم پر روانہ فرما رہے ہین"[3]

فتح مکہ کے زمانہ مین کفار کو اس جوش اور اس ظاہری شان وشوکت کا نہایت موثر اور مرعوب کن منظر نظر آیا، رسول اللہ صلعم کے ساتھ دس ہزار جان نثار شریک تھے، اور آپ نے ہر قبیلے کے الگ الگ دستے بنائے تھے، جب یہ پرجوش فوج روانہ ہوئی تو اوس کی روانگی سے پہلے حضرت ابوسفیان رضی اسلام لا چکے تھے، رسول اللہ صلعم نے اون کو صحابہ کرام کے جوش سے مرعوب کرنا چاہا، اور حضرت عباس رضی کو حکم دیا کہ اونکو

---

[1] طبری صفحہ ۲۲۹۱، [2] طبری صفحہ ۲۲۶۴، [3] ترمذی تفسیر القرآن تفسیر سورہ ذاریات،

یہ پر اثر منظر دکھائین، ابوسفیان کو اونھون نے ایک مقام پر روک لیا، جب رسول اللہ صلعم کے ساتھ یہ دستے ترتیب و نظام کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہر دستہ ابوسفیان کے سامنے سے گذرا، اونھون نے پہلے دستے کے متعلق حضرت عباسؓ سے سوال کیا، کہ یہ کس قبیلے کے لوگ ہین؟ بولے "غفار" بولے مجھے ان سے غرض نہین"، اسی طرح جہینہ، سعد بن ہذیم اور قبیلہ سلیم کے دستے گذرے اور اونھون نے نام پوچھکر کہا کہ "مجھے ان سے کوئی واسطہ نہین"، سب کے آخر مین ایک عظیم الشان دستہ گذرا جس کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہؓ تھے، ابوسفیان نے اونکا نام پوچھا، تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ "یہ انصار ہین"، اخیر مین ایک چھوٹا سا دستہ گذرا، جس کے علمبردار حضرت زبیر ابن عوامؓ تھے، اور خود شمع نبوت انھی پروانون کے جھرمٹ مین تھی، آپ مقام حجون مین پہونچے تو آپ کا علم نصب کیا گیا، اور صحابہ کرام اس جوش سے حملہ آور ہوئے کہ ابوسفیان بول اوٹھے کہ "آج قریش کا باغ اوجڑ گیا"،

صحابہ کرام جب کوئی فوجی خدمت انجام دیتے تو یہ جوش اور بھی تازہ ہوجاتا، غزوہ خندق کے زمانہ مین موسم نہایت سرد اور رسد کا سامان اسقدر کم تھا کہ

یوتون بملاء کفی من الشعیر فیصنع لہم	صحابہ کے پاس مٹھی بھر جو آتا اور سڑی ہوئی بدبو
باھالۃ سنخۃ توضع بین یدی القوم	دار بدمزہ چربی کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا اور
والقوم جیاع وھی بشعۃ فی الحلق و	اوس گرسنہ قوم کے سامنے یہ بدمزہ اور
لہاریح منتن ۵	بدبودار کھانا رکھدیا جاتا،

زمین اسقدر سخت تھی کہ بعض پتھرون کے توڑنے مین صحابہ کرام کی مجموعی طاقت نے جواب دیدیا اور خود رسول اللہ صلعم کو اپنی معجزانہ طاقت سے کام لینا پڑا، لیکن باین ہمہ صحابہ کے جوش کا یہ حال تھا کہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے،

نحن الذین بایعوا محمدا — علی الجہاد ما بقینا ابدا

ہمنے محمد کے ہاتھ پر جہاد کے لیے بیعت کی ہے — اوسوقت تک کیلیے جب تک زندہ ہین

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یہ رجز پڑھکر اس جوش کو تازہ کرتے رہتے تھے،

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا

خدا کی قسم اگر خدا ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے — نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا — وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے خدا ہم پر اپنا سکینہ نازل فرما — اور اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم کر

ان الاولی قد بغوا علینا — اذا ارادوا فتنۃ ابینا

اون لوگون نے (کفار نے) ہمارے خلاف بغاوت کی ہے — جب وہ لوگ جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہین تو ہم اس سے انکار کرتے ہین

جب اخیر مصرع پر پہونچتے تو آواز نہایت بلند ہو جاتی، اور مکرر فرماتے "ابینا ابینا"[1]،

(۱۲) صحابہ کرام کو اون کی مستعدی اور سرگرمی نے بھی غزوات مین بہت کچھ کام دیا اور اون کو مختلف جنگی خطرات سے محفوظ رکھا،

ایک بار آپ سفر مین تھے، کفار نے ایک جاسوس کو بھیجا، وہ آکر صحابہ کرام کے

---

[1] بخاری غزوہ خندق،

پاس بیٹھا اور چپکے سے نکل گیا، آپ نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر ڈالو، حضرت اکوع رض نہایت مستعد، تیز رو، اور سرگرم صحابی تھے، سب کے آگے نکل گئے اور اوس کو قتل کر ڈالا،

ایک دوسرے سفر جہاد مین مسلمانون کی فوجی حالت نہایت ابتر تھی، اکثر لوگ پاپیادہ تھے، فوج مین بہت سے کمزور لوگ شامل تھے، اتفاق سے کفار کا ایک جاسوس آیا اور صحابہ کرام کی تمام فوجی کمزوریون کو دیکھ بھال کر چلتا ہوا، قبیلہ اسلم کے ایک مستعد صحابی نے اوس کا تعاقب کیا اور اوس کو جا لیا، حضرت سلمہ بن اکوع رض بھی پیچھے پیچھے تھے اب اونھون نے آگے بڑھکر اوس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی، اوس کو زمین پر بٹھا دیا اور تلوار کھینچ کر اوس کی گردن اوڑا دی،[1]

ایک بار عبد الرحمٰن بن عیینہ نے سوارون کے ایک دستہ کے ساتھ رسول اقدس صلعم کے اونٹون پر چھاپہ مارا، حضرت اکوع رض کو خبر ہوئی تو نہایت تیزی کے ساتھ پہلے مدینہ کا رخ کیا، اور عرب کے طریقہ پر تین بار "یا صباحاہ" کا نعرہ مارا، پھر پلٹ کر اون کا تعاقب کیا، وہ اگرچہ تنہا تھے، اور دشمن تیر پہ تیر برساتے تھے اور تلوار پر تلوار چلاتے تھے، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف تمام اونٹنیون کو واپس لیا بلکہ ڈاکو بھاگے اور اس سرعت اور بدحواسی کے ساتھ بھاگے کہ ۳۰ سے زیادہ نیزے اور ۳۰ سے زیادہ چادرین بھی چھوڑتے گئے،[2]

---

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الجاسوس المستامن، [2] ابو داود کتاب الجہاد باب فی السریہ ترد علی اہل العسکر،

تعمیر مساجد

مسجد قبا، اور مسجد نبوی کی عالمگیر شہرت نے اگرچہ مدینہ منورہ اور اوس کے آس پاس کی اور تمام مسجدون کو گم نام کر دیا ہے تاہم تاریخ رجال اور احادیث کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے مدینہ کے متصل ہر جگہ بکثرت مسجدین تعمیر کی تھین اور ادن مین با جماعت نماز ہوتی تھی فتح الباری مین حضرت جابرؓ سے مروی ہے،

لقد لبثنا بالمدینۃ قبل ان یقدم علینا	ہم رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری سے کئی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسنین	سال پیشتر مدینہ مین مسجدین تعمیر کرتے تھے اور
نعمر المساجد و نقیم الصلاۃ [1]	اونہین نماز پڑھتے تھے،

دارقطنی مین ہے کہ مسجد نبوی کے متصل قبیلہ بنو عمر، بنو ساعدہ، بنو عبید، بنو سلمہ، بنو راتج، بنو زریق، اسلم، جہینہ، اور بنو ستان کی نو مسجدین آباد تھین جن مین حضرت بلالؓ کی اذان کی صدا پہونچنے کے ساتھ جماعت شروع ہوتی تھی [2] اس روایت کا ایک

---

[1] فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، [2] دارقطنی کتاب الصلوٰۃ باب تکرار المساجد،

راوی یعنی ابو لہیعہ اگرچہ ضعیف ہی لیکن اور روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، امام بخاری نے ایک مستقل باب باندھا ہے کہ مساجد کو اشخاص کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے یا نہین؟ اور اس باب مین جو حدیث لائے ہین اوس مین بہ تصریح مسجد بنو زریق کا نام لیا ہی، طبقات ابن سعد مین ہی،

وبجھینہ مسجد بالمدینۃ[1] مدینہ مین جہینہ کی ایک مسجد ہے،

اصابہ مین ہی کہ خود رسول اللہ صلعم نے اِس مسجد کی داغ بیل ڈالی تھی،[2]

صرف انہی قبائل کی خصوصیت نہین بلکہ کوئی قبیلہ، کوئی محلہ، اور کوئی گانون، مساجد سے خالی نہ تھا، مسند ابن حنبل مین ایک مدنی سے روایت ہی کہ مین نے مسجد بنو غفار مین نماز پڑھی[3]، اور صحیح مسلم مین ہی کہ اس قبیلہ کے امام خفاف بن ایما ابن رخصہ غفاری تھے، ایک راوی کا بیان ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو قبیلہ بنو عبد الاشہل کی مسجد مین دیکھا[4] اسی کتاب مین حضرت عبداللہ بن عمر خطمیؓ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ بنو خطمہ کی مسجد کے امام تھے، ابو سنان عبدی کے حال مین صاحب اصابہ نے لکھا ہے کہ وہ بنو صباح کی مسجد کے موذن تھے، انصار کی جو آبادیان تھین سب مین الگ الگ مسجدین قایم تھین، صحیح مسلم مین ہی کہ حوالی مدینہ مین انصار کے جو قصبے آباد تھے، عاشورہ کے دن رسول اللہ صلعم اون مین عام منادی کرا دیتے تھے، کہ جو لوگ روزہ دار ہین اپنے روزے پورے کر لین اور جو افطار کر چکے ہین وہ بقیہ دن کا روزہ رکھین، چنانچہ صحابہ اپنے بچون کو لیکر

[1] طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۷، [2] اصابہ تذکرہ حضرت ابو مریم جہنی [3] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵، [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ثابت بن الصامت انصاریؓ

مسجدون مین نکل جاتے تھے[1]، موطائے امام مالک مین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایک گاؤن مین آئے جس مین قبیلہ بنو معاویہ آباد تھا اور پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تمہاری مسجد مین کہان نماز پڑھی تھی[2]،

قبائل اور آبادیون کے علاوہ مدینہ کے راستون مین بہ کثرت مسجدین آباد تھین اور اور اون مین رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھی تھی، چنانچہ امام بخاری نے ایک خاص باب باندھا ہے جس کی سرخی یہ ہے (باب المساجد التی علی طرق المدینۃ والمواضع التی صلی فیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے تحت مین اس قسم کی متعدد مسجدون کا نام لیا ہے،

ان تمام مساجد مین بہت سی مسجدین حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانے تک قایم تھین، چنانچہ جن مساجد مین رسول اللہ صلعم نے نماز ادا فرمائی تھی اونھون نے اون کو دوبارہ منقش پتھرون سے تعمیر کروایا[3]، وفاء الوفا مین ان مسجدون کا مفصل حال لکھا ہے، ہم اس موقع پر اون کی ایک مختصر فہرست درج کرتے ہین،

مسجد جمعہ چونکہ رسول اللہ صلعم نے اس مین پہلا جمعہ ادا فرمایا تھا اسلیئے وہ مسجد جمعہ کے نام سے موسوم ہو گئی،

مسجد فضیخ یہ مسجد قبا کے مشرقی جانب وادی کے کنارے ایک بلند مقام پر واقع تھی اس کا ایک نام مسجد الشمس بھی ہے، جس کی وجہ تسمیہ ظاہر یہ ہے کہ بلند مقام پر ہونے سے

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیۃ یومہ، [2] موطا کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی الدعاء، [3] فتح الباری جلد اول صفحہ ۴۷۱،

سورج کی شعاعیں سب سے پہلے اسی مسجد پر پڑتی تھیں،

مسجد بنو قریظہ، | بنو قریظہ کے مکانات کے کھنڈر اسی کے متصل تھے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ محاصرہ کے زمانے میں رسول اللہ صلعم نے حضرت سعد بن معاذؓ کی تیمارداری کے لئے جو مسجد متعین کردی تھی، وہ بظاہر یہی مسجد تھی،

مشربہ ام ابراہیم، | یہ ایک باغ کے اندر ایک بالاخانہ تھا، اور حضرت ماریہ قبطیہؓ اسی میں رہتی تھیں، آپ نے چونکہ اس میں نماز ادا فرمائی تھی اسلئے اخیر میں اس نے مسجد کی صورت اختیار کرلی، تاہم کوئی دیوار قایم نہیں کی گئی بلکہ اِدھر اُدھر سے پتھر کھڑے کردیئے گئے،

مسجد بنو ظفر، | یہ مسجد بقیع کے مشرقی جانب واقع تھی،

مسجد بنو معاویہ، | اس مسجد کا نام مسجد اجابہ بھی ہے جس کی وجہ جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الفتن میں ہے کہ اس میں رسول اللہ صلعم کی ایک دعا مقبول ہوئی تھی،

مسجد فتح، | چونکہ غزوۂ احزاب میں رسول اللہ صلعم نے اس میں فتح کی دعائیں مانگی تھیں اسلیئے اس کا ایک نام مسجد احزاب بھی ہے جس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے اس کے آس پاس اور تین مسجدیں تھیں جو اسی نام سے موسوم تھیں،

مسجد قبلتین، | یہ مسجد وادی عقیق کے کنارے واقع تھی بعض لوگوں کے نزدیک چونکہ تحویل قبلہ اسی مسجد میں ہوئی تھی اسلئے اس کا یہ نام پڑگیا،

مسجد السقیا، | حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ایک قطعہ زمین تھا جس میں ایک کنواں تھا جس کو سقیا کہتے تھے یہ مسجد اسی کنوئیں کے متصل آباد تھی،

مسجد ذباب، ذباب ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر یہ مسجد واقع تھی،

مسجد احد، یہ مسجد کوہ احد کے متصل واقع تھی،

ان مساجد کے علاوہ وفار الوقارین اور مسجدون کے نام بھی مذکور ہین جن کو ہم اختصار کے خیال سے نظر انداز کرتے ہین،

مدینہ اور حوالی مدینہ کے علاوہ عرب کے جن ممالک مین اسلام پھیلا وہان صحابہ کرام نے مسجدین تعمیر کین، رسول اللہ صلعم نے متعدد صحابہ کو بت شکنی کے لیے طائف بھیجا تو حکم دیا کہ جہان یہ بت نصب تھا وہین مسجد تعمیر کی جائے تاکہ خدا وہان پوجا جائے جہان پوجا نہین جاتا تھا،[1]

آفتاب اسلام کی شعاعین سواحل یمن پر پڑین اور یہان کا ایک قبیلہ عبد القیس اسلام لایا تو اوس قبیلہ نے جو مسجد تعمیر کی اوس کو یہ شرف حاصل ہوا کہ مسجد نبوی کے بعد جمعہ کی سب سے پہلی نماز اسی مسجد مین ادا کی گئی[2]،

صنعا مین بھی کوہ ضبیل کے پاس ایک مسجد تھی چنانچہ رسول اللہ صلعم نے وہان حضرت وبر بن یحنس کلبی کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا تو فرمایا کہ اوس مسجد مین جانا[3]،

حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کا وفد آپکی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے ملک مین ایک گرجا ہی تو آپ نے اون لوگون کی درخواست پر اپنے وضو کا پانی عنایت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ گرجے کو توڑ ڈالو اور اس پانی کو چھڑک کر

[1] اسد الغابہ تذکرہ تمیم بن غیلان بن سلمہ الثقفی، [2] بخاری کتاب الجمعہ باب الجمعۃ فی القری والمدن، [3] اصابہ تذکرہ حضرت وبر بن یحنس کلبیؓ

وہان مسجد بنا لو چنانچہ اون لوگون نے واپس جاکر حسب ارشاد مسجد تعمیر کرلی، ابو داود مین ایک روایت ہی،

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا بالمساجد ان نصنعہا فی دیارنا ونصلح صنعتہا ونطہرہا	رسول اللہ صلعم ہم کو حکم دیتے تھے کہ اپنے دیار مین عمدہ مسجدین بنائین اور اون کو پاک وصاف رکھین،

ابو داود کتاب الصلوۃ باب اتخاذ المساجد فی الدور مین اس حدیث کو درج کیا ہی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وہ مسجدین تھین جو آپ کے حکم سے صحابہ اپنے گھرون مین بنا لیتے تھے، لیکن دیار کے لفظ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم باہر کے مسلمانون کے متعلق ہوگا، بہرحال اسلام جہان جہان پھیلا وہان مسجدین تعمیر ہوئین یہی وجہ ہے کہ جب آپ کہین فوج کشی کرتے تھے تو ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی کرتے تھے،

اذا رایتم مسجدا او سمعتم موذنا فلا تقتلوا احدا[۲]	اگر کہین مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو وہان کسی کو قتل نہ کرو،

خلفاء راشدین کے زمانے مین فتوحات کے ساتھ ساتھ جا بجا اسلام اور مسلمان دونون پھیل گئے، اسلئے خلفاء راشدین نے بہ کثرت مسجدین تعمیر کروائین، حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ تو نہایت مختصر اور پر آشوب تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے عہد مین، ہر شہر مین کم از کم ایک ورنہ بعض بعض شہرون مین متعدد مسجدین تعمیر ہوئین، چنانچہ اونھون نے تمام کے تمام عمال کو لکھا کہ ہر ہر شہر مین ایک ایک مسجد تعمیر کی جائے[۳]، کوفہ آباد کیا گیا تو حضرت عمرؓ کے

[۱] صحیح نسائی کتاب المساجد باب اتخاذ البیع المساجد، [۲] ابو داود کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین، [۳] حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ذکر جوامع مصر، حسن المحاضرہ کی اصل عبارت یہ ہی، لما فتح عمر البلدان کتب الی ابی موسی وہو علی البصرۃ یامرہ ان یتخذ مسجد الجماعۃ

حکم سے ہر قبیلے کے لیئے الگ الگ مسجدین تعمیر ہوئین چنانچہ جب کوفہ والون نے حضرت سعدؓ کی شکایت کی کہ وہ ٹھیک طور پر نماز نہین پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے ایک ایک مسجد مین اس کی تحقیقات کروائی[1]، اسی طرح بصرہ کی آبادی کے ساتھ ہر قبیلے کے لیئے الگ الگ مسجدین تعمیر ہوئین[2]،

عراق فتح ہوا تو ہر جگہ مسجدین تعمیر کی گئین سب سے پہلے حضرت سعدؓ نے مداین مین جامع مسجد تعمیر کروائی، پھر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اس کی عمارت کو اور وسیع و مستحکم کیا، اس کے بعد بہ ترتیب کوفہ اور انبار کی مسجدین تعمیر ہوئین[3]،

حضرت عتبہ بن فرقدؓ موصل کے گورنر مقرر ہوئے تو اونھون نے ایک مسجد تعمیر کروائی[4]، حضرت عمرؓ نے اون کو معزول کر کے حضرت ہرثمہ بن عرفجۃ البارقی کو وہان کا والی مقرر کیا تو اونھون نے وہان مسلمانون کی ایک مستقل نو آبادی قایم کی اور اون کے لیئے ایک جامع مسجد تعمیر کروائی[5]،

حضرت سعید بن عامر بن خذیمؓ جزیرہ کے والی مقرر ہوئے تو رقہ اور رہا کی مسجدین تعمیر کرائین، اون کے انتقال کے بعد حضرت عمیر بن سعدؓ ان کے قایم مقام ہوئے تو دیار ربیعہ اور دیار مضر مین متعدد مسجدین تعمیر کرائین[6]،

مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے وہان نہایت عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی اور تقریبًا اسی صحابہ نے اوسکا قبلہ سیدھا کیا اوس مسجد مین بخور بھی سلگایا جاتا تھا[7]،

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب القرآۃ للامام والماموم فی الصلوٰۃ کلہا فی الحضر والسفر [7] حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ ذکر جامع مصر [2] فتوح البلدان صفحہ ۳۴۹

[3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عتبہ بن فرقدؓ [4] فتوح البلدان صفحہ ۳۳۴ [5] فتوح البلدان صفحہ ۱۸۶ [6] حسن المحاضرہ صفحہ ۵۸ جلد اول،

شام مین لاذقیہ فتح ہوا تو حضرت عبادہ بن صامتؓ کے حکم سے ایک جامع مسجد تیار ہوئی اور بعد کو اس کو اور توسیع دی گئی[1]،

حضرت عثمان بن العاصیؓ نے بحری حملہ کرکے توج کو فتح کیا تو وہان عرب کی ایک نوآبادی قایم کی اور وہان متعدد مسجدین بنوائین[2]،

حضرت عمرؓ نے جدید مسجدون کی تعمیر کے ساتھ مسجد نبوی اور مسجد حرام کی تجدید و توسیع بھی کی، ازواج مطہرات کے حجرون کے علاوہ مسجد نبوی کے آس پاس کے اور تمام مکانات نہایت گران قیمت پر خرید لیے حضرت عباسؓ اول اول اپنا مکان دینا نہین چاہتے تھے، لیکن اخیر مین اونھون نے بھی اوس کو وقف کردیا، اب حضرت عمرؓ نے مسجد کو ازسرنو اینٹ سے تعمیر کیا، ستون پہلے کھجور کے تھے، اونھون نے لکڑی کے ستون لگوائے[3]، مسجد کا طول پہلے ۱۰۰ گز تھا، اونھون نے ۱۴۰ گز کردیا عرض مین بھی ۲۰ گز کا اضافہ ہوا،

تجدید عمارت کے ساتھ حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے ایک گوشہ مین ایک چبوترہ بھی بنوایا کہ جو لوگ شور و شغب کرنا یا اشعار وغیرہ پڑھنا چاہین وہین جاکر پڑھین[4]،

۱۷ھ مین حرم کی عمارت کو بھی بہت کچھ وسعت دی جن لوگون نے بالکل خانہ کعبہ کے متصل مکانات بنوا لیے تھے حضرت عمرؓ نے اون سے کہا کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اور گھر کے لیے صحن چاہیے، لیکن تم نے اوسکے کعبہ ہی کو دبا لیا ہی، اوس نے تم کو نہین دبایا ہے، چنانچہ اس غرض سے تمام مکانات منہدم کروا دیے، پہلے خانہ کعبہ کی کوئی دیوار نہ تھی،

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۳ و [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۰، [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی بناء المساجد،
[4] موطا کتاب الصلوۃ العمل فی جامع الصلوۃ،

حضرت عمرؓ نے اوس کے گرد چار دیواری بنوائی اور اوس پر چراغ جلوائے[1]،

کعبہ پر اگرچہ غلاف ہمیشہ سے چڑھایا جاتا تھا چنانچہ جاہلیت مین نطع اور مغافر کا غلاف چڑھاتے تھے، اور رسول اللہ صلعم نے یمنی کپڑون کے غلاف چڑھوائے، لیکن حضرت عمرؓ نے قباطی کا غلاف تیار کروایا جو نہایت عمدہ مصری کپڑا ہوتا ہے[2]،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین بہ کثرت نوآبادیان قایم ہوئین اور بہ کثرت مسجدین تعمیر ہوئین اونھون نے حضرت امیر معاویہؓ کو غزوہ بحریہ کی اجازت دی تو ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ متعینہ فوج کے علاوہ تمام سواحل پر جدید فوجی آدمی آباد کرائے جائین اون کو جاگیرین اور جلاوطن شدہ لوگون کے مکانات دیئے جائین مسجدین تعمیر کرائی جائین اور اون کے زمانے سے پیشتر جو مسجدین تعمیر ہوچکی ہین اون کو وسعت دیجائے[3]،

حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی اور حرم محترم کو بھی بہت کچھ وسعت دی، پہلے پہل جب اونھون نے توسیع مسجد نبوی کا ارادہ کیا تو لوگون نے اگرچہ مخالفت کی اور قدیم ہیئت کو بدلنا پسند نہین کیا[4] لیکن بالآخر سب لوگ راضی ہوگئے، اور اب حضرت عثمانؓ نے نہایت اہتمام کے ساتھ ربیع الاول ۲۹ھ مین تعمیر کا کام شروع کروایا، اور پورے دس مہینے مین کام ختم ہوا[5]، حضرت عمرؓ کے زمانے تک دیوار کچی اینٹ کی تھی، اونھون نے منقش پتھرون کی دیوارین قایم کین، اور اوس پر چونے کی سفیدی کروائی حضرت عمرؓ نے لکڑی کے ستون لگوائے تھے اونھون نے منقش پتھرون کے ستون قایم کروائے

[1] بخاری باب بنیان الکعبہ، [2] معجم البلدان ذکر مسجد الحرام، [3] فتوح البلدان صفحہ ۵۴، [4] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۵، [5] صحیح مسلم باب فضل بناء المساجد، [6] خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۳۴،

رسول اللہ صلعم کے زمانے تک گویا چھپر کی چھت تھی، اونھون نے ساکھو کی چھت بنوائی[1]،

حضرت عثمان رضؓ نے حرم محترم کی عمارت کو اور بھی وسعت دی اردگرد کے تمام مکانات خرید کر گروا دیئے اور اون کی زمین کو حرم مین شامل کر دیا اونھون نے مسجد حرام مین یہ جدت کی کہ رواق بنوائے جن کو ان کے اولیات مین شمار کیا جاتا ہی[2]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد مین اگرچہ بہت کم مسجدین تعمیر ہوئین، تاہم یہ سلسلہ بالکل منقطع نہین ہوا، فتوح البلدان مین ہے کہ اونھون نے حضرت اشعث بن قیس رضؓ کو آذربایجان کا والی مقرر کیا وہ آئے تو دیکھا کہ وہان کے لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھ چکے ہین، اونھون نے اردبیل ایک نیا شہر آباد کیا وہان بہت سے عرب بسائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی[3]، اس کے علاوہ اون کے عہد مین ہم کو اور کسی جدید مسجد کا نام نہین ملتا،

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے زمانے مین بہ کثرت نو آبادیان قایم ہوئین اور نو آبادیون کے ساتھ مساجد کا تعمیر ہونا لازمی تھا، اونھون نے جزیرہ قبرس کو فتح کیا تو وہان ایک شہر آباد کرایا اور بارہ ہزار فوجی آدمی متعین کیے جنھون نے وہان متعدد مسجدین تعمیر کین[4]، اون کے عہد مین افریقہ فتح ہوا تو عقبہ بن نافع فہری نے جو وہان کے گورنر تھے وہان مسلمانون کی ایک مستقل نو آبادی قایم کی بہت سے مکانات اور ایک جامع مسجد بنوائی[5]، حضرت امیر معاویہ رضؓ نے اون مسجدون مین بھی توسیع و اضافہ کیا جو اون سے

[1] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المساجد، [2] فتوح البلدان صفحہ ۵۳، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۳۷، [4] فتوح البلدان صفحہ ۱۶۰، [5] فتوح البلدان صفحہ ۲۳۶،

پہلے تعمیر ہو چکی تھین مثلاً اونھون نے زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو اوس نے وہان کی مسجد کو نہایت وسعت دی اور اوس کو اینٹ اور چونے سے بنوایا اور ساکھو کی چھت پٹوائی[1]

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین فن تعمیر مین بھی ایک جدید ترقی ہوئی یعنی حضرت عبد الرحمان بن سمرہؓ جو اون کی جانب سے سجستان کے عامل تھے آئے تو اپنے ساتھ کابل سے چند غلام لائے جنھون نے اون کے محل مین کابلی طرز کی ایک مسجد تعمیر کی[2]، مصر مین جو مسجدین تعمیر ہوئی تھین اب تک اون مین منارے نہین تھے حضرت سلمہ بن مخلد نے جو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، ۵۳ھ مین مساجد مین منارے بنوائے[3]،

انصاب حرم، حرم کے حدود سے چونکہ بہت سے شرعی احکام متعلق ہین اسلئے اسکے گرد ہر طرف پتھر کھڑے کر دیئے گئے تھے جن کو انصاب حرم کہتے تھے ہر زمانے مین ان پتھرونکی تجدید ہوتی رہی، سب سے پہلے رسول اللہ صلعم نے حضرت تمیم بن اسیدؓ کو اس خدمت پر مامور کیا[4]، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کی تجدید کرائی[5]،

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین پھر تجدید و اصلاح کی ضرورت پیش آئی تو اونھون نے حضرت کرز بن علقمہؓ سے یہ کام لیا[6]،

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۳۵۵، [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۰۴، [3] اصابہ تذکرہ سلمہ بن مخلد، [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت تمیم بن اسیدؓ، [5] اسد الغابہ تذکرہ حضرت مخرمہ بن نوفلؓ، [6] اسد الغابہ تذکرہ حضرت کرز بن علقمہؓ،

خدمات متفرقہ

مسجد کی صفائی، | ایک بار کسی نے مسجد نبوی مین تھوکدیا تھا، رسول اللہ صلعم نے ملاحظہ فرمایا تو اسقدر برہم ہوئے کہ چہرۂ مبارک سُرخ ہوگیا، ایک صحابیہ اوٹھین اور اوس کو مٹادیا، اور اوس جگہ خوشبو لگائی، آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خوب کام کیا[1]،

ایک صحابیہ تھین جو ہمیشہ مسجد نبوی مین جھاڑو دیا کرتی تھین، یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ رسول اللہ صلعم اوس کی نہایت قدر فرماتے تھے، چنانچہ جب اون کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام نے اون کو راتون رات دفن کردیا، اور آپ کو اطلاع نہ دی، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیون نہین خبر کی؟ بولے "حضور استراحت فرما رہے تھے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہین کیا[2]"،

مسجد مین روشنی کا انتظام، | صحابہ کرام کھجور کی شاخون کی مشعل بناکر لاتے تھے، اور مسجد نبوی مین روشنی کرتے تھے، مدتون یہی حالت رہی، اس کے بعد حضرت تمیم دارمیؓ کا ایک تجارت پیشہ غلام جس کا نام فتح تھا، بیت المقدس سے زیتون کا تیل اور قندیل لایا،

[1] نسائی کتاب الصلوۃ باب تخلیق المسجد، [2] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوۃ علی القبر،

اور مسجد مین روشنی کی، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو فرمایا کس نے روشنی کی ہے؟ غلام کا نام معلوم ہوا تو اوس کا نام فتح کے بجائے سراج رکھدیا جس کے معنی چراغ جلانے والے[1] کے ہین، حضرت عمرؓ نے مساجد مین اور بھی وسیع پیمانے پر روشنی کا انتظام کیا، چنانچہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجدون مین قندیلون کی جگمگاہٹ دیکھی تو بولے کہ "عمرؓ نے جس طرح ہماری مساجد کو روشن کیا، اوسی طرح خدا اون کی قبرین بھی اوجالا کرے[2]"،

مسجد مین بخور کا انتظام، ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس مال غنیمت مین عود کا ایک بنڈل آیا جس کو اونھون نے حسب معمول مسلمانون مین تقسیم کرنا چاہا، لیکن کافی نہوا، اسلیے حکم دیا کہ انگیٹھی مین رکھکر مسجد مین سلگایا جائے، تاکہ تمام مسلمان اوس سے فائدہ اوٹھائین اون کے بعد تمام خلفاء نے اس انتظام کو قایم رکھا[3]،

مسجد کی نگرانی، حضرت عمرؓ نہایت اہتمام کے ساتھ مسجد کی نگرانی فرماتے تھے عموماً عشاء کے بعد مسجد مین آتے اور کسی بیکار شخص کو دیکھتے تو نکال دیتے، البتہ نمازی اس سے مستثنیٰ تھے، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی حال تھا، ایک دن عصر کی نماز کے لیۓ آئے تو دیکھا کہ مسجد کے کسی گوشہ مین ایک درزی بیٹھا ہوا ہے، اوس کو نکل جانے کا حکم دیا، لوگون نے کہا "وہ مسجد مین جھاڑو دیتا ہے، دروازے بند کرتا ہے، کبھی کبھی چھڑکاؤ بھی کرتا ہے،" بولے"

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ سراج، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ، [3] خلاصۃ الوفاء صفحہ ۱۷۴،

مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کاریگرون کو مسجد سے الگ رکھو[1]"

ازان، صحابہ کرام اذان کو نہایت ثواب کا کام سمجھتے تھے، اسلیئے اس خدمت کو نہایت شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے، حضرت عمرؓ فرماتے تھے اگر مین موذن ہوتا تو میرا کام مکمل ہو جاتا[2]، حضرت ابن مکتومؓ اور حضرت بلالؓ نے تو اپنی زندگی ہی اس خدمت پر وقف کردی تھی، اور اوس کو نہایت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے تھے، مسجد نبوی کے متصل ایک صحابیہ کا مکان سب سے بلند تر تھا، حضرت بلالؓ صبح تڑکے وہین آجاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے، جب صبح طلوع ہوتی تو اوسی مکان کے اوپر چڑھکر اذان دیتے، اذان دینے کے بعد رسول اللہ صلعم کا انتظار کرتے، جب آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوتے تو اقامت[3] کہتے،

امامت، امامت نہایت ذمہ داری کا کام ہے، لیکن صحابہ کرام اس خدمت کو نہایت شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے، مہاجرین پہلے پہل مدینہ مین آئے تو حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ امامت کرتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہؓ کا قبیلہ مسلمان ہوا تو اون لوگون نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ ہم مین کون امامت کریگا؟ آپ نے فرمایا جس کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہو، حضرت عمرو بن سلمہؓ کا سن اگرچہ صرف سات آٹھ برس کا تھا، تاہم اون کو قرآن سب سے زیادہ یاد تھا، اس لیئے اون لوگون نے اونہی کو امام بنایا،

[1] خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۷۴، [2] اسد الغابہ تذکرہ ابو الوقاص، [3] ابوداود کتاب الصلوۃ ابواب الاذان،

اور وہ عمر بھر اون کے امام رہے، حضرت ام مکتوم رض کو امامت کے لیئے رسول اللہ صلعم نے خود اپنا خلیفہ بنایا تھا، حضرت معاذ بن جبل رض اپنی قوم کے امام تھے، لیکن پہلے رسول اللہ صلعم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے تب اپنی مسجد مین جاکر امامت کرتے تھے حضرت اسید بن حضیر رض اپنی قوم کے امام تھے، وہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلعم عیادت کو آئے اون لوگون نے کہا کہ "ہمارا امام بیمار ہے" فرمایا "وہ بیٹھ کر نماز پڑھین تو تم لوگ بھی بیٹھکر نماز ادا کرو"[۱]، تمام خلفاء اور فرائض خلافت کے ساتھ یہ فرض بھی ادا کرتے تھے،

حجاج کی خدمت، صحابہ کرام حجاج کی خدمت کو بڑے ثواب کا کام سمجھتے تھے اور نہایت فیاضی کے ساتھ اون کے آرام و آسایش کا سامان بہم پہنچاتے تھے، حضرت عمر رض نے اہل مکہ کو عام حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھرون مین دروازے نہ لگائین، تاکہ تمام حجاج بلا روک ٹوک اون مین قیام کرسکین، مکہ اور مدینہ کے راستہ مین اونھون نے سرائین، چوکیان اور کنوئین تیار کرائے تھے کہ حجاج اون سے متمتع ہوسکین، سقایہ یعنی حاجیون کو پانی پلانے کی خدمت زمانہ جاہلیت مین حضرت عباس رض کے خاندان سے متعلق تھی، اور عہد اسلام مین بھی اونکا یہ خاندانی شرف قایم رہا، ایام حج مین اونکے خاندان کے لوگ، دودھ، شہد اور ستو کی سبیل چلاتے تھے، لیکن حضرت عبداللہ ابن عباس رض حاجیون کو صرف نبیذ پلاتے تھے، ایک شخص نے اون سے پوچھا کہ آپکا خاندان بخیل ہے یا محتاج؟ بولے "نہ بخیل ہے نہ محتاج، وجہ صرف یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے

[۱] ابوداود کتاب الصلوۃ ابواب الامامۃ،

پانی مانگا، تو ہم نے آپ کو نبیذ پلائی، آپ نے فرمایا تم نے خوب کیا ایسا ہی کرتے رہو، اس لیئے ہم آپ کے ارشاد مین کسی قسم کا تغیر کرنا نہین چاہتے"



سلہ ابو داود کتاب المناسک باب فی نبیذ السقایہ،

علمی خدمات

تعلیم قرآن

اگرچہ صحابہ کرام نے قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ رسول اللہ صلعم کے قیام مکہ معظمہ ہی کے زمانے سے شروع کر دیا تھا چنانچہ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضؓ اور حضرت ابن مکتوم رضؓ کو بیعت عقبہ اولی کے بعد اس غرض سے مدینہ بھیجا تھا کہ لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دین[1] لیکن ہجرت کے بعد مسجد نبوی مین ایک مستقل حلقہ درس قایم ہو گیا اور اصحاب صفہ شب و روز قرآن مجید کی تعلیم و تعلم مین مصروف رہنے لگے، سنن ابن ماجہ مین ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلعم کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو آپ کو مسجد مین دو حلقے نظر آئے ایک مین لوگ تلاوت و دعا کرتے تھے اور دوسرے حلقے والے تعلیم و تعلم مین مصروف تھے آپ نے فرمایا "دونون نیک کام کر رہے ہین، ایک گروہ تلاوت و دعا کرتا ہے دوسرا قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رہا ہے، مین صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہون" یہ کہکر اسی حلقۂ درس مین بیٹھ گئے[2]، اس حلقہ مین درس و تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص قرآن مجید

---

[1] مسند جلد ۴ صفحہ ۲۹۱ و بخاری کتاب التفسیر تفسیر سبح اسم ربک الاعلی، [2] سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،

پڑھتا جاتا تھا اور دوسرے لوگ سنتے جاتے تھے، ایکبار اسی حالت مین رسول اللہ صلعم آنکلے تو قاری جو قرآن پڑھ رہا تھا رک گیا اور ادب سے سلام کیا، آپ بیچ مین بیٹھ گئے۔ اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا لوگ حلقہ قایم کرکے آپ کے گرد بیٹھ گئے[1]،

اصحاب صفہ نہایت نادار اور مفلس تھے اسلئے ان مین کچھ لوگ دن کو شیرین پانی بھرلاتے، جنگل سے لکڑیان چن لاتے اور اون کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اوس کو وجہ معاش مین صرف کرتے[2]، لیکن اس مصروفیت کی وجہ سے اون کو دن مین تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہین ملتا تھا، اس بنا پر تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا تھا، مسند ابن حنبل مین ہے،

فکانوا اذا جنهم اللیل انطلقوا الی معلم لهم بالمدینة فیدرسون اللیل حتی یصبحوا[3]

جب رات ہوجاتی تھی تو یہ لوگ ایک معلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے تھے،

اس طرح جو لوگ تعلیم و تربیت حاصل کرچکتے تھے اون کو قرآ کہا جاتا تھا اور باہر کے مسلمانون کو مذہبی تعلیم کی ضرورت ہوتی تھی تو یہی لوگ بھیجے جاتے تھے، چنانچہ ایکبار کچھ لوگ باہر سے آئے اور رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگون کو کردیجئے، کہ ہم کو قرآن اور سنت کی تعلیم دین، آپ نے ستر انصار کو جو قرا کے نام سے مشہور تھے ساتھ کردیا لیکن ان لوگون نے دھوکے سے اون کو شہید کردیا[4]،

باہر سے جو مہاجرین آتے وہ بھی اہل صفہ مین داخل ہوجاتے اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرکے اپنے وطن واپس جاتے ابوداؤد مین حضرت عبادہ بن صامتؓ سے اجمالاً مروی ہے

[1] ابوداود کتاب العلم باب فی القصص، [2] صحیح مسلم کتاب الامارة باب ثبوت الجنة للشهید، [3] مسند جلد ۳ صفحہ ۱۳۷، [4] مسلم کتاب الامارة باب ثبوت الجنة للشهید،

علمت ناسا من اھل الصفة القرآن والکتاب فاھدی الی رجل منھم قوساً[1]،	مین نے اصحاب صفہ مین سے چند لوگون کو قرآن کی اور لکھنے کی تعلیم دی، اون مین سے ایک نے مجھے ایک کمان ہدیۃً بھیجی،

لیکن مسند کی روایت مین تصریح ہے کہ یہ شخص مہاجر تھا اور اس نے اپنے وطن مین پہونچکر اون کی خدمت مین ہدیۃً یہ کمان بھیجی تھی[2]، اس سلسلہ سے الگ انصار کا ہر گھر مہمان خانہ ہونے کے ساتھ ایک مستقل مکتب بن گیا تھا، باہر سے جو مہاجر آتے رسول اللہ صلعم اون کو انصار کے سپرد کردیتے اور وہ لوگ مہمانداری کے ساتھ اس دلسوزی سے اون کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے کہ یہ لوگ نہایت شکر گذاری کے ساتھ واپس جاتے، چنانچہ وفد عبد القیس آیا تو اس منت شناسانہ اعتراف کے ساتھ واپس گیا،

ان الانصار یعلمونا کتاب ربنا وسنة نبینا[3]،	انصار ہم کو ہمارے خدا کی کتاب اور ہمارے پیغمبر کی سنت سکھاتے ہین،

وفد بنو تمیم آیا تو مدت تک مدینہ مین رہکر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا رہا[4]،

بعض اوقات مہاجرین کو بھی یہ خدمت انجام دینی ہوتی تھی، چنانچہ حضرت وردان رض طائف سے آئے تو آپ نے اون کو حضرت ابان بن سعید رض کے حوالے کیا کہ اون کے مصارف کا بار اوٹھائین، اور اون کو قرآن مجید کی تعلیم دین[5]،

نظام حکومت کے قایم ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلعم نے جو امرا و عمال

[1] ابو داود کتاب البیوع باب فی کسب المعلم [2] مسند جلد ۵ صفحہ ۳۲۴، [3] مسند جلد ۳ صفحہ ۴۳۲، [4] اسد الغابة تذکرہ عمرو بن اہتم، [5] اصابہ تذکرہ وردان جد الفرات،

مقرر فرمائے ان کا سب سے مقدم فرض کتاب اور سنت کی تعلیم دینا قرار دیا، چنانچہ استیعاب تذکرہ معاذ بن جبلؓ میں ہی،

بعثه رسول الله صلی الله علیه وسلم	آپ نے اونکو یمن کے ایک حصہ کا قاضی مقرر فرماکر بھیجا
قاضیا الی الجند من الیمن یعلم الناس	کہ وہان کے لوگون کو قرآن مجید اور احکام
القرآن وشرایع الاسلام،	اسلام کی تعلیم دین،

چنانچہ اونھون نے وہان پہونچکر ایک خطبہ دیا جس مین لوگون کو اسلام اور تفقہ فی القرآن پر آمادہ کیا اور کہا کہ جب قرآن مجید پڑھ چکنا تو مجھ سے پوچھنا کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون؟ وہ لوگ قرآن مجید پڑھ چکے تو اون سے یہ سوال کیا[1]، اس کے بعد اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے مین تعلیم قرآن کے متعلق کوئی خاص یا جدید انتظام نہین کیا گیا، لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم قرآن کا سلسلہ قایم کیا، تمام ممالک مفتوحہ مین تعلیم قرآن کے لیے مکاتب قایم کیے، اور بعض حالتون مین قرآن مجید کی جبری تعلیم کا انتظام کیا، چنانچہ ایک شخص کو جس کا نام ابوسفیان تھا، خاص اس کام پر مامور کیا کہ بدؤون کے قبائل مین دورہ کرکے ہر شخص کا امتحان لے اور جس کو قرآن مجید یاد نہو اوس کو سزا دے[2]،

حضرت عبادہ بن صامتؓ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے عہد نبوت ہی مین قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے، شام فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہان کے مسلمانون کی تعلیم کے لیے اونہی کو

---

[1] دارمی باب الاقتدار بالعلماء صفحہ ۴۴، [2] اصابہ تذکرہ اوس بن خالدؓ

منتخب کیا اور اون کے ساتھ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کو بھی کر دیا،
ان مین حضرت عبادہؓ نے حمص مین قیام کیا حضرت ابو الدرداءؓ دمشق کو گئے، اور حضرت
معاذؓ نے فلسطین مین اقامت اختیار کی اس کے بعد حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی فلسطین
چلے گئے[1]، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو اون کے ساتھ حضرت
عمران بن حصینؓ کو بھی کر دیا کہ لوگون کو فقہ اور قرآن کی تعلیم دین[2]،

حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی تعلیم کی توسیع و اشاعت کے لئے اور بھی مختلف
ذرائع اختیار کئے، ضروری سورتون یعنے بقرہ، نسار، مائدہ، حج، اور نور کی نسبت حکم دیا
کہ تمام مسلمانون کو ان کا سیکھنا لازمی ہوگا، کیونکہ ان مین احکام اور فرائض مذکور ہین[3]،
عمال کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ قرآن مجید پڑھ چکے ہون اون کو بھیجدین کہ اونکی تنخواہین
مقرر کر دی جائین[4]،

ان تدابیر سے قرآن مجید کی تعلیم نے بتدریج اس قدر وسعت حاصل کی کہ ایک
بار خراج کا کچھ مال بچ گیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد وقاصؓ کو اجازت دی کہ طلبائے
قرآن کو تقسیم کر دیا جائے، دوسرے سال بھی یہ نوبت پیش آئی تو اونھون نے لکھا کہ پہلے
سال صرف سات آدمی تھے اور اس سال سترہ ہیں[5]، ایک بار جب فوجی افسرون کو
لکھا کہ میرے پاس حفاظ قرآن کو بھیجدو کہ اون کو جابجا قرآن کی تعلیم کے لیے معلم بنا کر
بھیجون، تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لکھا کہ صرف میری فوج مین تین سو سے

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبادہ بن صامتؓ، [2] فتوح البلدان صفحہ ۳۶۴، [3] کنز العمال جلد اصفحہ ۲۲۴، [4] کنز العمال جلد اصفحہ ۲۱۷، [5] اصابہ تذکرہ بشیر بن ربیعہ،

زاید حافظ موجود ہیں[1]،

حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی نہایت اہتمام کیا، ہر جگہ تاکیدی حکم بھیجدیا کہ قرآن مجید کے ساتھ صحت اعراب کی تعلیم دی جائے اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ جو شخص علم لغت کا ماہر نہ ہو وہ قرآن مجید نہ پڑھانے پائے[2] اون کے بعد اور خلفاء نے بھی اس سلسلہ کو قایم رکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانے مین آذر بائجان دوبارہ فتح ہوا تو کچھ لوگ وہان اشاعت اسلام کے لئے آباد کردیئے گئے، اون کی کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت علیؓ کے زمانے تک یہ لوگ مسلمان ہوکر قرآن مجید پڑھ چکے تھے[3] حضرت علیؓ کی نسبت ایک روایت ہے کہ اونھون نے طلبائے قرآن کے وظیفے دو دو ہزار مقرر فرمائے[4]،

حضرت امیر معاویہؓ نے جزیرۂ قبرس فتح کیا تو مجاہدین جبر کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے متعین کیا[5]،

بعض صحابہ ذاتی طور پر بھی لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے، حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ میرے پانوٴن مین بیڑیان ڈالکر قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے[6]،

کوفہ مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ایک مستقل حلقہ درس قایم ہوگیا تھا چنانچہ اس حلقے کے کچھ لوگ شام مین آئے تو حضرت ابو الدرداؓ نے ان سے قرآن پڑھوا کر سنا[7]،



[1] کنز العمال جلد اصفحہ ۲۱۷، [2] کنز العمال جلد اصفحہ ۲۲۸، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۳۲، [4] کنز العمال جلد اصفحہ ۲۳۰، [5] فتوح البلدان صفحہ ۱۵۴، [6] دارمی صفحہ ۳۰، [7] بخاری کتاب التفسیر تفسیر واللیل اذا یغشی،

تعلیم حدیث

صحابہ کرام اشاعت حدیث کے لیئے تمام ممالک مفتوحہ مین پھیل گئے تھے اور لوگون کو نہایت شوق کے ساتھ حدیث کی تعلیم دیتے تھے، حضرت ابوادریس خولانی[رض] کا بیان ہی کہ "مین حمص کی مسجد مین گیا تو ایک حلقہ مین جس مین ۳۲ صحابی تھے بیٹھ گیا، ایک شخص روایت حدیث کر چکتا تو دوسرے صاحب اس سلسلہ کو شروع کرتے"[1] نضر بن عاصم اللیثی کا بیان ہی کہ مین کوفہ کی مسجد مین گیا تو ایک حلقہ نظر آیا، جو نہایت خاموشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے تھا، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان[2] ہین،

حضرت ابوالدرداء[رض] دمشق مین رہتے تھے، اور جب درس دینے کے لئے مسجد مین آتے تھے تو اون کے ساتھ طلبار کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسے بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہی،[3] لیکن علم حدیث کا سب سے بڑا دار العلم مدینہ تھا، حضرت جابر بن عبداللہ[رض] خاص مسجد نبوی مین

[1] مسند جلد ۵ صفحہ ۳۲۰، [2] مسند جلد ۵ صفحہ ۳۸۶، [3] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ حضرت ابوالدرداء[رض]،

بیٹھکر حدیث کا درس دیتے تھے، علامہ سیوطی حسن المحاضرہ مین لکھتے ہین،

کان لجابر بن عبد اللہ حلقۃ فی المسجد النبوی یوخذ عنہ العلم[1]،	جابر بن عبد اللہؓ کا حلقۂ درس مسجد نبوی مین تھا اور لوگ اون سے علم حاصل کرتے تھے،

ابو العالیہ سے روایت ہے کہ ہم بصرہ مین صحابہ کے مرویات سنتے تھے، لیکن اوس پر کافی اعتماد نہین ہوتا تھا، اسلیئے خود مدینہ مین آکر اون کی زبان[2] سے اون کو سنتے تھے،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ اکثر حدیثین انصار کے یہان ملین،

بعض صحابہ کو اگرچہ سلطنت کی طرف سے روایت حدیث کی ممانعت تھی، لیکن سلطنت کا دباؤ اون کو اس مقدس فرض کے ادا کرنے سے روک نہین سکتا تھا، حضرت ابو ذر غفاریؓ اسی قسم کے صحابی تھے، لیکن وہ علانیہ کہتے تھے کہ "اگر تم لوگ میری گردن پر تلوار رکھدو اور مجھے معلوم ہو کہ ایک کلمہ بھی جس کو مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے ادا کر سکون گا تو قبل اس کے کہ تلوار اپنا کام کرے[3] مین اوس کو ادا کر دون گا"،

خود امرا و سلاطین کو ضرورت ہوتی تھی تو وہ صحابہ کرام کو طلب فرماتے تھے، اور روایت حدیث کی درخواست کرتے تھے، ایک دن حضرت زید بن ثابتؓ ٹھیک دوپہر کے وقت مروان کے دربار سے نکلے، لوگون کو تعجب ہوا کہ مروان نے اسوقت اون کو کیون تکلیف دی؟ اون سے دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھ سے بعض حدیثون کے متعلق پوچھنا[4] تھا،

[1] حسن المحاضرہ جلد اصفحہ ۸، [2] مسند دارمی باب الرحلۃ فی طلب العلم صفحہ ۷۴، ۷۵، [3] بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل، [4] ترمذی ابواب العلم باب فی الحث علی تبلیغ السماع،

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبد الرحمان بن شبلؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ لوگون کو احادیث کی تعلیم دو اور جب میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو تو مجھے حدیثین سناو،[1]

لوگ صحابہ کرام کی خدمت مین طلب علم کے لیے آتے تھے تو وہ نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اونکا خیر مقدم کرتے تھے، حضرت ابو ہرون عبدی کا بیان ہو کہ ہم لوگ حضرت ابو سعید خدریؓ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ "مرحبا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ تمھارے پاس دنیا کے گوشے سے بہت سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آئینگے[2] تم لوگ اون کے ساتھ بھلائی کرنا،"

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ "ہم لوگ ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کو گئے، جب آدمیون سے اونکا گھر بھر گیا تو اونھون نے خاکساری سے اپنے پانون سمیٹ لیئے، اور فرمایا کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے آپ لیٹے ہوئے تھے، ہم لوگون کو دیکھا تو اسی طرح پانون سمیٹ لیئے اور فرمایا کہ میرے بعد تمھارے پاس لوگ تحصیل علم کے لیئے آئین گے، اون کو مرحبا کہنا، تحیت دینا اور علم سکھانا،[3]

ایک بار حضرت سعد بن ہشامؒ مدینہ آئے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے رسول اللہ صلعم کے وتر کی کیفیت پوچھی، اونھون نے کہا حضرت عائشہؓ آپ کے وتر کی بہت بڑی عالم ہین، اونھون نے حضرت حکیم بن افلح کے ساتھ اون کی

[1] مسند جلد ۳ صفحہ ۴۴۴، [2] ترمذی ابواب العلم باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ترمذی مین ہو کہ شعبہ نے ہرون عبدی کی تضعیف کی ہی، [3] سنن ابن ماجہ باب الوصاۃ لطلبۃ العلم،

خدمت مین حاضر ہونا چاہا، اونھون نے انکار کیا تو اون کو قسم دلائی اور اب وہ ساتھ ہوگئے، دروازے پر اذن طلب کیا، بولین کون؟ بولے حکیم ابن افلح، پھر فرمایا ساتھ مین کون ہے؟ بولے "سعد بن ہشام" فرمایا ہشام بن عامر جو احد مین شہید ہوئے؟ بولے "ہان" فرمایا "نہایت اچھا آدمی تھا"، اس تعارف کے بعد اونھون نے کہا کہ "آپ کے خلق کا حال بیان فرمائیے"، بولین "آپ کا خلق قرآن تھا، کیا تم قرآن نہین پڑھتے؟ پھر پوچھا "آپ رات کو تہجد کیونکر پڑھتے تھے؟ بولین کیا تم سورۂ مزمل نہین پڑھتے؟[1] اسکے بعد اس تفصیل کے ساتھ اونکے تمام سوالات کے جواب دیئے، کہ اونھون نے پلٹ کر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا "خدا کی قسم اس کا نام حدیث ہے"،

اس تمدنی دور مین سب سے پہلے طلبار کی علمی قابلیت کا امتحان لیا جاتا ہے، پھر اوس کو اساتذہ کے فیض تعلیم سے متمتع ہونے کا موقع ملتا ہے لیکن صحابہ کرام کی درس گاہ مین طالبان علم سے صرف خلوص نیت کا امتحان لیا جاتا تھا، ایک بار حضرت ابوالدردارؓ کے پاس مدینہ سے ایک آدمی آیا اور کہا کہ "مین آپ کی خدمت مین صرف ایک حدیث کے لیئے حاضر ہوا ہون، جس کی آپ روایت کرتے ہین، بولے کسی ضرورت سے تو نہین آئے؟ تجارت کی غرض سے تو نہین آنا ہوا؟ اوس نے کہا "نہین" تو حدیث کی روایت کی،[2]

صحابہ کرام حدیث کی روایت فرماتے تو طالبان حدیث کا ہجوم ہوجاتا، ایک بار

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلاۃ اللیل، [2] ترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ مین بھی ہے،

اشقیا اصبحی رضؓ مدینہ آئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگون نے کہا "ابوہریرہ" وہ درس دیچکے تو اونھون نے تنہائی مین جا کر ایک حدیث کی درخواست کی،[1]

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت حدیث کرتے تھے تو سامنے آدمیون کی دیوار کھڑی ہوجاتی تھی،[2]

ایک صحابی حدیث بیان کرتے تھے تو اون کے گرد آدمیون کا اسقدر ہجوم ہوجاتا تھا، کہ اون کو کوٹھے پر چڑھ کر حدیث[3] بیان کرنا پڑتا تھا،



[1] ترمذی ابواب الزہد، [2] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی الظہر والعصر، [3] مسند جلد ۵ صفحہ ۵۸،

تعلیم فقہ

جس قدر اکابر صحابہ تھے تقریبًا سب فقہی مسائل کی تعلیم مین مصروف تھے اور اس کو اپنا مذہبی فرض خیال کرتے تھے،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کی مسجد مین آخر رمضان مین خطبہ دیا جس مین لوگون کو صدقہ فطر کی ترغیب دی، یہ لوگ احکام شریعت سے اسقدر ناواقف تھے کہ ان کو صدقہ فطر کے تعین و مقدار کا حال بھی معلوم نہ تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو معلوم ہوا تو بولے یہان مدینہ کے کون لوگ ہین؟ اوٹھین اور اپنے بھائیون کو تعلیم دین، کیونکہ اونھین یہ معلوم نہین کہ رسول اللہ صلعم نے ہر آزاد، غلام، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر ایک صاع کھجور یا جو اور نصف صاع گیہون، صدقہ فطر مین مقرر فرمایا ہے[1]،

موطاے امام مالک مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار منبر پر چڑھکر لوگون کو تشہد سکھایا[2]، موطائے امام محمد مین ہے کہ اونھون نے عرفات مین خطبہ پڑھا اور حج کے

[1] ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب کم یؤدی فی صدقۃ الفطر، [2] موطائے امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ،

تمام مسائل سکھائے،[1] اسی طرح او رمتعدد خطبون مین مسائل فقہ کی تعلیم دی لیکن تمام ممالک مفتوحہ کی فقہی تعلیم کے لیئے یہ طریقہ کافی نہین تھا، اسلیئے اونھون نے اور بھی متعدد طریقے اختیار کیے، مثلاً،

(۱) اکثر امراء و عمال کے پاس اہم مذہبی احکام اور مسائل لکھ لکھ کر روانہ کرتے رہتے تھے، چنانچہ نماز پنجگانہ کے متعلق تمام عمال کے نام ایک مفصل ہدایت نامہ بھیجا جس کو امام مالک نے موطا مین نقل کیا ہے، اسی طرح عمال کے نام اور بھی مختلف مسائل لکھ لکھ کر بھیجا کرتے تھے،

(۲) اضلاع کے عمال اور افسر جو مقرر کرتے تھے وہ عالم اور فقیہ ہوتے تھے اور تمام فرائض کے ساتھ اون کو تعلیم فقہ کا فرض بھی ادا کرنا ہوتا تھا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر ہو کر آئے تو علی الاعلان فرمایا،

بعثنی الیکم عمر اعلمکم کتاب ربکم وسنتہ نبیکم،[2] | مجھکو عمرؓ نے تمھارے پاس اسلیئے بھیجا ہے کہ تمھارے خدا کی کتاب اور سنت کی تعلیم دون،

(۳) خاص اس مقصد کے لیئے ممالک مفتوحہ مین فقہا اور معلمین مقرر کیئے، شام فتح ہوا تو حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کو بھیجا کہ لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دین اور فقہ کے مسائل سکھائین،[3] حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ کو بھی شام مین یہ خدمت تفویض ہوئی اور اونھون نے شام کے تمام تابعین کو فقہ سکھائی[4]

[1] موطائے امام محمد صفحہ ۲۲۷، [2] دارمی صفحہ ۴۷، باب البلاغ عن رسول اللہ صلعم و تعلیم السنن، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبادہ بن صامتؓ، [4] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عبدالرحمٰن بن غنم اشعری،

بصرہ کے لوگون کی تعلیم کے لیئے حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کو روانہ فرمایا اور اونکے ساتھ آٹھ بزرگ اور بھی اسی غرض سے روانہ فرمائے[1] مصر مین تعلیم فقہ کے لیئے حضرت حیان بن جبلہؓ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا[2] مداین مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس خدمت پر مامور تھے[3]،

غرض تمام ممالک مین فقہا اور معلمین پھیلے ہوئے تھے اور نہایت سرگرمی کے ساتھ مسائل شریعت کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جب کوفہ سے روانہ ہوئے تو اپنے اصحاب و تلامذہ کو جمع کرکے کہا "خدا کی قسم! میرے خیال مین، دین، فقہ، اور تعلیم قرآن کی حالت ملک کے اور صوبون سے تمہارے یہان بہتر ہوگئی[4]"

حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے عہد مین اس نظام کو قائم رکھا، چنانچہ قاضی ابن عبد البر حضرت ربیعہ بن عمرو الجرشیؓ کے حال مین لکھتے ہین،

کان یفقہ الناس زمن معاویۃ[5]	وہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد مین لوگون کو فقہ کی تعلیم دیتے تھے،

عملی تعلیم لیکن اس کے علاوہ صحابہ کرام عملی طریقہ سے بھی لوگون کو مسائل شرعیہ کی تعلیم دیتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ نے وضو کرنا شروع کیا، پہلے بالترتیب تین بار ہاتھ دھوئے، پھر کلی کی، ناک صاف کی اور تین بار منھ دھویا، اس کے بعد تین بار داہان ہاتھ اور تین بار بایان ہاتھ کہنی تک دھویا پھر تین بار سر کا مسح کیا، پھر تین بار

[1] طبقات الحفاظ تذکرہ عمران بن حصین و اسد الغابہ تذکرہ عبد اللہ بن مغفلؓ [2] تہذیب تذکرہ حیان بن ابی جبلہؓ [3] یعقوبی جلد دوم صفحہ ۱۸۳، [4] مسند جلد اول صفحہ ۴۰۵ [5] استیعاب تذکرہ ربیعہ بن عمرو الجرشی،

دایان پاؤن، پھرتین بار بایان پاؤن دھویا، ان تمام جزئیات کو عملاً نمایان کرکے فرمایا کہ "مینے رسول اللہ صلعم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور جو شخص میری طرح وضو کرکے اس خشوع کے ساتھ نماز پڑھیگا کہ اس کے دل مین وسوسے نہ پیدا ہون تو خدا اس کے تمام اگلے گناہون کو معاف کردیگا،

حضرت علیؓ نے بھی اسی طرح سنن وضو کی تعلیم فرمائی چنانچہ وہ نماز پڑھ کے آئے تو وضو کا پانی طلب کیا صحابہ سمجھ گئے کہ اب پانی کیا ہوگا؟ اس سے صرف عملی تعلیم مقصود ہے،

حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اسی طریقہ سے سنن وضو کی تعلیم دی، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا[۱]،

ایک بار حضرت ابو مالک اشعریؓ نے لوگون کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلعم کی نماز کے متعلق روایت کرون یہ کہکر اوٹھے اور صف بندی کی، پہلی صف مین مردون کو اور اون کے پیچھے بچون کو کھڑا کیا، پھر نماز پڑھائی[۲]،

ایک بار حضرت ابوسلیمان بن مالک حویرثؓ ایک مسجد مین آئے اور فرمایا کہ مین نماز پڑھنا نہین چاہتا صرف مقصود یہ ہے کہ تم کو رسول اللہ صلعم کا طریقہ نماز سکھاؤن[۳]،

—— ✻ ——

[۱] ابو داود کتاب الطہارۃ باب الوضو ثلاثاً و باب صفۃ وضوء النبی صلعم، [۲] ابو داود کتاب الطہارۃ باب الوضوء مرتین، [۳] ابو داود کتاب الصلوٰۃ باب مقام الصبیان من الصف، [۴] ابو داود کتاب الصلوٰۃ باب النہوض فی الفرد،

تعلیم تحریر و کتابت

اسلام آیا تو قریش میں صرف سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے جن میں شفا بنت عدویہؓ کے علاوہ سب کے سب مرد تھے[۱]، ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا نے حضرت حفصہؓ کو بھی لکھنا سکھایا تھا[۲]،

انصار اگرچہ مکہ والوں سے زیادہ متمدن تھے تاہم اون میں تحریر و کتابت کا رواج مکہ والوں سے بھی کم تھا، اوس و خزرج کے قبایل میں صرف چند لوگ لکھنا جانتے تھے، اور بعض یہود مدینہ کے بچوں کو لکھنے کی تعلیم دیتے تھے اس طرح اسلام کے ابتدائی زمانے میں انصار میں حضرت سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، ابی بن کعب، زید بن ثابت، رافع بن مالک، اسید بن حضیر، معن بن عدی، بشیر بن سعد، سعد بن ربیع، اوس بن خولی اور عبداللہ بن ابی لکھنا جانتے تھے[۳]، لیکن اسلام کے زمانے میں اس کو بہت ترقی ہوئی، اسیران بدر گرفتار ہو کر آئے تو اون میں جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کرسکتے تھے

---

۱ فتوح البلدان صفحہ ۴۷۷، ۲ ابوداؤد کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی، ۳ فتوح البلدان صفحہ ۴۷۹،

رسول اللہ صلعم نے اون کا فدیہ یہ قرار دیا کہ یہ لوگ انصار کے بچون کو لکھنا سکھا دین، چنانچہ انصار کے بچون نے اون سے لکھنا شروع کیا[1] حضرت عبد اللہ بن سعید بن العاصؓ بھی جاہلیت مین لکھنا جانتے تھے، رسول اللہ صلعم نے اون کو بھی حکم دیا کہ مدینہ کے لوگون کو لکھنا سکھائین[2] حضرت عبادہ بن صامتؓ اہل صفہ کو قرآن مجید کی جو تعلیم دیتے تھے تحریر و کتابت بھی اس کا جزو تھی[3]،

خلفاء کے زمانے مین اس کو اور بھی ترقی ہوئی چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے مین جو مکاتب قائم ہوئے اون مین لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا، اونھون نے تمام اضلاع مین احکام بھیجدیئے تھے کہ بچون کو شہسواری اور کتابت کی تعلیم دی جائے، ابو عامر سلیم جو رواۃ حدیث مین ہین اون کی زبانی روایت ہے کہ مین بچپن مین گرفتار ہو کر مدینہ مین آیا تو یہان مجھکو مکتب مین بٹھایا گیا، معلم مجھ سے جب میم لکھواتا تھا اور مین اچھی طرح نہین لکھ سکتا تھا تو کہتا تھا کہ گول لکھو جس طرح گائے کی آنکھین ہوتی ہین[4]،

حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت مین حمران بن ابان کو جو مسیب بن نجبہ فزاری کا غلام تھا خرید لیا اور اوس کو لکھنا سکھا کر اپنا میر منشی مقرر کیا[4]،



[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن سعید بن العاصؓ، [2] مسند جلد ۵ صفحہ ۳۱۵، [3] معجم البلدان لغت حاضر بحوالہ الفاروق، [4] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۰،

افتاء

اگرچہ خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک ہی مین مہاجرین مین حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور انصار مین حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت زید بن ثابتؓ اس خدمت کو انجام دینے لگے تھے،[1] لیکن آپ کے بعد تمام مسائل شرعیہ کا دارمدار صحابہ کرام کی ذات پر رہگیا تھا، اسلیئے ان بزرگون کے دروازون پر تشنگان علم کی بھیڑ لگی رہتی تھی چنانچہ حضرت قزعہ کا بیان ہو کہ مین حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت مین حاضر ہوا تو وہ فتویٰ دے رہے تھے، اور لوگ اون پر ٹوٹے پڑتے تھے، مین نے انتظار کیا جب بھیڑ بھاڑ چھٹی تو مین نے خود سفر کے روزے کے متعلق سوال کیا،[2]

خلفائے راشدین کے عہد مین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے مین حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، اور حضرت زید بن ثابتؓ یہ خدمت انجام دیتے تھے

---

[1] اسدالغابہ تذکرہ معاذ بن جبلؓ، [2] ابوداود کتاب الصیام باب فی الصوم فی السفر،

اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین اس صیغہ کو بالکل باضابطہ کر دیا،

(۱) مثلاً حضرت ابو بکرؓ کے زمانے مین اگرچہ چند منتخب بزرگ اِس خدمت کو انجام دیتے تھے تاہم اور لوگون کو فتوے دینے کی ممانعت نہ تھی لیکن حضرت عمرؓ نے چند اکابر صحابہ کو اس خدمت کے لیے مخصوص کر لیا اور بقیہ صحابہ کو فتوی دینے کی ممانعت کر دی، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اگرچہ فقہار صحابہ مین تھے اور خود حضرت عمرؓ اون کو خزانۃ العلم کہتے تھے لیکن جب اونھون نے بغیر اجازت فتوی دینا شروع کیا تو اونھون نے اون کو روک دیا،[1]

(۲) جو صحابہ جس فن مین ممتاز تھے اون کو اوسی شاخ مین فتوی دینے کا مجاز کیا چنانچہ شام کے سفر مین بمقام جابیہ جو خطبہ دیا اوس مین یہ الفاظ فرمائے،

من اراد القران فلیات ابیا و	جن لوگون کا مقصود قرآن مجید ہو وہ ابی
من اراد ان یسال الفرائض	ابن کعب کے پاس آئین جو لوگ فرائض کے متعلق
فلیات زیدا و من اراد ان	سوال کرنا چاہین وہ زید کے پاس آئین جن لوگونکو
یسال الفقہ فلیات معاذ،	فقہ کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ معاذ کے پاس جائین،

(۳) سوال کرنے والون کو صرف عملی مسائل کے پوچھنے کی اجازت دی چنانچہ ایک شخص کے متعلق جب معلوم ہوا کہ وہ مسلمانون کی فوجی چھاؤنیون مین متشابہات قرآن کے متعلق سوال کرتا ہے تو اوس کو سزا دی اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو

[1] مسند دارمی صفحہ ۴۴،

لکھ بھیجا کہ اوس کے پاس کوئی مسلمان بیٹھنے نہ پائے،[1]

صحابہ کرام جن پابندیوں کے ساتھ فتوے دیتے تھے وہ حسب ذیل ہیں،

(۱) خلیفہ وقت کے فتوی کو اپنے فتوی پر نافذ العمل سمجھتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حج کے متعلق فتوی دیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین (عمرؓ) نے دوسرا تغیر کیا ہے تو لوگون کو خود ہدایت فرمائی کہ میرے فتوی پر عمل نہ کرو امیر المومنین آرہے ہین اون کی اقتدا کرو،[2]

(۲) جو فتوے دیتے تھے دوسرے صحابہ سے اوس کی تصویب کرو الیتے تھے، اگر اون کی رائے مین وہ فتوے صحیح نہین ہوتا تھا تو وہ آزادی کے ساتھ اوس کی مخالفت کرتے تھے ایک بار ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت سلمان بن ربیعہؓ سے ایک مسئلہ پوچھا اونھون نے جواب دے کر کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس جاؤ وہ بھی ہماری تائید کرینگے وہ آئے تو اونھون نے کہا اگر مین اس کی تائید کرون تو گمراہ ہو جاؤن مین تمھین رسول اللہ صلعم کے فیصلہ کے موافق فتوی دیتا ہون،[3]

(۳) صرف انھی مسائل کا جواب دیتے تھے جو عملاً وقوع پذیر ہوتے تھے، ہمارے فقہا کی طرح فرضی مسایل کے جواب نہین دیتے تھے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول تھا کہ جو شخص ہر مسئلہ کا جواب دیتا ہو وہ پاگل ہی، ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک مسئلہ پوچھا تو اونھون نے کہا کیا یہ ہو چکا؟، بولا "نہین" فرمایا "انتظار

---

[1] مسند دارمی صفحہ ۳۱، [2] نسائی کتاب الحج ترک التسمیۃ عند الاہلال، [3] ابو داؤد کتاب الفرایض باب ما جاء فی الصلب،

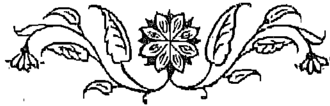
کر و جب ہو چکے تو ہم غور کر کے تمھیں جواب دینگے"[1] اور صحابہ سے بھی اس قسم کے اقوال مذکور ہیں

(۴) اگر کسی مسئلہ کا جواب معلوم نہ ہوتا تو ہمارے علمار کی طرح حیلہ بازیاں نہیں کرتے تھے بلکہ صاف صاف کہدیتے تھے کہ ہمیں معلوم نہیں،

ایک دفعہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا اونھون نے کہا معلوم نہیں! وہ واپس ہوا تو بولے کہ "ابن عمرؓ نے خوب کہا کہ "مجھے معلوم نہیں"[2]

(۵) مسئلہ کے متعلق جس قدر معلوم ہوتا اوس سے زیادہ جواب نہیں دیتے تھے

ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ وتر واجب ہی یا نہیں؟ بولے رسول اللہ صلعم نے اور مسلمانون نے وتر پڑھا ہی وہ بار بار پوچھتا رہا مگر اونھون نے اس فقرے کے سوا یہ نہیں کہا کہ "واجب ہی"



[1] مسند دارمی صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۵، [2] دارمی صفحہ ۱۳۵

علم التفسیر

احادیث کی کتابون مین اگرچہ قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق صحابہ کرام سے بہت کم روایتین منقول ہین، تاہم جو کچھ ہین وہی قرآن مجید کا مغز ہین،

قرآن مجید صرف عقاید، احکام، اور اخلاق کا مجموعہ ہے، قصص انبیاء نے اگرچہ اوس مین تاریخی عنصر بھی شامل کردیا ہے، لیکن اون کا جو حصہ قرآن مجید مین مذکور ہے، وہ نہایت سادہ، مختصر اور صحیح ہی، صحابہ کرام سے اون کے متعلق کوئی صحیح روایت مذکور نہین، لیکن بعد کو اون کے متعلق بے سروپا روایات کا جو دفتر بے پایان تیار ہوگیا، اوس کے متعلق علامہ ابن خلدون لکھتے ہین،

وقد جمع المتقدمون فی ذالک واوعوا الا ان کتبھم ومنقولاتھم تشتمل علی الغث والسمین والمقبول والمردود والسبب فی ذلک ان العرب لم یکونوا اھل کتاب ولا علم انما غلبت علیھم البداوۃ

متقدمین نے ان تمام چیزون کو اپنی کتابون مین جمع کردیا ہے، لیکن اون کی کتابون مین بُری بھلی مقبول اور مردود ہر قسم کی روایتین مذکور ہین، اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب اہل کتاب اور اہل علم نہ تھے، بلکہ وحشی اور جاہل تھے،

الامية واذا تشوقوا الى معرفة شيء
مما تتشوق اليه النفوس البشرية في
اسباب المكونات وبدء الخليقة واسرار
الوجود فانما يسألون عنه اهل الكتاب
قبلهم ويستفيدونه منهم وهم اهل
التوراة من اليهود ومن تبع دينهم
من النصارى واهل التوراة الذين
بين العرب يومئذ بادية مثلهم ولا
يعرفون من ذلك الا ما تعرفه العامة
من اهل الكتاب ومعظمهم من حمير
الذين اخذوا بدين اليهودية فلما
اسلموا بقوا على ما كان عندهم مما لا تعلق له بالاحكام
الشرعية التي يحتاطون لها مثل اخبار بدء الخليقة
وما يرجع الى الحدثان والملاحم وامثال ذلك وهؤلاء
مثل كعب الاحبار ووهب بن منبه وعبد الله بن سلام وامثالهم
فامتلأت التفاسير من المنقولات عندهم[١]

اس لئے ان کو جب مخلوقات کی تکوین، عالم
کی آفرینش اور اسرار کائنات کے جاننے کا
شوق ہوتا تھا، تو اہل کتاب یعنی
یہود اور ان کے مقلدین نصاریٰ سے پوچھتے
تھے، لیکن اس وقت عرب میں جو یہود آباد تھے
وہ بھی انہی کی طرح وحشی تھے ان باتوں کا علم انکو
صرف اتنا ہی تھا جتنا ایک عامی کو ہو سکتا ہے،
ان میں زیادہ تر قبیلہ حمیر کے وہ لوگ تھے جنہوں نے
یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا، اسلئے جب یہ
لوگ اسلام لائے تو جن چیزوں کو احکام شرعیہ
سے تعلق نہ تھا ان کو اسی قدیم حالت پر قائم
رکھا، مثلاً آفرینش عالم، واقعات تاریخی، اور
مذہبی لڑائیوں کے حالات وغیرہ، اس قسم کے
لوگوں میں کعب احبار، وہب بن منبہ،
اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ ہیں، اس بنا پر
متقدمین کی تفسیریں انہیں منقولات سے بھر گئیں

[١] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۸۱،

لیکن اس نکتہ کو سب سے پہلے صحابہ کرام ہی نے سمجھا تھا مثلاً حضرت کعب احبارؓ کو اگرچہ صحابہ کرام ثقہ سمجھتے تھے، تاہم امیر معاویہؓ نے اون کے متعلق صاف الفاظ مین فرما دیا تھا،

ان کان من اصدق ھولاء المحدثین الذین یحدثون عن اھل الکتاب وان کنا مع ذلک لنبلو علیہ الکذب،

اگرچہ اون محدثین مین جو اہل کتاب سے روایت کرتے ہین وہ سب سے زیادہ سچے ہین، تاہم ہم اون کو جھوٹ سے بری نہین پاتے،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ عموماً لوگون کو تفسیر کے متعلق اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے سے روکتے تھے، ایک بار اونھون نے فرمایا "تم لوگ اہل کتاب سے کیا پوچھتے ہو؟ تمھاری کتاب تو خود تازہ اور غیر مخلوط ہے اور اوس مین مذکور ہے کہ یہود نے کتاب اللہ کو بدل دیا تھا، اور اوس مین اپنے قلم سے تغیرات[1] کر دئیے تھے،

حضرت ابو ہریرہؓ اگرچہ نہایت کثیر الروایۃ صحابی تھے، لیکن وہ بھی اہل کتاب سے روایت نہین کرتے[2] تھے،

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت مین جس درخت کا پھل کھایا، وہ کون سا درخت تھا؟ عصائے موسیٰ کا طول کیا تھا؟ سفینۂ نوح کتنا بڑا تھا؟ یہ اور اسی قسم کی بہت سی بیکار باتون کے متعلق تفسیرون مین جو دور از کار روائتین مذکور ہین، وہ انہی تفسیرون کا اندوختہ ہین، لیکن صحابہ کرام اس قسم کی اودھیڑبن مین اپنا وقت ضایع نہین

[1] بخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلعم لا تسئلوا اہل الکتاب عن شئی، [2] فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۵۱،

کرتے تھے صحابہ کرام عرب تھے اور عربی کلام کے رموز و اسرار سے واقف تھے، اسلیے قرآن مجید کا اکثر حصہ اون کے لیئے متن بھی تھا اور تفسیر بھی، البتہ جب کوئی لفظ یا کوئی آیت سمجھ مین نہین آتی تھی، تو

۱- رسول اللہ صلعم سے اوس کے متعلق سوال کرتے تھے اور آپ اوس کی تفسیر فرمادیتے تھے احادیث مین اِس قسم کی بہت سی مثالین موجود ہین، مثلاً جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

ولم یلبسوا ایمانھم بظلم — اور جن لوگون نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہین کیا،

تو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم مین کس نے ظلم نہین کیا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ان الشرک لظلم عظیم — شرک بہت بڑا ظلم ہے،

جس سے معلوم ہوگیا کہ آیت مین ظلم سے شرک مراد ہے،

ایک بار حضرت عائشہ رضی نے

من یعمل سوءا یجز بہ، — جو شخص کوئی برائی کریگا اوس کا بدلہ پائیگا،

کے متعلق آپ سے سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ اس بدلے سے مراد وہ مصیبتین ہین، جو بندون کو بھگتنی پڑتی ہین، یہان تک کہ اگر انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ اوس کے لیے پریشان ہو تو وہ بھی اسی مین داخل ہے،[۲]

---

[۱] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ولم یلبسوا ایمانھم بظلم، [۲] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورہ بقرہ

قرآن مجید کی اس آیت سے

یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم،

مسلمانو! تم پر صرف تمھاری ذات کی ذمہ داری ہی جب تم نے ٹھیک راہ پالی تو جو شخص گمراہ ہو وہ تم کو کچھ نقصان نہین پہنچا سکتا،

بظاہر امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا سد باب ہوجاتا ہی، ایک صحابی کے دل مین یہ بات کھٹکی اور اونھون نے آپ سے یہ سوال کیا، آپ نے فرمایا اس آیت پر صرف اوس وقت عمل کرنا چاہیئے، جب ہوا پرستی عام ہوجائے، اور ہر شخص صرف اپنی رائے پر عمل کرنے لگے، ورنہ جب تک لوگون مین ہدایت کے قبول کرنے کا مادہ موجود ہے، امر بالمعروف کا فرض ساقط نہین[۱] ہوسکتا،

بعض آیتین اس قسم کی تھین، جن پر تاریخی حیثیت سے اعتراض ہوتا تھا، اور صحابہ کرام آپ سے اون کا جواب پوچھتے تھے، مثلاً ایک بار آپ نے ایک صحابی کو نجران کے عیسائیون کے پاس بھیجا، تو اون لوگون نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید مین حضرت مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کہا گیا ہی، حالانکہ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے زمانے مین بہت فصل ہی، اون سے اس کا جواب بن نہین آیا، اس لیئے اونھون نے واپس آکر آپ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیون نہین کہدیا کہ یہود اپنے قدیم انبیاء و صلحا کے نام پر اپنی اولاد کا نام[۲] رکھتے تھے، اس لیئے حضرت مریمؑ کے بھائی کا

---

[۱] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۂ مائدہ، [۲] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۂ مریمؑ،

نام اسی طریقہ پر ہارون رکھا گیا تھا،

۲۔ بعض اوقات خود رسول اللہ صلعم تفسیر کے متعلق صحابہ کرام کا امتحان لیتے تھے اور جب اون سے جواب بن نہین آتا تھا تو خود آیت کی تفسیر فرما دیتے تھے، قرآن مجید مین ایک آیت ہے،

کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا	مثل اوس پاک درخت کے جسکی جڑ ثابت ہے اور اوسکی
فی السماء توتی اکلھا کل حین،	شاخ آسمان مین ہے اور وہ ہمیشہ پھلتا رہتا ہے،

ایک بار صحابہ کا مجمع تھا آپ نے پوچھا کہ یہ کون سا درخت ہے، حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے دل مین اگرچہ اس کا جواب آیا، لیکن اونھون نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی موجودگی مین کچھ بولنا خلاف ادب سمجھا، بالآخر آپ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے[1]،

صحابہ کرام کو آپ کی زبان مبارک سے تفسیر کے سننے کا اسقدر شوق تھا کہ ایک بار جب آپ نے حالت سفر مین بہ آواز بلند یہ آیت پڑھی،

یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ	لوگو اپنے خدا سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی
الساعۃ شئ عظیم ٥	چیز ہے،

تو صحابہ کرام نے اپنی سواریون کو تیزی کے ساتھ دوڑایا، کہ آپ اس آیت کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہین، چنانچہ پاس پہنچے تو آپنے پوچھا تمھین معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے بولے اس کا علم تو صرف خدا اور خدا کے رسول کو ہے، اس کے بعد آپ نے وقائع

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ شجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت،

قیامت کو بیان[1] کیا،

۳- بعض اوقات اکابر صحابہ علمی صحبتین منعقد کرتے تھے اور ان مین قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق بہت سے نکتے حل ہوجاتے تھے، ایک بار صحابہ کا مجمع تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آیت ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ کسکے بارے مین نازل ہوئی ہے، صحابہ نے کہا، اسکا علم تو خدا کو ہے، حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے اور کہا کہ یا تو یہ کہو کہ جانتے ہین، یا یہ کہو کہ نہین جانتے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اگرچہ بہت کم سن تھے، اور اسلئے کچھ کہتے ہوئے ڈرتے تھے تاہم حضرت عمرؓ کی ہمت افزائی سے اجمالاً اس قدر کہا کہ یہ آیت ایک عمل کی مثال ہے، حضرت عمرؓ نے مزید تشریح کی اور کہا کہ اوس دولتمند شخص کے عمل کی مثال ہے، جس نے اطاعت الٰہی کی، پھر شیطان کے اغوا سے گناہون کا مرتکب ہوا، اسلئے خدا نے اوس کے تمام اعمال کو برباد کردیا،[2]

ایک بار تمام کبار صحابہ جمع تھے حضرت عمرؓ نے اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر پوچھی، سب نے کہا کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم کو اس آیت مین تسبیح و استغفار کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عمرؓ خاموش رہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ اونھون نے کہا کہ اس آیت مین رسول اللہ صلعم کے وصال کی خبر دی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا مین بھی یہی جانتا ہون،[3]

---

[1] ترمذی کتاب التفسیر، تفسیر سورہ حج، [2] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ، [3] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ فسبح بحمد ربک،

۴۔ بعض اوقات لوگ صحابہ کرام سے تفسیر کے متعلق سوال کرتے اور وہ اوس کا جواب دیتے، قرآن مجید میں ہے،

لا تحسبن الذین یفرحون ۵ الخ	جو لوگ خوش ہوتے ہین وہ یہ گمان نہ کرین،

ایک بار مروان نے اپنے دربان کو حضرت عبداللہ بن عباس رض کی خدمت مین بھیجا اور کہا کہ اگر یہ گناہ ہے تو ہر شخص پر عذاب ہونا چاہیئے، اونھون نے کہا کہ اس آیت کا تم سے تعلق نہین، رسول اللہ صلعم نے یہود کو بلایا اور ایک سوال کیا، اونھون نے اوس کے اصلی جواب کو مخفی رکھکر دوسری بات بتا دی، اور جس علم کو مخفی رکھا، اوس پر خوش ہوئے اور جو جواب دیا اوس پر داد طلب کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1]،

جس آیت مین چار بیویون تک کی اجازت دی گئی ہے اوس کے الفاظ یہ ہین،

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا	اگر تمھین ڈر ہو کہ یتیمون کے بارے مین انصاف
ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث	نہ کر سکو گے تو عورتون مین حسب خواہش دو دو
وربٰع،	تین تین چار چار سے نکاح کر لو،

لیکن بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑون مین باہم ربط نہین معلوم ہوتا یتیمون کے معاملے مین عدم انصاف اور چار نکاح کی اجازت مین باہم کیا تعلق ہے؟

ایک بار حضرت عروہؓ نے حضرت عایشہؓ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو اونھون نے کہا کہ بعض اوقات یتیم لڑکیان جائداد مین ولی کی شریک ہوتی ہین

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ، لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا،

وہ اون سے نکاح کرلیتا ہی، اور مہر اور عورتون سے کم دیتا ہی، ایسی حالت مین دن سے نکاح کرنے کی ممانعت[1] کی گئی، اور دوسری عورتون سے نکاح کا حکم دیا گیا،

ازواج مطہرات مین جن دو بی بیون نے آپ سے مظاہرہ کیا تھا، اون کے نام ایک برس سے حضرت عبداللہ بن عباس رض حضرت عمر رض سے پوچھنا چاہتے تھے بالآخر ایک سفر حج مین یہ موقع ملا اور اونھون نے بتایا کہ عائشہ رض اور حفصہ رض تھین[2]،

مناسک حج مین سے ایک رکن کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہی، قرآن مجید[3] مین اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہین،

ان الصفا والمروۃ من شعایر اللہ فمن	صفا و مروہ کی پہاڑیان شعایر آلہی مین سے ہین
حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان	پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے، تو کچھ مضایقہ
یطوف بھما ؕ	نہین اگر اون کا بھی طواف کرلے،

حضرت عروہ نے اس کے متعلق حضرت عائشہ رض سے کہا کہ خالہ جان! اس کے تو معنی یہ ہین، کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تب بھی کوئی ہرج نہین، فرمایا، بھانجے تم نے ٹھیک نہین کہا، یہ آیت انصار کی شان مین نازل ہوئی ہی، اوس و خزرج اسلام سے پہلے مناۃ کی جے پکارا کرتے تھے، منات مشلل مین نصب تھا اسلیئے وہ لوگ صفا و مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے، اسلام لائے تو رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے اب کیا حکم ہے ؟ اس پر خدا نے ارشاد فرمایا کہ صفا و مروہ کا طواف کرو اس مین کوئی

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی، [2] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ان تظاہرا علیہ

مضایقہ کی بات نہیں[1]،

قرآن مجید کی ایک آیت یہ ہی،

یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم	عورتون کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے ہین، کہدے
فیھن وما یتلی علیکم فی الکتاب فی	کہ خدا اون کے حق مین فیصلہ کرتا ہے، اس کتاب یعنی
یتامی النساء التی لا تؤتونھن ما	قرآن مین جو کچھ تم لوگون کو پڑھکر سنایا گیا ہی اون یتیم
کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن،	لڑکیون کی نسبت جن کو نہ تم مقررہ حقوق دیتے ہو اور
	نہ اون سے نکاح کرنا چاہتے ہو،

حضرت عایشہ[رض] سے حضرت عروہ نے اس کا مطلب دریافت کیا، تو بولین کہ اس آیت مین جو یہ ارشاد ہوا ہی کہ اِس قرآن مین پہلے جو کچھ اون کے بارے مین پڑھکر سنایا گیا ہی اوس سے وہی پہلی آیت مراد ہی، یہ آیت اون اولیا رسے متعلق ہی، جو یتیم لڑکیون کو نہ خود اپنے نکاح مین لاتے کہ وہ دولت حُسن سے محروم ہین اور نہ دوسرون سے اون کا نکاح کرنا پسند کرتے کہ جائداد مشترکہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہی[2]،

اسی سورۃ مین ایک آیت اور ہے،

حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انھم	یہان تک کہ جب پیغمبر نا امید ہوگئے اور اون کو
قد کذبوا جاءھم نصرنا ہ	خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے، تو ہماری مدد آگئی،

حضرت عروہ[رض] نے حضرت عایشہ سے پوچھا کُذِبُوا ہے، (جھوٹ بولے گئے یعنی اون سے

---

[1] بخاری باب وجوب الصفا والمروہ، [2] صحیح مسلم کتاب التفسیر و صحیح بخاری کتاب النکاح،

جھوٹ وعدہ کیا گیا) یا کُذِبُوا؟ (وہ جھٹلائے گئے) فرمایا کُذّبوا، عروہ نے کہا کہ اس کا تو اون کو یقین تھا کہ وہ جھٹلائے گئے، یہ ظن وخیال تو نہ تھا، اس لئے کُذِبُوا، (اون سے جھوٹ وعدہ کیا گیا) صحیح ہے، بولین معاذ اللہ پیغمبران الٰہی خدا کی نسبت یہ گمان نہین کرسکتے کہ اوس نے اون سے امداد ونصرت کا جھوٹ وعدہ کیا، عروہ نے پوچھا تو پھر آیت کا مطلب کیا ہے، فرمایا، یہ پیغمبرون کے پیرون سے متعلق ہے، کہ جب وہ ایمان لائے اور توریت کی تصدیق کی اور اون کی قوم نے اون کو ستایا اور نصرت الٰہی مین اون کو تاخیر نظر آئی، یہان تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے ناامید ہوگئے تو اون کو خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کردین کہ اسی حالت مین دفعتہً خدا کی مدد نازل ہوئی،[1]

اس قسم کی اور بھی متعدد مثالین احادیث کی کتابون مین ملتی ہین،

۵- بعض آیتین اس قسم کی تھین جو خاص خاص اشخاص یا خاص خاص قبایل کے متعلق نازل ہوئی تھین، اس لیئے وہی لوگ اس کی صحیح تفسیر کرسکتے تھے، مثلاً ایک بار ایک صحابی نے رومیون پر اس جوش کے ساتھ حملہ کیا کہ اون کی صف جنگ کے اندر گھس گئے، اس پر تمام لوگون نے شور کیا کہ سبحان اللہ وہ اپنی ذات کو ہلاکت مین ڈالتے ہین، جس سے قرآن مجید کی آیت لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی طرف اشارہ تھا، اس غزوہ مین حضرت ابوایوب انصاری بھی موجود تھے، اونھون نے کہا

---

[1] بخاری تفسیر سورۂ یوسفؑ،

تم اس آیت کے یہ معنی سمجھتے ہو، حالانکہ یہ ہم انصار کے بارے مین نازل ہوئی ہے، جب خدا نے اسلام کو غالب کردیا اور اوس کے بہت سے اعوان و انصار پیدا ہوگئے، تو ہم مین بعض لوگون نے چھپے چوری کہا کہ ہماری جائداد برباد ہوگئی، اب اسلام کے بہت سے حامی اور انصار پیدا ہوگئے، اسلئے اب ہم کو اپنی جائداد کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے، اس لئے خدا نے ہمارے خیال کی تردید کی اور فرمایا،

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ، — خدا کی راہ مین صرف کرو، اور اپنی ذاتون کو ہلاکت مین نہ ڈالو،

اس بنا پر جہاد ہلاکت نہین ہے، بلکہ جہاد کو چھوڑ کر معاش کی فکر مین مصروف ہوجانا ہلاکت ہے،[1]

۷۔ کبھی کبھی بعض اشخاص کسی آیت کی غلط تفسیر کرتے تھے، صحابہ کرام کو خبر ہوتی تھی تو اون کی غلطیون پر تنبیہ کرتے تھے، اس طرح اوس آیت کی صحیح تفسیر معلوم ہوجاتی تھی مثلاً قرآن مجید مین ہے،

فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین، — اوس دن کا انتظار کر جس دن آسمان سے دھوان نمودار ہوگا،

ایک بار ایک شخص نے اس کی تفسیر بیان کی کہ قیامت کے دن ایک ایسا دھوان اوٹھے گا جو منافقین کو بہرا اور اندھا کردیگا، لیکن مسلمانون کو اوس سے صرف اسقدر

[1] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۂ بقرہ،

لگو گرسنگی ہو گی جنتی زکام مین ہوتی ہے، ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے
اس کا تذکرہ کیا، وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے برہم ہو کر اوٹھ بیٹھے اور کہا کہ جو علم
رکھتے ہون وہ بولین اور جو جاہل ہون وہ خاموش رہین یہ کہنا کہ ہم نہین جانتے یہ بھی علم ہی
خدا نے خود اپنے پیغمبر کی نسبت فرمایا ہے کہ کہدو، کہ مین تم سے معاوضہ نہین مانگتا اور تم سے
بناوٹ کی کوئی بات نہین کہتا، اس آیت کی صحیح تفسیر یہ ہو کہ قریش نے اسلام قبول کرنے
مین لیت و لعل کیا، اسلیئے آپ نے اون کو قحط کی بد دعا دی، چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ سب مردا
اور ہڈیان تک کھانے لگے، اسی حالت مین لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو معلوم
ہوتا تھا کہ فضا دھوئین سے بھر اوٹھی ہے، چنانچہ یہ آیت اسی[1] کے متعلق ہے،

ایک بار مروان نے اہل حجاز کو ایک خطبہ مین یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی
ترغیب دی، حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر نے اوسپر اعتراض کیا، اوس نے اونکو
گرفتار کرنا چاہا، وہ حضرت عائشہؓ کے گھر مین چھپ گئے تو مروان نے تنقیص کے طور پر
کہا، قرآن مجید کی آیت والذی قال لوالدیہ اف لکما اتعدانني، انہی
کے بارے مین نازل ہوئی ہی، حضرت عائشہؓ نے پردے سے کہا کہ بجز براۃ افک کے ہم لوگون
کے بارے مین کوئی آیت نازل نہین ہوئی[2]،

۷۔ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کا دارومدار تمامتر عربیت پر ہی، لیکن مفسرین نے عربیت
کے اصول و قواعد کو چھوڑ کر متعدد غلطیان کی ہین، مثلاً قرآن مجید مین ہی،

[1] بخاری کتاب التفسیر تفسیر الم غلبت الروم، [2] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ احقاف،

اذا اردنا ان نهلک قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها، — جب ہم کسی گانون کو برباد کرنا چاہتے ہین تو اوس کے دولتمندون کو حکم دیتے ہین اور وہ لوگ فسق وفجور مین مبتلا ہوجاتے ہین،

لیکن اگر اس آیت مین امر کے معنی حکم کے لیے جائین، جیسا کہ عام مفسرین نے لئے ہین تو اس سے لازم آتا ہی کہ خدا ہی اون کو فسق وفجور کا حکم دیتا ہے، حالانکہ خدا برائیون کا حکم نہین دیتا، مفسرین کے دل مین یہ اعتراض کھٹکا ہی، اور اونھون نے اوس کے مختلف جوابات دئیے ہین، لیکن خصائص ابن جنی مین متعدد شواہد سے ثابت کیا ہے کہ امر کے معنی کلام عرب مین کثرت کے بھی آتے ہین، اس لیے آیت کی تفسیر یہ ہوگی، کہ جب ہم کسی شہر کو تباہ کرنا چاہتے ہین تو بہت سے امرا پیدا کردیتے ہین، اور امارت کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے فسق وفجور ہوجاتے ہین، جو تباہی کا پیش خیمہ ہی، اور اس تفسیر پر کوئی اعتراض نہین پڑتا،

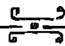
صحابہ کرام سے بڑھ کر عربیت کا کون ماہر ہوسکتا تھا؟ اس لیے اونھون نے اس قسم کے موقعون پر ٹھیک، وہی تفسیر کی ہی جو ادب وعربیت کا اقتضا تھا چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت کی جو تفسیر منقول ہے اوس مین اونھون نے امر کے معنی کثرت ہی کے لئے ہین، اون کے اصلی الفاظ یہ ہین

كنا نقول للحي اذا كثروا في الجاهلية امر بنو فلان[1]، — زمانہ جاہلیت مین جب کوئی قبیلہ بڑھ جاتا تھا تو ہم کہتے تھے کہ امر بنو فلان،

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ اذا اردنا ان نہلک قریۃ

لیکن صحابہ کرام کی بحث وجستجو، تحقیق وتلاش، روک وٹوک جو کچھ تھی اوس کا تعلق صرف تفسیر کے اوس حصے کے ساتھ تھا، جو ضروری کارآمد اور عملی تھا، غیر ضروری مباحث مثلاً تخلیق عالم، اسرار کائینات، تاریخ قدیم اور قصص انبیا سے اونھون نے کبھی اعتنا نہین کیا، یہی وجہ ہے، کہ اون کے متعلق صحابہ کرام سے بروایت صحیحہ ایک حرف بھی مروی نہین ہے، متاخرین کے دماغ کا سب سے بڑا جولانگاہ آیات متشابہات ہین، لیکن صحابہ کرام اس بحث مین پڑنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے، چنانچہ ایک شخص کو جو آیات متشابہات کے متعلق سوال کرتا پھرتا تھا، حضرت عمرؓ نے سخت سزا دی اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ کوئی مسلمان اوس کے پاس[1] بیٹھنے نہ پائے،

ان آیات کے علاوہ قرآن مجید کی اور متعدد آیتون کی تفسیرین صحابہ کرام سے احادیث کی کتابون مین منقول ہین، لیکن ہم اون کو بخوف طوالت قلم انداز کرتے ہین،



[1] مسند دارمی صفحہ ۳۱،

علم حدیث

یہ مسلم ہے کہ حدیث کا مقدس فن تمامتر صحابہ کرام کا ساختہ و پرداختہ ہے، لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحابہ کرام نے اس فن کو کیونکر مرتب کیا؟ تو اس کے جواب کیلئے ہم کو اس سوال کے تمام اجزا کی تحلیل کرکے تفصیل کے ساتھ بتانا ہوگا، کہ صحابہ کرام نے فن حدیث کی کیا ضرورت سمجھی؟ اوس کو کیونکر حاصل کیا؟ کیونکر محفوظ رکھا؟ ہم تک اوس کو کس حزم و احتیاط کے ساتھ پہونچایا؟ اون کی روایتون کا مقصد کیا تھا؟ اونکے پاس احادیث کا تحریری ذخیرہ کس قدر تھا؟ اون سے جن لوگون نے روایتین کین اونھون نے ان احادیث کا کس قدر تحریری ذخیرہ فراہم کیا؟ صحابہ کرام نے احادیث کے کس قدر مدارج قایم کیے؟ فن درایت کو کس حد تک پہونچایا؟ قلت و کثرت روایت کی بنا پر اون کے کس قدر طبقات قائم ہوئے؟ اور اون کی روایات کی تعداد کیا ہے؟ چنانچہ ہم اسی ترتیب کے ساتھ ان سوالات کا جواب دینا چاہتے ہین،

فن روایت کی ضرورت، عقاید عبادات اور اخلاق کے تمام ابواب اگرچہ اصولاً قرآن مجید مین

مذکور ہین لیکن اون کی توضیح تفصیل اور تحدید و تعیین کے لئے رسول اللہ صلعم کے اقوال وافعال کی ضرورت ہے، اسلیئے وہ بھی قرآن مجید کی طرح مذہبی عقائد و اعمال کا لازمی جزء ہین، اسی مقصد کے لیئے فن حدیث کی ضرورت ہو اور صحابہ کرام نے اوس کی یہی ضرورت سمجھی تھی،

چنانچہ ایک بار کسی شخص نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہا کہ "آپ لوگ ایسی حدیثون کی روایت کرتے ہین، جن کی اصل ہم کو قرآن مجید مین نہین ملتی" وہ سخت برہم ہوے، اور فرمایا "کیا قرآن مجید مین یہ تفصیل ہے، کہ ہر چالیس درہم مین ایک درہم، اتنی بکریون مین اتنی بکری اور اتنے اونٹون مین اتنے اونٹ زکوۃ مین دینے چاہئین" اوس نے کہا "نہین" بولے "تو پھر تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا؟ تم نے ہم سے سیکھا اور ہم نے رسول اللہ صلعم سے"[1]

صحابہ کرام نے علم حدیث کیونکر حاصل کیا، صحابہ کرام سے زیادہ کوئی شخص رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت کا مشتاق نہ تھا، لیکن اس کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ مشکوۃ نبوت سے اقتباس نور کرین، حضرت عمرؓ عوالی مین قیام رکھتے تھے جو مدینہ سے کسی قدر دور ہے، اسلیئے آپکی خدمت مین روز حاضر ہونا ناممکن تھا، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے پڑوسی حضرت عتبان بن مالکؓ کو بھیجتے تھے تاکہ خرمن نبوت کی خوشہ چینی سے کسی دن محروم نہونے پائین[2]،

[1] ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب ما تجب فیہ الزکوۃ [2] بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم

بعض صحابہ کو اس کا اس قدر شوق تھا کہ ایک ایک بات کے لیے برسوں آپکی خدمت مین قیام کرتے تھے،

حضرت نواس بن سمعانؓ کا بیان ہو کہ لوگ جب آپ کے پاس سے رخصت ہوتے تھے تو کچھ پوچھ کر نہین جاتے تھے، لیکن مجھے گناہ و ثواب کی حقیقت دریافت کرنی تھی، اس کے لیے مین نے ایک سال تک قیام کیا، اس کے بعد آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "نیکی حسن خلق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو خود تمھارے دل مین کھٹکے اور لوگون پر اوس کا افشا تمھین ناگوار ہو"[۱]

اس طرح جن بزرگون کو آپ کے فیض صحبت سے متمتع ہونے کا جس قدر موقع ملتا تھا، اوسی قدر اون کے پاس احادیث کا ذخیرہ زیادہ جمع ہو جاتا تھا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ پر جب کثرت روایت حدیث کا الزام لگایا گیا تو اونھون نے اسکا یہ جواب دیا،

ان اخوتی من المہاجرین کان یشغلہم	میرے بھائی مہاجرین تجارت مین اور میرے
الصفق بالاسواق وکنت الزم	بھائی انصار کھیتی باڑی مین مصروف رہتے تھے
رسول اللہ صلعم علی ملاء بطنی فاشہد	لیکن مین مساکین صفہ کا ایک فرد تھا، اسلئے ہر وقت
اذا غابوا واحفظ اذا نسوا وکان	رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر رہتا تھا،
یشغل اخوتی من الانصار عمل اموالہم	اس بنا پر جب وہ لوگ غائب ہوتے تھے تو مین

[۱] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تفسیر البر والاثم،

وکنت امرءً مسکینا من مساکین الصفة اعی حین ینسون[1]

آپکی خدمت مین موجود رہتا تھا جب یہ لوگ بھولتے تھے تو مین یاد کیا کرتا تھا،

وہ معاش کی ضرورت کے علاوہ خود حدیث نبوی کے نہایت مشتاق تھے، اسلئے آپ سے سوالات کیا کرتے تھے اور آپ شوق سے اون کا جواب دیتے تھے،

ایک بار اونھون نے آپ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ بہرہ اندوز کون ہوگا؟ فرمایا کہ "میرا خیال تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کا سوال نہ کرے گا، کیونکہ تم حدیث کے بڑے حریص ہو"[2]

ان بزرگون سے الگ ازواج مطہرات اور ازواج مطہرات مین حضرت عائشہؓ ہین، جن کو رسول اللہ صلعم سے سب سے زیادہ تقرب حاصل تھا اسلئے اون کو خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے اقوال وافعال کے سننے اور دیکھنے کا موقع ملتا تھا، احادیث مین نہایت کثرت سے اس قسم کے واقعات ملتے ہین، جن مین حضرت عائشہؓ نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اور صحابہ کی روایتون پر نکتہ چینی کی، اہل بیت مین بھی جو لوگ زیادہ متفحص ہوتے تھے وہ ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے اس مقصد مین کامیاب ہوتے تھے، حضرت میمونہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھین وہ اون کے یہان اس غرض سے سوتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے نماز شب کی کیفیت کو ملاحظہ کرین[3]،

[1] بخاری کتاب البیوع، [2] بخاری کتاب العلم باب الحرص علی الحدیث، [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی صلاۃ اللیل،

شوق حدیث مین سفر | لیکن صحابہ کرام کا شوق حدیث صرف رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت تک محدود نہ تھا، بلکہ وہ اس روحانی خزانے کی تلاش مین طرح طرح کی مشقتین برداشت کرکے سیکڑون کوس کا سفر کرتے تھے، حضرت فضالہ بن عبیدؓ مصر کے گورنر تھے، ایک صحابی اون کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہاکہ "مین ملاقات کے لئے نہین آیا، مین اور آپ دونون نے رسول اللہ صلعم سے حدیث سنی تھی، اسلیئے مجھے خیال ہواکہ شاید آپ کے پاس اوس کا علم ہو"[1]

حضرت عبداللہ بن انیس جہنیؓ مصر مین مقیم تھے، وہ قصاص کے متعلق ایک حدیث کی روایت کرتے تھے، حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا تو بازار مین آکر ایک اونٹ خریدا اور اوس پر کجاوہ کس کر مصر کو روانہ ہوئے، ایک مہینے مین مصر پہونچے اور لوگون سے پوچھتے ہوئے اون کے دروازے پر گئے اور ایک حبشی غلام کے ذریعہ سے اون کو اطلاع دی، جب اون کو معلوم ہواکہ وہ صحابی ہین تو آکر لپٹ گئے، اور پوچھاکہ آپ کیون تشریف لائے؟ بولے "قصاص کے متعلق آپ جس حدیث کی روایت کرتے ہین، اب آپ کے سوا اوس کا کوئی راوی نہین ہے، اسلیئے مین نے چاہا کہ قبل اسکے کہ ہم دونون مین سے کسی کو موت آئے مین آپ سے اس حدیث کو سن لون"[2]

ایک موقع پر رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث بیان فرمائی تھی، حضرت سائب بن خلادؓ اور حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ اس موقع پر موجود تھے، لیکن بعد مین حضرت

---

[1] ابوداود کتاب الترجل، [2] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۷۰، بخاری کتاب العلم مین بھی اسکا اجمالاً تذکرہ ہے، دیکھو باب الخروج فی طلب العلم،

سائبؓ کو اس حدیث کے متعلق وہم پیدا ہوا اور وہ ازالہ شک کے لیے مصر میں حضرت عقبہؓ کے پاس گئے، اور پہلے مسلمہ بن مخلد کے دروازے پر حاضر ہوئے، اونھوں نے اون کو مہمان بنانا چاہا، لیکن اونھوں نے کہا کہ "پہلے عقبہ سے میری ملاقات کرا دیجئے" وہ ایک گانوں میں تھے، وہ وہاں گئے، اور اس حدیث کی تصدیق کر کے واپس آئے،[۱]

اس کے علاوہ صحابہ کرام سیکڑوں طریقے سے احادیث کو جمع کرتے تھے ایک بار حضرت زید بن خالد الجہنیؓ آستانہ مبارک پر ٹیک لگا کر سوئے اور آپ کی نماز شب کی کیفیت ملاحظہ فرمائی،[۲]

ایک بار ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اون سے کچھ کہا جس کو اور صحابہ نے نہیں سُنا جب وہ پلٹے تو تمام صحابہ نے اون کو گھیر لیا اور کہا کہ "آپ نے کیا فرمایا"،[۳]

ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لکھا کہ نماز کے سلام کے بعد آپؐ کیا دعا پڑھتے تھے، اونھوں نے وہ دعا لکھ بھیجی،[۴]

اس تفحص و تلاش کے ذریعہ سے کان سعادت کے یہ موتی جب دامن میں آجاتے تھے تو صحابہ کرام نشہ مسرت سے بیخود ہو جاتے تھے، حضرت ابن الحنظلیہؓ ایک خاموش اور گوشہ نشین صحابی تھے، ایک روز وہ حضرت ابو الدرداؓ کے پاس سے ہو کر گذرے تو اونھوں نے اون کو دیکھ کر کہا،

کلمۃ تنفعنا ولا تضرک، کچھ فرمایئے جو ہم کو نفع دے اور آپ کے لیے مضر نہ ہو،

---

۱ حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۸۶، ۲ سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی کم یصلی باللیل، ۳ سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ما جاء اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ، ۴ ابوداود کتاب الصلوۃ باب ما یقول الرجل اذا سلم،

اونھون نے ایک حدیث بیان کی حضرت ابوالدرداءؓ اس قدر مسرور ہوئے کہ سراوٹھاکر کہا "آپ نے رسول اللہ صلعم سے یہ سنا ہے" اور بار بار اس جملے کو دہراتے رہے، اسی طرح وہ متعدد بار اون کے پاس سے گذرے اور اونھون نے کلمہ نافعہ کی استدعا کی اور اونھون نے ایک حدیث بیان کردی[۱]،

صحابہ کرام نے احادیث کو کیون کر محفوظ رکھا، دنیا کو تعجب ہی کہ صحابہ کرام نے احادیث کے ذخیرے کو کیونکر اس صحت وجامعیت کے ساتھ محفوظ رکھا کہ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک کا ایک فقرہ بھی ہوا کے تموج مین جذب ہوکر فنا نہین ہوا؟ لیکن اگر اوسکو یہ معلوم ہوتا کہ صحابہ کرام نے نہ صرف اس مقدس مجموعہ کی حفاظت کی، بلکہ آپ کے ایک ایک اشارے، ایک ایک حرکت، اور ایک ایک ادا کو محفوظ رکھا تو یہ تعجب خود بخود زایل ہوجاتا،

ایک بار لوگون نے حضرت خبابؓ سے پوچھا کہ "رسول اللہ صلعم ظہر وعصر مین قرأت کرتے تھے" بولے "ہان"، لوگون نے کہا یہ کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا "ہم آپ کی ریش مبارک کی حرکت سے اسکا پتہ لگا لیتے تھے[۲]،

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہین کہ ہم نے یہ اندازہ کیا کہ آپ ظہر وعصر کی رکعات مین کتنی دیر تک قیام کرتے ہین، تو معلوم ہوا کہ اول کی دو رکعتون مین اتنی دیر جتنی مین تین آیتین پڑھ لی جائین، اور اخیر کی دو رکعتون مین اسکی نصف مدت[۳]،

[۱] ابوداود کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار، [۲] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب القراۃ فی الظہر، [۳] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب تخفیف الاخرین،

ایک بار حضرت عبد اللہؓ نے نماز کا طریقہ بتایا اور کہا کہ "مجھے رسول اللہ صلعم کی انگلیوں کی گردش نظر آرہی[1] ہے"،

پہلے جب نماز میں اشارہ کرنا یا بات چیت کرنا جائز تھا تو رسول اللہ صلعم لوگوں کو نماز میں سلام کا جواب دیا کرتے تھے، ایک صاحب نے حضرت بلالؓ سے اس کی کیفیت پوچھی تو اونھوں نے اوسی طرح ہاتھ کو گردش دی جس طرح آپ ہاتھوں کو اُس[2] حالت میں گردش دیتے تھے،

حضرت اغر مزنیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار شمار کیا معلوم ہوا کہ آپ نے ایک نشست میں سو[3] بار استغفار فرمایا،

صحابہ کرام نے جس طرح ان اشارات و حرکات کو محفوظ رکھا تھا، اوسی طرح بعض احادیث کی روایت میں ان جزئیات کی تفصیل بھی کرتے تھے،

ایک بار حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے دس صحابہ کے مجمع میں کہا کہ "میں تم سے زیادہ رسول اللہ صلعم کی نماز سے واقف ہوں"، اون لوگوں نے کہا کیونکر؟ "تم نہ ہم سے زیادہ متبع سنت تھے، نہ ہم سے زیادہ قدیم الصحبت"، اونھوں نے صلوٰۃ نبویہ کے ایک ایک جزئیات کو بیان کرنا شروع کیا، تو اون لوگوں[4] نے تصدیق کی،

لیکن احادیث کے محفوظ رکھنے کا اصلی ذریعہ حفظ حدیث تھا، یعنی صحابہ کرام اون کو ازبر یاد کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں رات کے تین حصے کرتا تھا

[1] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب تفریع ابواب الرکوع والسجود وضع الیدین علی الرکبتین، [2] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب رد السلام فی الصلوٰۃ [3] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار، [4] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ،

ایک مین سوتا تھا، ایک مین نماز پڑھتا تھا اور ایک[1] مین احادیث رسول اللہ کو یاد کرتا تھا

لوگون نے حضرت ابوسعید خدری رضی سے کہا کہ آپ ہم کو احادیث کے لکھنے کی اجازت نہین دیتے، فرمایا "ہم حدیث کو قرآن کی طرح لکھنے کی اجازت نہین دے سکتے لیکن جس طرح ہم نے رسول اللہ صلعم سے سنکر حدیثین یاد کرلی تھین، تم بھی اوسی طرح[2] یاد کرلو"

صحابہ کرام نے کس حزم و احتیاط کے ساتھ ہم تک احادیث کو پہونچایا

صحابہ کرام روایت حدیث مین نہایت حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے، بعض صحابہ مثلاً حضرت زبیر رضی سرے سے روایت ہی نہین کرتے تھے، ایک بار اون سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی نے پوچھا کہ آپ تمام صحابہ کی طرح کیون نہین روایت کرتے؟ بولے "اگرچہ رسول اللہ صلعم سے مجھکو امتیاز و خصوصیت حاصل تھی، تاہم مین نے آپ سے سنا ہے کہ جو شخص میری طرف جھوٹ کا انتساب کرے اوس کو اپنا ٹھکانا جہنم مین بنالینا چاہیئے،[3]"

بعض صحابہ رسول قال الرسول کے لفظ سے اپنے لب کو آشنا تک نہین کرتے تھے، امام شعبی کا بیان ہے کہ مین ایک سال تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی کے پاس بیٹھا لیکن اونھون نے کوئی حدیث نہین بیان کی، حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے کہ مین نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد، حضرت مقداد اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی کی رفاقت کی، لیکن طلحہ کے سوا کہ وہ واقعات احد بیان کرتے تھے کسی سے

[1] مسند دارمی صفحہ ۷۹ [2] دارمی صفحہ ۶۶ [3] ابوداود کتاب العلم باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ صلعم،

کوئی حدیث نہین سنی[1]

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہین کہ مین نے مدینہ سے مکہ تک حضرت سعد بن مالک رضؓ کی رفاقت کی، لیکن مین نے اون کی زبان سے ایک[2] حدیث بھی نہین سنی،

بعض لوگ صحابہ کرام سے روایت حدیث کی درخواست کرتے تھے، لیکن وہ انکار کردیتے یا ٹالدیتے تھے، ایک بار لوگون نے حضرت زید بن ارقم رضؓ سے کہا کہ "حدیث بیان فرمائیے"، بولے "ہم لوگ بوڑھے ہوئے اور بھول گئے، حدیث کی روایت کرنا تو نہایت سخت کام ہی"،

ایک بار لوگون نے حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت حدیث کی درخواست کی تو فرمایا کہ انشاء اللہ[3]

جو صحابہ روایت کرتے تھے وہ بھی نہایت کم حدیثین بیان کرتے تھے، حضرت انس بن مالک فرماتے تھے کہ کثرت روایت سے مجھے یہ حدیث روکتی ہی[4]، من کذب علی متعمداً الخ،

حضرت عبد اللہ بن مسعود مہینے مین صرف دو یا تین حدیثون کی روایت[5] کرتے تھے،

حضرت عمر رضؓ لوگون کو خصوصیت کے ساتھ کثرت روایت سے روکتے تھے،

حضرت قرظہ بن کعب کا بیان ہی کہ حضرت عمر رضؓ نے ہم کو عراق بھیجا تو ہماری مشایعت کی، اور کہا کہ تمھین معلوم ہی کہ مین کیون تمھارے ساتھ چلتا ہون؟ سب نے

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب من حدث بمشاہدہ فی الحرب، [2] سنن ابن ماجہ باب التوقی فی الحدیث عن رسول اللہ صلعم، [3] دارمی صفحہ ۴۲
[4] بخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلعم، [5] دارمی صفحہ ۴۲،

کہا یہ ہماری عزت افزائی ہے" بولے" ہاں، لیکن تم ایسی قوم کے پاس جارہے ہو، جو تلاوت قرآن میں شہد کی مکھیوں کی طرح ترنم ریز ہے، پس اون کی تلاوت میں خلل انداز نہونا اور رسول اللہ صلعم کی حدیثیں بہت کم بیان کرنا، اور میں تمہارا شریک رہونگا،[1]

صحابہ کرام جب حدیث بیان کرتے تھے، تو روایت کی ذمہ داری سے گھبرا اوٹھتے تھے، حضرت عمرو بن میمون ایک تابعی تھے، اونکا بیان ہے کہ میں ہر جمعرات کو بلا ناغہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، لیکن اون کی زبان سے کبھی قال رسول اللہ صلعم کا لفظ نہیں سنا، ایک دن یہ الفاظ اون کی زبان سے نکلے تو گردن جھکالی، میں نے دیکھا تو اون کی قمیص کے تکمے کھلے ہوئے تھے، آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں، گردن کی رگیں پھول گئی تھیں، حدیث کی روایت کرتے تھے تو احتیاطاً کہتے جاتے تھے، اس سے کم یا اس سے زیادہ اس کے قریب یا اس کے مشابہ یعنی یقینی طور پر یہ نہیں کہتے تھے کہ یہی الفاظ ہیں،[2]

حضرت انس بن مالکؓ جب حدیث بیان کرتے تھے، تو گھبرا اوٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ الفاظ ہیں، یا جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہوگا،[3]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میں جب حدیث بیان کروں تو مجھے یہ گوارا ہے کہ مجھپر آسمان پھٹ پڑے بہ نسبت اسکے کہ آپکی طرف اوس حدیث کا انتساب کروں جس کو آپ نے نہیں فرمایا،[4]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ تذکرہ حضرت عمرؓ، [2] ابو داؤد باب التوقی فی الحدیث عن رسول اللہ صلعم [3] دارمی صفحہ ۴۶
[4] مسلم کتاب الزکوۃ باب التحریض علی قتل الخوارج،

حضرت عبد الرحمٰن بن ابوہند ایک صحابی تھے وہ اپنے بستر پر ایک چھڑی رکھکر بیٹھتے تھے، جب اون کے لڑکے اور بھتیجے علم حدیث کی تعلیم کے لیئے آتے اور کہتے کہ "قال رسول اللہ" تو چھڑی اوٹھاکر فرماتے کہ"تم رسول اللہ صلعم سے کیونکر روایت کرسکتے ہو"[1]

صحابہ کرام جس حزم واحتیاط کے ساتھ روایت کرتے تھے، اوسی حزم واحتیاط کے ساتھ اون کو قبول بھی کرتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جب میرے سامنے کوئی صحابی، روایت کرتے ہین، تو مین اون سے قسم لیتا ہون، جب وہ قسم کھالیتے ہین تو مین اوس روایت کی تصدیق کرتا ہون[2]،

حضرت ابوبکر صدیق نہایت نرم خو تھے، لیکن روایت کے قبول کرنے مین کسی قسم کی مداہنت نہین کرتے تھے، ایک بار دادی کی میراث کے متعلق حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک روایت کی تو فرمایا کہ"شاہد لاؤ"حضرت محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی، تو اوسکو قبول کیا[3]،

تمام صحابہ مین حضرت عمرؓ سب سے زیادہ متشدد فی الحدیث تھے، ایک بار زدوکوب مین کسی عورت کا حمل ساقط ہوگیا، تو حضرت عمرؓ نے اوس کی دیت کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک غلام یا ایک لونڈی اوس کی دیت مین دلوائی ہے، حضرت عمرؓ نے اس حدیث پر

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابوہند، [2] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی الاستغفار، [3] ابوداود کتاب الفرائض باب فی الجدۃ،

شہادت طلب فرمائی، تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی،[1]

ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ ابوموسیٰ اجازت چاہتا ہے، اشعری اذن چاہتا ہے، عبداللہ بن قیس استیذان کا خواستگار ہے" تین بار کی اذن طلبی پر بھی جب باریابی کی اجازت نہ ملی تو واپس آئے، حضرت عمرؓ نے بلاکر پوچھا کیون واپس چلے گئے؟ بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر تین بار مین اذن نہ ملے تو واپس چلے آؤ، فرمایا اس حدیث پر گواہ لاؤ، حضرت ابوسعید خدریؓ نے شہادت دی تو کہا کہ مین تم کو متہم کرنا نہین چاہتا تھا، یہ تشدد صرف اس خوف کی بنا پر تھا کہ لوگ جھوٹی روایتون کے کرنے پر دلیر نہ ہوجائین"[2] لیکن حضرت ابیؓ نے اس تشدد کو دیکھکر کہا "عمرؓ! اصحاب رسول اللہ کی جان کا عذاب نہ بنو"

ایک بار حضرت عمرو بن امیہ الضمری بازار مین چادر خرید رہے تھے، لوگون نے پوچھا کیا کروگے؟ بولے اس کو صدقہ مین دونگا، حضرت عمرؓ نے یہ سن لیا اور چلے گئے بعد کو ملے تو کہا کہ وہ چادر کیا ہوئی؟ اونھون نے کہا کہ "مین نے اپنی بی بی پر صدقہ کردیا، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بی بی کو جو کچھ دوگے وہ صدقہ ہوگا، بولے عمرو! رسول اللہ صلعم پر افترا نہ کرو، چنانچہ اونکو حضرت عائشہؓ کے پاس لائے، اور اس حدیث کی تصدیق کرائی"[3]

ایک بار حضرت ابومسعودؓ، حضرت ابودرداؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کو

[1] ابوداود کتاب الدیات باب دیۃ الجنین [2] ابوداود کتاب الادب باب فی الاستیذان و بخاری کتاب الاستیذان
[3] مسند ابوداود طیالسی صفحہ ۱۹۴،

اسی تشدد و احتیاط کی بنا پر قید کر دیا، اور کہا یہ حدیثین[1] روایت کرتے ہو؟

ایک بار کسی نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ عہد عمرؓ مین بھی تم اسی طرح حدیثون کی روایت کر سکتے تھے؟ بولے "اگر ایسا کرتے تو کوڑا کھاتے"[2]،

اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے مین روایتین اسقدر منقح ہوگئین کہ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگونکو حکم دیا تھا، کہ صرف حضرت عمرؓ کے زمانے کی حدیثین روایت کیجائین، کیونکہ وہ لوگون کو مذہبی[3] معاملات مین ڈرایا کرتے تھے،

روایت حدیث کا مقصد

ثواب آخرت کے علاوہ علم حدیث چونکہ دنیوی عزت و جاہ کا بھی ذریعہ تھا، اسلیئے اخیر زمانے مین بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے، جو صرف حصول عزت کے لیئے حدیثین بناتے تھے اور اون کی روایت کرتے تھے، لیکن صحابہ کرام کی روایت حدیث کا مقصد حصول ثواب اخروی کے سوا اور کچھ نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ اِس امانت کو اوس وقت ادا کرتے تھے جب دنیوی عزت ہر شخص کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، اور ہر امین کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہی کہ اگر اوس نے امانت ادا نہین کی، تو خدا کے نزدیک ماخوذ ہوگا چنانچہ ایک صحابی نے انتقال کے وقت ایک حدیث کی روایت کی اور کہا کہ "مین صرف حصول ثواب کے لیئے اس کی روایت کرتا ہون[4]"،

حضرت معاذ بن جبل سے آپنے فرمایا تھا کہ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کریگا، وہ جنتی ہوگا، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت کی تھی کہ اس کا عام اعلان

---

[1] المعتصر من المختصر من مشکل الآثار للطحاوی صفحہ ۴۵۹، [2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ حضرت عمرؓ، [3] مسلم کتاب الزکوۃ باب النہی عن المسئلہ، [4] ابو داود باب ماجاء فی الہدی فی المشی الی الصلوۃ،

نہ کیا جائے، حضرت معاذ بن جبلؓ نے عمر بھر اس راز کو چھپایا، لیکن دم نزع خوف کتمان[1] سے اوس کو افشا کر دیا،

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسارؓ کی عیادت کو آیا، تو بولے کہ مین تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہون، اگر مرض الموت مین مبتلا نہوتا تو نہ بیان کرتا، "آپ نے فرمایا ہی کہ جو امیر مسلمانون کی خیر خواہی نہ کریگا وہ اون کے ساتھ جنت مین داخل نہ ہوگا[2]"،

صحابہ کے پاس حدیث کا تحریری ذخیرہ کس قدر تھا،

صحابہ کرام اگرچہ اکثر زبانی روایتین کرتے تھے تاہم اونکے پاس حدیث کے بعض تحریری ذخیرے بھی موجود تھے، اخیر زمانے مین زکوۃ کے متعلق رسول اللہ صلعم نے جو دستور العمل مرتب فرمایا تھا اوسکو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے محفوظ رکھا تھا، چنانچہ وہ مدتون حضرت عمرؓ کے خاندان مین محفوظ رہا اور وہین سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اوس کی نقل لی[3]

تذکرۃ الحفاظ مین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ۵۰۰ حدیثین بھی لکھی تھین، لیکن پھر اوس مجموعہ کو جلا دیا،

فتح مکہ کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا تھا، اوس کے متعلق یمن کے ایک صحابی ابو شاہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ یہ میرے لیئے لکھوا دیا جائے، چنانچہ آپ نے اوس کو لکھوا دیا[4]،

[1] مسلم کتاب الایمان باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاک فیہ دخل الجنۃ وحرم علی النار، [2] مسلم کتاب الایمان باب استحقاق الوالی الغاش لرعیتہ النار، [3] ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب فی زکوۃ السائمۃ، [4] ابو داؤد کتاب المناسک باب تحریم مکہ و بخاری کتاب العلم،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس احکام کا ایک مجموعہ تھا جس کی نسبت وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کے ارشادات مین قرآن مجید اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ نہین لکھا[1]، یہ صحیفہ وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے، چنانچہ ایک صحابی کو اونھون نے اپنی تلوار کی میان سے نکالکر اوس کو دکھایا[2]،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ آپ سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے، قریش نے اون کو منع کیا کہ آپ مختلف حالتون مین گفتگو کرتے ہین، اسلیئے آپکا ہر ارشاد حدیث نہین ہو سکتا، اونھون نے آپکی خدمت مین اس کا تذکرہ کیا، تو آپ نے فرمایا کہ "لکھا کرو اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہین نکل سکتا[3]"،

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہو کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم سے جو کچھ سنتے تھے، بیٹھکر لکھتے جاتے تھے، آپ نکلے تو فرمایا کہ کتاب اللہ کے ساتھ دوسری کتاب بھی لکھی جائیگی؟ اسلیئے ہم نے جو کچھ لکھا تھا اوس کو جمع کرکے جلا دیا[4]،

فرامین رسولؐ، رسول اللہ صلعم نے مختلف اشخاص اور مختلف قبائل کے نام جو فرامین لکھوائے تھے، وہ اگرچہ زیادہ تر شخصی حیثیت رکھتے تھے تاہم اون سے بھی شرعی مسایل مستنبط ہو سکتے تھے، اسلیئے صحابہ کرام نے احادیث کا جو تحریری ذخیرہ جمع کیا تھا اوسی سلسلہ مین یہ بھی داخل ہین، اس قسم کے فرمان متعدد صحابہ کے پاس محفوظ تھے، حضرت مجاعہ کے بھائی کو قبیلہ بنو سدوس نے قتل کر دیا تھا، وہ آپ کے پاس

[1] ابوداود کتاب المناسک باب فی تحریم المدینۃ، [2] ابوداود کتاب الحدود باب ایقاد المسلم من الکافر، [3] ابوداود کتاب العلم باب فی کتابۃ العلم، [4] مسند جلد ۳ صفحہ ۱۲، ۹۱ ع

آئے اور دیت طلب کی، آپنے فرمایا کہ "مین مشرک کی دیت تو نہین دیسکتا، لیکن ایک فرمان لکھدیا کہ مشرکین بنو ذہل کے یہان سے جو خمس آئے، اوس مین سے اون کو سو اونٹ دئیے جائین، چنانچہ اونھون نے ایک حصہ وصول کر لیا، جو باقی تھا اوس کے وصول کرنے سے پہلے بنو ذہل نے اوس کا معاوضہ دوسرے ذرائع سے پورا کر دیا،[۱]

حضرت یزید بن عبد اللہؓ کا بیان ہو کہ "ہم لوگ کھڑے تھے کہ ایک پراگندہ مو شخص ہاتھ مین سرخ چمڑا لئے ہوئے آیا، ہم نے اوس کو لیکے دیکھا، تو وہ فرمان تھا ہم نے پوچھا اسکو کس نے لکھا ہی، بولا رسول اللہ صلعم نے"[۲]

جن لوگون نے صحابہ کرام سے روایتین کین اونھون نے احادیث کا کسقدر تحریری ذخیرہ فراہم کیا

خود صحابہ کرام سے جن لوگون نے روایتین کین، اون کو اگرچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ لکھنے کی اجازت نہین دیتے[۳] تھے، لیکن بہت سے صحابہ کتابت حدیث کو جائز سمجھتے تھے، حضرت عمر بن الخطابؓ نے عام حکم دیا تھا کہ "قیدوا العلم بالکتاب" یعنی علم کو لکھ لیا کرو،

بشیر بن نہیک کا بیان ہے کہ "مین حضرت ابو ہریرہؓ سے جو کچھ سنتا تھا لکھ لیتا تھا، جب اون سے رخصت ہونے لگا، تو اوس مجموعہ کو دکھالیا، اور اونھون نے اوس کی تصدیق کی" سعید بن جبیرؓ فرماتے ہین کہ "مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ساتھ رات کو مکہ کے راستہ مین چلتا تھا، وہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے کجاوے کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا، پھر صبح کو صاف کر لیتا تھا، حضرت براء کے تمام تلامذہ قلم سے اپنی ہتھیلیون پر

[۱] ابو داود کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ، [۲] ابو داود کتاب الخراج والامارۃ باب ما جاء فی سہم الصفی، [۳] مسند دارمی صفحہ ۶۸ باب من لم یر کتابۃ الحدیث

لکھتے تھے، حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تمام حدثین اون کے سامنے لکھ لیا کرتے تھے[1]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو خود حدیث لکھوائی اور اوس نے لکھ لی[2]،

حضرت زید بن ثابتؓ حدیثون کے لکھنے کے مخالف تھے، لیکن مروان بن حکم نے اون کو اپنے یہان بلواکر بیچ مین ایک پردہ ڈالدیا اور ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ جو حدثین وہ بیان کرین اون کو چپکے سے لکھتا جائے[3]، غرض اس طرح صحابہ کرام ہی کے زمانے مین فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انھی اجزا ر پریشان کو ایک مجموعے کی صورت مین جمع کر دیا،

مدارج حدیث کی تعیین، حدیث کے مختلف مدارج ہین، بعض روایتین متواتر ہوتی ہین یعنی اون کی روایت ایک جم غفیر کرتا ہی، بعض روایتین مشہور ہوتی ہین، جو اگرچہ درجہ تواتر کو نہین پہونچتین، تاہم ہر زمانے مین بکثرت لوگ اون کی روایت کرتے ہین، بعض حدیثون کی روایت کا سلسلہ چند اشخاص تک محدود رہتا ہی، یہان تک کہ بعض اوقات ایک ہی شخص کسی حدیث کی روایت کرتا ہی، یہی روایتین ہین، جن کو اصطلاح مین خبر احاد کہتے ہین، اس اختلاف مدارج کا اثر اُن فقہی احکام پر پڑتا ہی جو ان حدیثون مین مذکور ہوتے ہین، یا اون سے مستنبط کیے جاتے ہین قطعیت کے لحاظ سے خبر احاد متواتر یا مشہور روایتون کے درجہ کو نہین پہنچ سکتی، اس بنا پر فقہا مین اختلاف ہی کہ خبر احاد کے ذریعہ سے قرآن مجید کے کسی حکم

[1] مسند دارمی صفحہ ۶۸ و ۶۹ باب من رخص فی کتابۃ العلم، [2] مسند جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، [3] مسند دارمی صفحہ ۶۶،

عام کی تخصیص یا تنسیخ ہوسکتی ہو یا نہین ؟ امام شافعی کا مذہب ہی کہ خبر احاد کے ذریعے
قرآن مجید کے کسی حکم عام کی تخصیص بلکہ تنسیخ بھی کی جاسکتی ہی، اس وقت ہم اس
مسئلہ پر بحث کرنا نہین چاہتے، اس موقع پر صرف یہ دکھانا مقصود ہی کہ خود صحابہ نے
احادیث کے مختلف مدارج قایم کرلئے تھے، اور اس اختلاف مدارج کا جو اثر احکام
پر پڑ سکتا تھا اوس کے متعلق خود اونھون نے اپنی اجتہادی رائے قایم کر لی تھی،

قرآن مجید مین بہ تصریح مذکور ہی کہ اگر کسی عورت کو طلاق باین دیدیجائے
توجب تک ایام عدت گذر نہ جائین، شوہر بی بی کو گھر سے نکال نہین سکتا،

ولا تخرجوھن من بیوتھن، اور ایام عدت مین اونکو گھرون سے نہ نکالو،

اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہی کہ ایام عدت مین عورت کو سکنی کا حق حاصل
ہے اب صرف یہ بحث ہی کہ اوس کو نان ونفقہ کا حق بھی حاصل ہی یا نہین ؟ قرآن مجید
مین اگرچہ اسکے متعلق صریح حکم نہین ہے لیکن قرآن مجید مین حاملہ عورتون کے متعلق بہ تصریح حکم دیا گیا ہی
کہ اگر حاملہ عورتون کو طلاق دیجائے توجبتک وضع حمل نہ ہو، شوہر کو نان نفقہ دینا ہوگا،

انکن اولات حمل فانفقوا علیھن اگر وہ حاملہ ہون تو زمانہ وضع حمل تک اونکے نان
حتی یضعن حملھن، ونفقہ کے کفیل رہو،

حاملہ عورت کے وضع حمل کا زمانہ اوس کی عدت کا زمانہ ہوتا ہی، اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ زمانہ عدت مین عورت کے نان ونفقہ کا بار شوہر پر ہے، اس کے علاوہ عورت کو
جب سکنی کا حق حاصل ہی تو اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوس کے نان ونفقہ کا

بار بھی شوہر ہی پر ہوگا،

قرآن مجید کا یہ حکم قطعی ہے اسلیئے صرف قطعی دلایل ہی سے اوس کی تنسیخ یا تخصیص ہو سکتی ہے، حضرت عمرؓ کے زمانے مین یہ مسئلہ پیش آیا، تو حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے شہادت دی، کہ اون کے شوہر نے اون کو طلاق باین دی تھی لیکن رسول اللہ صلعم نے اون کو نان نفقہ اور سکنی کے حق سے محروم کر دیا تھا، لیکن چونکہ یہ خبر احاد تھی جس کے ذریعہ سے قرآن مجید کے احکام منصوصہ کو منسوخ نہین کیا جا سکتا تھا، حضرت عمرؓ نے صاف فرما دیا،

ما کنا لندع کتاب ربنا وسنة	ہم خدا کی کتاب اور رسول اللہ صلعم کی سنت
نبینا صلعم لقول امرأة لاندری	کو ایک عورت کے کہنے سے نہین چھوڑ سکتے خدا
احفظت ام لا،	جانے اوس نے اصل واقعہ کو یاد بھی رکھا یا نہین،

حضرت عایشہؓ بھی حضرت عمرؓ کے ہمزبان تھین، اونکا خیال تھا کہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو اس بنا پر گھر سے منتقل کر دیا تھا کہ اون کا گھر سنسان اور آبادی سے دور تھا، یہ ایک خاص حالت تھی، جس پر خاص ضرورت[1] نے مجبور کیا تھا کوئی عام حکم نہ تھا،

درایت، حدیثون کے متعلق روایت کی حیثیت سے بحث صرف راوی کے عوارض وخصوصیات کی بنا پر ہوتی ہے، لیکن درایت کی رو سے جب کسی حدیث کی تنقید کیجاتی ہے

[1] ابوداود کتاب الطلاق باب فی نفقة المبتوتة،

تو راوی بالکل نظر انداز کردیا جاتا ہے اور خارجی عوارض واسباب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے،
صحابہ کرام کے دور میں اگرچہ درایت کے تمام اصول وقواعد مرتب نہیں ہوئے تھے،
تاہم اس کی ابتدا ہو چکی تھی، اور اونھون نے راوی سے قطع نظر کرکے اور حیثیتون سے
بھی روایات پر نظر ڈالی تھی، ایک بار حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی کہ جو چیز آگ سے
پکا دی جائے اوسکے استعمال سے وضو واجب ہوجاتا ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن
عباسؓ نے اعتراض کیا کہ اس بنا پر تو ہم کو روغن اور گرم پانی کے استعمال[1] سے بھی
وضو کرنا پڑیگا،

حدیث شریف مین آیا ہے کہ "جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جب
کوئی مسلمان اوسکو حالت نماز مین پالیتا ہے تو اوس وقت خدا سے جو کچھ مانگتا ہے خدا
اوس کو دیدیتا ہے" صحابہ کرام کو اُس کی جستجو ہوئی اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ
نے اوس کو معلوم کرلیا، کہ وہ جمعہ کے دن کی سب سے آخری ساعت ہے، اونھون نے
حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا تو بولے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ آپ نے تو فرمایا ہے کہ
اگر کوئی مسلمان اوس کو حالت نماز مین پالے" حالانکہ دن کی آخری ساعت مین
کوئی نماز نہین[2] پڑھی جاتی،،

اس باب مین حضرت عائشہؓ خاص طور پر ممتاز ہین، اونھون نے درایت کے
رو سے جن احادیث پر اعتراضات کیئے ہین اون سے درایت کے بعض اصول بھی

---

[1] ترمذی کتاب الطہارۃ باب الوضوء مما غیرت النار، [2] ابوداود کتاب الصلوۃ باب تفریع ابواب الجمعہ،

قایم ہوتے ہین، مثلاً اون کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ مردے پر اوس کے اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، تو اونھون نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ خود قرآن مجید مین ہے،

لا تزر وازرۃ وزر اخری — ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہین اوٹھا سکتا،

اس سے یہ اصول قایم ہوا کہ کوئی روایت نصوص قرآنی کے مخالف نہین قبول کی جاسکتی، چنانچہ اس اصول کی رو سے اونھون نے متعدد روایتون پر اعتراضات کیئے، مثلاً صحابہ کرام کے دور مین یہ خیال پھیل گیا تھا کہ رسول اللہ صلعم نے شب معراج مین خدا کو دیکھا تھا، لیکن حضرت عایشہ رضؓ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو بولین "جو شخص یہ روایت کرے وہ دروغ گو ہے" اس کے بعد یہ آیت پڑھی،

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر، — خدا کو کوئی نگاہ پا نہین سکتی اور وہ نگاہون کو پالیتا ہے وہ لطیف اور خبیر ہے،

اون کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ نحوست عورت، گھوڑے اور گھر مین ہے، تو اونھون نے اس کا انکار کیا، اور یہ آیت پڑھی،

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا، — زمین مین یا تمھارے اندر تمھین جو مصیبتین پہونچتی ہین وہ پہلے سے لکھی ہوتی ہین،

غزوہ بدر مین جو کفار مارے گئے تھے، رسول اللہ صلعم نے اون کے مدفن پر

۱؎ یہ روایتین بہ ترتیب عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ عایشہ علی الصحابہ صفحہ ۱۰، ۱۷، ۱۸، ۲۱ مین موجود ہین، اخیر روایت کے علاوہ اور روایتین بخاری مین بھی ہین،

کھڑے ہوکر فرمایا تھا،

هل وجدتم ما وعد ربکم حقا، — خدا نے جو تم سے وعدہ کیا تم نے اوس کو پالیا

ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ آپ مردون کو پکارتے ہین؟ آپ نے اس کے جواب مین فرمایا،

ما انتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون، — تم اون سے زیادہ نہین سنتے، لیکن وہ جواب نہین دیسکتے،

حضرت عایشہؓ کے سامنے جب یہ روایت کی گئی تو اونھون نے کہا کہ "آپ نے یہ نہین بلکہ یہ ارشاد فرمایا تھا،

انهم لیعلمون الآن ان ما کنت اقول لهم حق ۵ — وہ اس وقت یقینی طور پر جانتے ہین کہ مین اون سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا،

اس کے بعد اونھون نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی،

انك لا تسمع الموتى وما انت بمسمع من فی القبور، — اے پیغمبر تو مردون کو اپنی بات نہین سنا سکتا اور نہ اون کو جو قبرین ہین،

مطلب یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے کفار آپ کی آواز کو سن ہی نہین سکتے تھے،

عام طور پر لوگ متعہ کی حرمت مین احادیث پیش کرتے ہین، لیکن حضرت عایشہؓ سے جب اون کے ایک شاگرد نے جواز متعہ کی روایت کی نسبت پوچھا تو اونھون نے اوسکا

---

[1] بخاری غزوہ بدر،

جواب حدیث سے نہین دیا، بلکہ فرمایا "میرے تمھارے درمیان خدا کی کتاب ہی" پھر یہ آیت پڑھی،

والذین ھم لفروجھم حفظون الا	جو لوگ کہ اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرتے
علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم	ہین بجز اپنی بیبیون یا لونڈیون کے اون پر
فانھم غیر ملومین	کوئی ملامت نہین،

اسلیئے ان دو صورتون کے علاوہ کوئی اور صورت جایز نہین[1]،

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہی کہ حرامی لڑکا تینون مین (مان باپ بچہ) بدتر ہے، حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا "یہ صحیح نہین ہے، واقعہ یہ ہی کہ ایک منافق تھا جو رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہا کرتا تھا، لوگون نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس کے علاوہ وہ ولد الزنا بھی ہی، آپ نے فرمایا کہ "وہ تینون مین بدتر ہی" یعنی اپنے مان باپ سے زیادہ برا ہے یہ ایک خاص واقعہ تھا عام نہ تھا، خدا خود فرماتا ہی،

ولا تزر وازرۃ وزر اخری،	کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہین اوٹھاتا،

یعنی قصور تو مان کا ہے بچے کا کیا گناہ[2] ہے جس کی بنا پر وہ اون سے برا قرار دیا جائے،

احادیث مین اور بھی متعدد مثالین ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جن روایات مین کسی قسم کا اشتباہ ہو سکتا تھا، صحابہ کرام نے اون پر تنقید کر کے اس مقدس فن کو اغلاط و اوہام سے پاک کر دیا،

---

[1] اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم، [2] اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم،

طبقات الصحابہ، اگرچہ محدث ابوزرعہ[1] کے قول کے مطابق صحابہ کی تعداد لاکھون سے متجاوز تھی، تاہم علامہ ذہبی نے طبقات الحفاظ مین جن صحابہ کا تذکرہ کیا ہو اور جن کی نسبت لکھا ہو کہ صحاح مین ان سے حدیثین مروی ہین اون کی تعداد صرف ایکسو پانچ ہو لیکن تفحص و تلاش سے اس پر اور صحابہ کے نامون کا بھی اضافہ ہوسکتا ہو، چنانچہ مسند ابوداود طیالسی جو دوسری صدی کے اخیر مین تصنیف ہوئی ہو، اوس مین تقریباً ڈھائی سو صحابہ سے روایتین ہین،

علامہ ذہبی کی رائے کے مطابق ان ایک سو پانچ صحابہ مین اٹھائیس صحابہ ایسے ہین جن کے نام سے علم حدیث کے اکثر صفحات مزین ہین، لیکن ان اٹھائیس صحابہ مین عام محدثین کی تصریح کے مطابق ۸ صحابہ سب سے زیادہ کثیر الروایات ہین، اور علم حدیث مین نصف سے زیادہ صرف انھین کی روایتین ہین اور چونکہ ایک حدیث مین آیا ہو کہ جس نے کم از کم چالیس حدیثین بھی میری امت کو پہونچا دین اوس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا، اس لئے محدثین نے یہ فیصلہ کردیا ہو کہ جن کی روایتین چالیس سے کم ہونگی وہ قلیل الروایات شمار کیئے جائینگے، اس بنا پر قلت و کثرت روایت کی حیثیت سے محدثین نے صحابہ کے چار طبقے قرار دیئے ہین،

(۱) **پہلا طبقہ** یعنی وہ صحابہ جن کی روایتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین،

(۲) **دوسرا طبقہ** یعنی وہ صحابہ جن کی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زیادہ ہین،

(۳) **تیسرا طبقہ** یعنی وہ صحابہ جن کی روایتین چالیس یا چالیس سے زیادہ ہین،

[1] یہ پورا ٹکڑا مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے مضمون شائع شدہ الندوہ بابت اگست ۱۹۱۹ء سے حرف بحرف منقول ہو،

(۴) **چوتھا طبقہ** یعنی وہ صحابہ جن کی روایتین چالیس یا چالیس سے کم ہین،
لیکن چونکہ پانچسو سے چالیس تک کے رواۃ زیادہ ہین، اسلئے ہم نے اسکے دو حصے
کردیئے ہین، سو سے پانچسو تک ایک طبقہ اور چالیس سے سو تک دوسرا طبقہ، اس تفصیل
کی رو سے ہم نے صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیئے ہین،

(۱) وہ صحابہ جن کی روایتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین،
(۲) وہ صحابہ جن کی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زیادہ ہین مگر ہزار سے کم
(۳) وہ صحابہ جن کی روایتین سو یا سو سے زیادہ ہین مگر پانچسو سے کم،
(۴) وہ صحابہ جن کی روایتین چالیس یا چالیس سے زیادہ ہین مگر سو سے کم
(۵) وہ صحابہ جن کی روایتین چالیس سے کم ہین،

عام محدثین اگرچہ پہلے طبقے مین صرف چھہ صحابہ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت
عائشہؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ
اور حضرت انس بن مالکؓ کو داخل کرتے ہین، لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے کثیر الروایہ
صحابہ مین آٹھ بزرگون کا نام لیا ہے، چنانچہ ازالۃ الخفار مین لکھتے ہین،

صحابہ رضوان اللہ علیہم باعتبار کثرت وقلت روایت حدیث بر چہار طبقہ اند مکثرین کہ
کہ مرویات ایشان ہزار حدیث نصاعداً یا زیادہ، ومتوسطین کہ مرویات ایشان پانصد حدیث
نصاعداً باشد، مثل ابو موسیٰ وبراء بن عازب وجمعیکہ مرویات ایشان چہل حدیث باشد نصاعداً
تا سہ صد وچہار صد، در حدیث شریف آمدہ است، من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً حشر مع العلماء

ادکما قال مقلین کہ مرویات ایشان تا چہل نمی رسد، جمہور محدثین گفتہ اند کثیر الروایت کہ اکثرین از صحابہ ہشت کس اند، ابوہریرہؓ و عائشہؓ و عبد اللہ بن عمرؓ و عبد اللہ بن عباسؓ و عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ و انسؓ و جابرؓ و ابوسعید خدریؓ (صفحہ ۲۱۴ مقصد دوم)

لیکن شاہ صاحب کا دعویٰ محدثین کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، چنانچہ علامہ ابن صلاح لکھتے ہین،

عن احمد بن حنبل قال ستة من اصحاب النبیؐ اکثروا الروایة عنه و عمروا ابوهریرة وابن عمرؓ عائشة وجابر بن عبد الله وابن عباسؓ وانس	امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ چھ صحابہ کثیر الروایت ہین اور انھون نے طویل عمرین پائی ہین، ابوہریرہؓ، ابن عمرؓ عائشہؓ، جابرؓ، ابن عباسؓ، انسؓ،

علامہ عینی حضرت عائشہؓ کے تذکرہ مین لکھتے ہین،

وکانت واحدا الستة الذین هم اکثر الصحابة روایة[1]	حضرت عائشہؓ ان چھ صحابہ مین تھین جو کثیر الروایت ہین

لیکن اصل یہ ہے کہ عام محدثین نے حضرت ابوسعید خدریؓ کا نام کثیر الروایت صحابہ کے ساتھ نہین لیا، حالانکہ ان کی مرویات ایک ہزار سے زیادہ ہین[2]، شاہ صاحب حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو طبقہ اول مین داخل کرتے ہین حالانکہ ان کی روایتون کی تعداد صرف سات سو ہے[3]، اسلیئے کثیر الروایت صحابہ جنکا نام طبقہ اول مین لیا جا سکتا ہے سات ہین، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ،

[1] عمدۃ القاری جلد اول صفحہ ۲۵، [2] خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال صفحہ ۱۳۵، [3] خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال صفحہ ۲۰۸،

شاہ صاحب نے دوسرے طبقے مین حضرت براء ابن عازبؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام لیا ہی، حالانکہ ان دونون کی حدیثین پانچسو سے بہت کم ہین اسلیئے یہ لوگ دوسرے طبقے مین نہین بلکہ تیسرے طبقے مین داخل ہین،

مرویات صحابہ کی تعداد، بہرحال قلت وکثرت روایت کی بناپر صحابہ کے پانچ طبقے ہین جن کے نام اور تعداد روایات کی تفصیل حسب ذیل ہی،

طبقہ اوّل یعنی وہ صحابہ جن کی روائتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین، اِس طبقہ مین سات بزرگ ہین،

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱	حضرت ابوہریرہؓ	۵۳۷۴	۵	حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ	۱۵۴۰
۲	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲۶۶۰	۶	حضرت انس بن مالک انصاریؓ	۱۲۸۶
۳	حضرت عایشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰	۷	حضرت ابوسعید خدریؓ	۱۱۷۰
۴	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۶۳۰			

طبقہ دوم یعنی وہ صحابہ جن کی روائتین پانچسو یا پانچسو سے زائد ہین، اِس طبقہ مین صرف چار صحابہ ہین،

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۸۴۸	۳	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۵۸۶
۲	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۷۰۰		حضرت عمر بن الخطابؓ	۵۳۹

طبقہ سوم یعنی وہ صحابہ جن کی روایتین سو یا سو سے زیادہ ہین مگر پانچسو سے کم ہین

اس طبقہ مین چھبیس ۲۶ صحابہ ہین،

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱	ام المومنین حضرت ام سلمہؓ	۳۷۸	۱۴	حضرت عثمان بن عفانؓ	۱۴۶
۲	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۳۶۰	۱۵	حضرت جابر بن سمرہؓ	۱۴۶
۳	حضرت براء بن عازبؓ	۳۰۵	۱۶	حضرت ابوبکر صدیقؓ	۱۴۲
۴	حضرت ابوذر غفاریؓ	۲۸۱	۱۷	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ	۱۳۶
۵	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۲۱۵	۱۸	حضرت ابوبکرہؓ	۱۳۰
۶	حضرت سہل بن سعد انصاریؓ	۱۸۸	۱۹	حضرت عمران بن حصینؓ	۱۳۰
۷	حضرت عبادہ بن صامتؓ	۱۸۱	۲۰	حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ	۱۳۰
۸	حضرت ابوالدرداءؓ	۱۷۹	۲۱	حضرت ثوبانؓ مولی النبیؐ	۱۲۷
۹	حضرت ابو قتادہ انصاریؓ	۱۷۰	۲۲	حضرت اسامہ بن زیدؓ	۱۲۸
۱۰	حضرت ابی بن کعبؓ	۱۶۴	۲۳	حضرت نعمان بن بشیرؓ	۱۲۴
۱۱	حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ	۱۶۴	۲۴	حضرت سمرہ بن جندب فزاریؓ	۱۲۳
۱۲	حضرت معاذ بن جبلؓ	۱۵۷	۲۵	حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرؓ	۱۰۲
۱۳	حضرت ابو ایوب انصاریؓ	۱۵۰	۲۶	حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ	۱۰۰

طبقہ چہارم یعنی وہ صحابہ جن کی تعداد روایت چالیس سے سو تک ہے، اس

طبقہ میں ۳۳ صحابہ ہیں،

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱	حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ	۹۵	۱۶	ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ	۶۰
۲	حضرت زید بن ثابت رضؓ	۹۲	۱۷	حضرت جبیر بن مطعم قرشی رضؓ	۶۰
۳	حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضؓ	۹۲	۱۸	حضرت اسماء بنت ابی بکر رضؓ	۵۶
۴	حضرت زید بن ارقم رضؓ	۹۰	۱۹	حضرت واثلہ بن اسقع کنانی رضؓ	۵۶
۵	حضرت زید بن خالد الجہنی رضؓ	۸۱	۲۰	حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضؓ	۵۵
۶	حضرت کعب بن مالک اسلمی رضؓ	۸۰	۲۱	حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضؓ	۵۰
۷	حضرت رافع بن خدیج رضؓ	۷۸	۲۲	حضرت عمر بن عقبہ رضؓ	۴۸
۸	حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ	۷۷	۲۳	حضرت کعب بن عمرو انصاری رضؓ	۴۷
۹	حضرت ابو رافع قبطی رضؓ	۶۸	۲۴	حضرت فضلہ بن عبید اسلمی رضؓ	۴۶
۱۰	حضرت عوف بن مالک اشجعی رضؓ	۶۷	۲۵	ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ	۴۶
۱۱	حضرت عدی بن ابی حاتم الطائی رضؓ	۶۶	۲۶	حضرت ام ہانی رضؓ	۴۶
۱۲	حضرت عبدالرحمن بن ابی اوفیٰ رضؓ	۶۵	۲۷	حضرت ابوجحیفہ بن وہب سوائی رضؓ	۴۵
۱۳	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضؓ	۶۵	۲۸	حضرت بلال بن رباح تیمی رضؓ	۴۴
۱۴	حضرت عمار بن یاسر رضؓ	۶۲	۲۹	حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ	۴۳
۱۵	حضرت سلمان فارسی رضؓ	۶۴	۳۰	حضرت مقداد بن اسود کوفی رضؓ	۴۲

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۳۱	حضرت ام عطیہ انصاریہؓ	۴۱	۳۳	حضرت سلمہ بن حنیف انصاریؓ	۴۰
۳۲	حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ	۴۰			

طبقہ پنجم یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں اس طبقہ میں پچپن صحابہ ہیں،

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱	حضرت زبیر بن عوامؓ	۳۸	۱۲	حضرت خالد بن ولیدؓ	۱۸
۲	حضرت فاطمہ بنت قیسؓ	۳۴	۱۳	حضرت عمرو بن حریثؓ	۱۸
۳	حضرت خباب بن الارتؓ	۳۲	۱۴	حضرت خولہ بنت حکیمؓ	۱۵
۴	حضرت عیاض بن حمار تمیمیؓ	۳۰	۱۵	حضرت ثابت بن ضحاکؓ	۱۴
۵	حضرت مالک بن ربیعہ ساعدیؓ	۲۸	۱۶	حضرت معاویہ بن حکیم سلمیؓ	۱۳
۶	حضرت عبداللہ بن سلامؓ	۲۵	۱۷	حضرت عروہ بن ابی جعد الاسدیؓ	۱۳
۷	حضرت ام قیس بنت محصنؓ	۲۴	۱۸	حضرت بسرہ بنت صفوانؓ	۱۱
۸	حضرت فضل بن عباسؓ	۲۵	۱۹	حضرت عروہ بن مضرسؓ	۱۰
۹	حضرت عامر بن ربیعہؓ	۲۲	۲۰	حضرت مجمع بن یزیدؓ	۱۰
۱۰	حضرت ربیع بنت معوذؓ	۲۱	۲۱	حضرت سلمہ بن قیسؓ	۷
۱۱	حضرت اسید بن حضیر اشہلیؓ	۱۸	۲۲	حضرت قتادہ بن نعمانؓ	۷

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۲۳	حضرت قبیصہ بن مخارق عامری رض	۶	۳۲	حضرت زید بن حارثہ رض	۴
۲۴	حضرت عاصم بن عدی قضاعی رض	۶	۳۳	حضرت ثابت بن ودیعہ رض	۲
۲۵	حضرت سلمہ بن نعیم اشجعی	۵	۳۴	حضرت کعب بن عیاض اشعری رض	۲
۲۶	حضرت مالک بن صعصعہ رض	۵	۳۵	حضرت کلثوم بن حصین غفاری رض	۲
۲۷	حضرت محجن بن ادرع رض	۵	۳۶	حضرت دحیہ کلبی رض	۲
۲۸	حضرت سائب بن قلاح رض	۵	۳۷	حضرت جدانہ بنت وہب رض	۲
۲۹	حضرت خفاف غفاری رض	۵	۳۸	حضرت مالک بن یسار رض	۱
۳۰	حضرت ذو مخبر حبشی	۵	۳۹	حضرت عبداللہ بن زمعہ رض	۱
۳۱	حضرت مالک بن ہبیر کندی	۴	۴۰	حضرت کلثوم بن علقمہ رض	۱

ان کے علاوہ جو صحابہ باقی رہ گئے ہین چونکہ وہ صغار صحابہ ہین اور اون کی روایت کتب حدیث مین اس قدر کم ہے کہ وہ شمار مین نہین آئی ہے، اس لئے ہم نے انکا ذکر نہین کیا، مختلف طبقات مین ہم نے جن صحابہ کا نام لیا ہے ان کی مجموعی تعداد ایک سو پچیس ہے اور مسلمانون کے پاس احادیث کا جو سرمایہ باقی ہے وہ انہی بزرگون کا فیض ہے،



علم فقہ

علم فقہ کی تدوین و ترتیب مین صحابہ کرام کے مساعی جمیلہ کا جو حصہ شامل ہے اوس کی تاریخ حسب ذیل عنوانات مین بیان کی جاسکتی ہے۔

(۱) صحابہ کرام نے رسول اللہ صلعم سے کیونکر علم فقہ کی تعلیم حاصل کی؟

(۲) فقہاء صحابہ کے کس قدر طبقات قایم ہوئے؟

(۳) اونھون نے تابعین کو کیونکر فقہ کی تعلیم دی؟ اور فقہ کے مسائل کیونکر مدون کئے؟

(۴) اونھون نے اصول فقہ کے کس قدر مسائل ایجاد کیئے؟

(۵) صحابہ کرام کے اختلافی مسائل کا منشا کیا تھا؟

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلعم سے کیونکر فقہ کی تعلیم حاصل کی

عہد نبوت مین علم فقہ بلکہ کوئی علم مدون و مرتب نہ تھا کہ صحابہ کرام باقاعدہ اوس کی تعلیم حاصل کرتے، سوال و استفسار کے ذریعہ سے بے شبہہ رسول اللہ صلعم سے مسایل دریافت کئے جاسکتے تھے، لیکن صحابہ کرام کچھ تو فرط ادب سے، اور کچھ اسلیئے کہ خود قرآن مجید نے سوالات کرنے کی مانعت کردی تھی

آپ سے بہت کم مسائل دریافت کرتے تھے، مسند دارمی مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہو کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے صرف تیرہ[1] مسائل دریافت کئے تھے جو کل کے کل قرآن مجید مین مذکور ہین، اس بنا پر آپ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام آپ کے تمام اعمال مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا بغور مطالعہ کرتے تھے اور قرائن و امارات سے ان کے شروط، و ارکان کو مباح، واجب اور منسوخ وغیرہ قرار دیتے[2] تھے

صحابیات کو بے شبہہ اس طریقہ تعلیم سے فائدہ اوٹھانے کا کم موقع ملتا تھا، اس کے ساتھ بہت سے مخصوص نسوانی مسائل عام طور پر بیان بھی نہین کئے جاسکتے تھے اسلئے ان کو زیادہ تر آپ سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی اور اس طرح فقہ کے بہت سے مسائل واضح اور منقح ہو جاتے تھے، انصاریہ عورتین اس باب مین خاص طور پر ممتاز تھین چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کو اعتراف ہو،

نعم النساء، نساء الانصار لم یکن یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین[3]

انصاریہ عورتین کس قدر اچھی ہین کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیا باز نہین رکھ سکتی تھی،

جو صحابہ مدینہ سے باہر رہتے تھے ان کو بھی ہر وقت اسکا موقع نہین مل سکتا تھا اسلئے وہ لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر چند روز قیام کرتے تھے اور فقہی تعلیم حاصل کر کے واپس جاتے تھے تو خود اپنی قوم کے معلم بن جاتے تھے، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت

[1] مسند دارمی صفحہ ۳۰، [2] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ ۱۱۲ [3] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب استحباب استعمال المغتسلۃ من الحیض فرصۃ من مسک فی موضع الدم

انہی بزرگون کی شان مین نازل ہوئی ہے،

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طایفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون[1]

تم مین ہر قوم سے ایک گروہ کیون نہین نکلتا جو تفقہ فی الدین حاصل کرے اور جب اپنی قوم مین واپس جائے تو انکو ڈرائے شاید وہ لوگ ڈر جائین،

چنانچہ احادیث کی کتابون مین اس قسم کی متعدد سفارتون کا ذکر ہے جو قبائل عرب سے آپ کی خدمت مین آئین اور مذہبی تعلیم حاصل کرکے واپس گئین وفد عبد القیس نے خدمت مبارک مین آکر عرض کیا کہ ہم ایک طویل مسافت طے کرکے آئے ہین، درمیان مین کفار مضر حائل ہین اسلیے اشہر حرم کے سوا حاضر خدمت نہین ہوسکتے، ہم کو وہ احکام سکھائے جائین جن کی ہم اپنی قوم کو تعلیم دین آپ نے ایمان، نماز، زکوۃ، روزہ اور خمس کا حکم دیا اور چند ظروف شراب کے استعمال کی ممانعت فرمائی اور کہا کہ اس کو یاد کرلو اور پلٹ کر اپنی قوم کو بھی اس سے مستفید کرو[2]،

قبیلہ بنو سعد کی طرف سے حضرت ضمام بن ثعلبہؓ آئے اور نماز، اور روزے وغیرہ کے متعلق چند سوالات کرکے کہا کہ مین اپنی قوم کی طرف سے قاصد بنکر آیا ہون[3]،
غرضکہ اس طرح اکثر صحابہ فقہ کے ضروری اور عملی مسائل سے واقف ہوگئے تھے،

طبقات فقہاء صحابہ، فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہین،

(۱) مکثرین یعنی وہ صحابہ جن سے بکثرت مسائل منقول ہین،

[1] تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۰۰، [2] بخاری کتاب العلم باب تحریض النبی صلعم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان والعلم،
[3] بخاری کتاب العلم باب القرأۃ والعرض علی المحدث،

(۲) مقلین یعنی وہ صحابہ جن سے بہت کم مسائل مروی ہین،

(۳) متوسطین، یعنی وہ صحابہ جو ان دونون طبقون کے بین بین ہین،

پہلے طبقے مین صرف سات بزرگ یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ داخل ہین، علامہ ابن حزم کا بیان ہو کہ اگر ان بزرگون کے فتاوے جمع کیے جائین تو ہر ایک کے فتاوی سے ضخیم جلدین تیار ہو سکتی ہین چنانچہ ابو بکر محمد بن موسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتاوی کو بیس جلدون مین جمع کیا ہو،

دوسرے طبقے مین بکثرت صحابہ داخل ہین اور ان سے صرف دو ایک مسائل منقول ہین یہان تک کہ ان سب کے مسائل کو ایک مختصر سے رسالے مین جمع کیا جا سکتا ہو،

متوسطین مین صرف تیرہ ۱۳ صحابی یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت انس ابن مالکؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، اور حضرت معاذ بن جبلؓ شامل ہین اور ان سب کے فتاوے کو علحدہ علحدہ مختصر رسالون مین جمع کیا جا سکتا ہو،[1]

صحابہ کرام نے تابعین کو کیونکر فقہ کی تعلیم دی، | موجودہ فقہ کی بنیاد صرف چار صحابہ، یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن

[1] اعلام الموقعین صفحہ ۱۳ مین یہ پوری تفصیل مذکور ہو،

عباسؓ کے فتاوی نے ڈالی،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں باقاعدہ فقہ کی تعلیم دیتے تھے اور اون کے تلامذہ اونکے احکام وفتاوی کو لکھ لیا کرتے تھے، چنانچہ علامہ ابن قیم اعلام الموقعین مین لکھتے ہین،

لم یکن احد لہ اصحاب معروفون حرروا فتیاہ ومذاھبہ فی الفقہ غیر ابن مسعودؓ[1]	ابن مسعودؓ کے سوا کسی صحابی کے تلامذہ نے اونکے فتاوی اور مذاہب فقہ کو نہین لکھا،

اون کے تلامذہ مین حضرت علقمہ نہایت نامور ہوئے، علقمہ کے انتقال کے بعد اون کے شاگرد ابراہیم نخعی مسند نشین ہوئے اور اونھون نے فقہ کو اس قدر ترقی دی کہ اون کے عہد مین فقہ کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہوگیا جس کے سب سے بڑے حافظ حماد تھے امام ابوحنیفہؒ نے انہی سے تعلیم پائی اسلئے فقہ حنفی کی بنیاد صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوی واحکام پر قایم ہوئی چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین،

کان ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ الزمھم بمذھب ابراھیم واقرانہ لایجاوزہ الا ماشاء اللہ[2]	امام ابوحنیفہ ابراہیم اور اون کے اقران کے مذہب کے سخت متبع تھے اور اوس سے بہت کم ہٹتے تھے،

حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ مین رہتے تھے اور اون کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا اور اون کے تمام تلامذہ مین حضرت سعید بن مسیب، عطار بن یسار، عروہ، اور قاسم وغیرہ نہایت ممتاز تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی مدینہ ہی مین مقیم تھے اور اون کی روایتون کے

---

[1] اعلام الموقعین صفحہ ۲۲، [2] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۲،

سب سے بڑے جامع حضرت نافع تھے، امام مالک نے انہی دونون بزرگون کے تلامذہ یعنی نافع، سعید بن مسیب، عروہ اور قاسم سے تعلیم حاصل کی تھی[1]، اسلئے اونھون نے انھی کے مذہب پر اپنی فقہ کا سنگ بنیاد رکھا، چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہین،

ولذلک تری مالکا یلازم محجتھم[2] — اسلیئے مالک اہل مدینہ کی روش کو لازم پکڑتے ہین،

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے تلامذہ نے مکہ کو دار العلوم بنایا تھا، چنانچہ جب فقہ کی تدوین و ترتیب کی ابتدا ہوئی تو سب سے پہلے انہی مقامات مین کتابین لکھی گئین، امام مالک اور عبد الرحمان بن ابی ذئیب نے مدینہ مین، ابن جریج اور ابن عیینہ نے مکہ مین امام ثوری نے کوفہ مین اور ربیع ابن صبیح نے بصرہ مین کتابین لکھین، جن مین امام مالک کی کتابون کو نہایت قبول عام حاصل ہوا[3]،

تدوین مسائل، جن مسائل کے متعلق مصرح حدیثین موجود تھین اور اون مین باہم کوئی تعارض نہ تھا اون کی بنا پر فتویٰ دینا نہایت آسان کام تھا اور اس فرض کو بہت سے صحابہ انجام دیتے تھے، لیکن جن مسائل کے متعلق سرے سے حدیث ہی موجود نہین تھی.

(۱) اون کی تدوین کا پہلا طریقہ استنباط و اجتہاد تھا اور اس باب مین صرف حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ خاص طور پر ممتاز تھے، چنانچہ شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین،

واما غیر ھولاء الاربعۃ فکانوا یروُن دلالۃ ولکن — ان چارون کے سوا اور صحابہ مطلب سمجھتے تھے لیکن ارکان شرط

---

[1] الدیباج المذہب تذکرہ امام مالک، [2] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۱۶، [3] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۱۶، [4] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۱

ما کانو ایمیزون الرکن والشرط من الآداب	آداب وسنن مین امتیاز نہین کرتے تھے اورجن باتون
والسنن ولم یکن لھم قول عند تعارض الا	مین تعارض ہوتا تھا یا دلائل متضاد قایم ہوتے تھے
خبار وتقابل الدلایل الا قلیلا کابن	ان مین بہت کم دخل دیتے تھے مثلاً ابن عمرؓ، عائشہؓ
عمر وعائشۃ وزید بن ثابت	اورزید بن ثابتؓ،

(۲) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جو مسائل پیش آتے تھے اونکے متعلق غور و فکر کرتے رہتے تھے یہان تک کہ وہ حل ہوجاتا تھا،

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا جس پر وہ غور وفکر کرتے رہے جب کتاب وسنت سے ہدایت نہین ملی تو خود اپنی راے قایم کی، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا تو بے حد مسرور ہوئے حضرت عمرؓ ایک ایک مسئلہ کے متعلق مختلف رائین قایم کرتے تھے، اون کو بطور یادداشت کے لکھ لیا کرتے تھے اور اون مین محو و اثبات کرتے رہتے تھے، چنانچہ پھوپھی کے متعلق ایک یادداشت لکھی تھی جس کو اخیر مین مٹادیا،

(۳) بہت سے مسائل تمام صحابہ کے مشورے سے طے کئے جاتے تھے اور اسپر گویا تمام صحابہ کا اجماع ہوجاتا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اس طریقہ کی ابتدا کی اور حضرت عمرؓ نے اس سے بکثرت کام لیا، شاہ صاحب لکھتے ہین،

کان من سیرۃ عمر انہ کان یشاور الصحابۃ	حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ تھا کہ صحابہ سے مسایل فقہیہ کے
ویناظرھم حتی تنکشف الغمۃ ویاتیہ الثلج فصار	متعلق مشورہ ومناظرہ کرتے تھے یہان تک کہ اون کے

غالب قضایاہ وفتاواہ مبثعۃ فی مشارق الارض ومغاربہا، | دل مین یقین واطمینان کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی یہی وجہ ہو کہ تمام دنیا مین اون کے فتاوے کی پیروی کیگئی

صحابہ نے اصُول فقہ کے کس قدر مسائل ایجاد کئے، صحابہ کرام نے اگرچہ استنباط مسایل کے لئے اصول وقواعد منضبط نہین کئے تھے تاہم اونکے فحوائے کلام سے اصول فقہ کے بہت سے قواعد معلوم ہوسکتے ہین مثلاً فقہا نے ایک اصول یہ قایم کیا ہو العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب یعنی احکام کے استنباط مین صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ شارع کے الفاظ عام ہین یاخاص اس سے بحث نہین کہ حکم عام ہو یاخاص، مثلاً قرآن مجید کی یہ آیت "اذا قری القرآن فاستمعوالہ وانصتوا الخ اگرچہ بالتخصیص خطبہ کے متعلق نازل ہوئی ہو لیکن الفاظ مین خطبہ کی تخصیص نہین ہو بلکہ عام حکم ہے کہ قرآن کو خاموشی کے ساتھ سننا چاہیئے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ اگر امام قرأت فاتحہ کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہیئے، صحابہ کرام مین حضرت ابوذر غفاریؓ اسی اصُول کے قائل تھے، چنانچہ قرآن کی اس آیت

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم | جو لوگ چاندی سونا جمع کرتے ہین اور اوسکو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے اون کو درد ناک عذاب کی بشارت دو

کے متعلق حضرت امیر معاویہؓ کا خیال تھا کہ یہ اہل کتاب کے بارے مین نازل ہوئی ہے اور سونا چاندی کے جمع کرنے پر عذاب انہی کے ساتھ مخصوص ہو، لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ کو اصرار تھا کہ (انھا لفینا وفیھم) (وہ ہمارے اور اون کے دونون کے

لہ بخاری کتاب التفسیر باب قولہ والذین یکنزون الذھب، اگر وہ شان نزول ہی کو عام سمجھتے ہونگے تو یہ مثال صحیح نہ ہوگی۔

بارے مین ہی، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک روپیہ پیسہ کا جمع کرنا ناجائز تھا،

فقہار کا ایک اصول مفہوم مخالف ہی مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ صرف نمازی لوگ جنت مین داخل ہونگے تو گو اس مین یہ تصریح نہین ہے کہ بے نمازی لوگ جنت مین داخل نہ ہون گے، لیکن خواہ مخواہ اس کے مخالف جو نتیجہ نکلیگا وہی ہوگا صحابہ نے بعض موقعون پر اس اصول سے کام لیا ہی ایک موقع پر رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ جن لوگون نے کسی کو خدا کا شریک بنایا وہ مرنے کے بعد دوزخ مین جائینگے انھون نے جب یہ روایت بیان کی تو فرمایا کہ یہ تو رسول اللہ صلعم کا قول ہے لیکن مین کہتا ہون کہ جن لوگون نے کسی کو خدا کا شریک نہین بنایا وہ جنت مین داخل ہون[1] گے،

فقہار کا ایک اصول یہ ہی کہ اصل اشیار مین اباحت ہی یعنے اصولاً تمام چیزین مباح ہین، البتہ جب شارع ان کو حرام کر دیتا ہی تو حرام ہو جاتی ہین، اسلئے جب تک تحریم کا کوئی سبب نہو ہر چیز کو استعمال کیا جا سکتا ہی،

ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک تالاب کے پاس اترے حضرت عمرو بن العاصؓ بھی ہم سفر تھے اونھون نے لوگون سے پوچھا کہ اس مین درندے تو پانی نہین پیتے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ نہ بتانا، اس سے ثابت ہوا کہ جب حرمت کی کوئی ظاہری وجہ موجود نہ ہو تو اباحت اشیار کے لحاظ سے ہر چیز سے بے تکلف فائدہ اوٹھایا جا سکتا[2] ہے

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا، [2] موطا امام مالک،

فقہار نے ایک اصول یہ قایم کیا ہی کہ حدود شرعیہ شبہات سے زائل ہوجاتی ہین مثلاً بیٹا اگر باپ کی کوئی چیز چرائے تو اس شبہہ کی بنا پر کہ وہ باپ کے مال مین اپنا حق سمجھتا تھا اوس کا ہاتھ نہین کاٹا جائیگا صحابہ کرام نے بعض موقعون پر اس اصول سے کام لیا،

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین استغاثہ کیا کہ میرے غلام نے میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم تھی فرمایا کہ "تمہارا غلام تھا اور تمہاری ہی چیز چرائی اس پر ہاتھ نہین کاٹا جاسکتا[1]"

اصول فقہ مین سب سے اہم چیز قیاس ہی اور درحقیقت موجودہ فقہ کی تمامتر بنیاد قیاس ہی پر قایم ہے، تاہم حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک مسائل فقہ مین صرف قرآن، حدیث، اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین جب تمدن کی وسعت نے گوناگون مسایل پیدا کردیئے اور قرآن وحدیث کی تصریحات ان جزئیات کے لیئے کافی نہوئین تو قیاس کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے قضارت کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو جو فرمان لکھا اوس مین بہ تصریح قیاس سے کام لینے کی ہدایت کی،

الفهم الفهم فيما يختلج في صدرك مما لم	جو مسائل تم کو قرآن وحدیث مین نہ ملین اور ان کی
يبلغك في الكتاب والسنة واعرف الامثال	نسبت تمھین خلجان ہو تو پہلے اونپر غور کرو پھر اون کے

---

[1] موطا امام مالک،

والاشباہ ثم قس الامور عند ذالک — مشابہ واقعات کو جمع کرکے ان پر قیاس کرو،

فقہاء نے قیاس کے لیئے دو شرطین لگائی ہین، ایک یہ کہ حکم قرآن و حدیث مین منصوص نہ ہو، دوسرے یہ کہ مقیس و مقیس علیہ مین کوئی علت مشترک ہو، حضرت عمرؓ کے فرمان مین یہ دونو شرطین موجود ہین پہلی شرط کے متعلق صاف تصریح ہے، (مما لم یبلغک فی الکتاب والسنۃ) اور دوسری شرط ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے (واعرف الامثال والاشباہ)

صحابہ کرام کے اختلافی مسائل کا منشا کیا تھا؟ | عہد نبوت کے بعد جب تمام صحابہ ممالک مفتوحہ مین پھیلے تو اون کے سامنے نہایت کثرت سے نیئے نیئے مسائل اور نیئے نیئے واقعات آئے، اسلیئے ان بزرگون کو جو کچھ حدیثین یاد تھین یا جو کچھ قرآن و حدیث سے مستنبط ہو سکتا تھا اونکے مطابق اونکا جواب دیا، لیکن جن مسائل کے متعلق اونکا خزانہ معلومات، احادیث و روایات سے خالی تھا، اون کے متعلق صحابہ کرام کے درمیان اختلافات کے مختلف اسباب پیدا ہوگئے مثلاً

(۱) ایک صحابی نے کسی مسئلہ کے متعلق رسول اللہ صلعم کا فیصلہ سنا تھا، لیکن دوسرے صحابی کو اس کے سننے کا اتفاق نہین ہوا تھا، اسلیئے اونھون نے اپنے اجتہاد سے کام لیا جس کی مختلف صورتین پیدا ہوگئین، ایک یہ کہ یہ اجتہاد بالکل حدیث کے مطابق واقع ہوا، مثلاً ایک عورت کا شوہر تعیین مہر کیئے بغیر مر گیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس کے متعلق استفتا کیا گیا تو اونھون نے کہا کہ اس کے متعلق مجھے

رسول اللہ صلعم کا فیصلہ معلوم نہین ہی، لوگون نے بہت اصرار کیا تو اوس کو مہر مثل اور میراث دلوایا، اور عدت گذارنے کا حکم دیا، معقل بن یسارؓ نے اس جواب کے بعد شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے بھی ایک عورت کے متعلق اس صورت مین یہی فتوی دیا تھا، جس سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نہایت مسرور ہوئے، دوسری صورت یہ کہ دو صحابیون مین اختلاف ہوا اس کے بعد ایک حدیث نکل آئی جس سے ایک صحابی کو اپنے اجتہاد سے رجوع کرنا پڑا، مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کے نزدیک جو شخص رمضان مین صبح تک حالت جنابت مین رہے اوس کا روزہ صحیح نہین ہوسکتا، لیکن بعض ازواج مطہرات کے ذریعہ سے اون کو اس کے خلاف روایت مل گئی تو اونھون نے اس مذہب سے رجوع کیا، تیسری صورت یہ کہ حدیث تو ملی لیکن اونھون نے اپنی رائے سے رجوع نہین کیا، بلکہ خود حدیث کو ناقابل عمل قرار دیا،

مثلاً ایک بار حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے شہادت دی کہ اون کے شوہر نے اونکو تین طلاق دی، لیکن رسول اللہ صلعم نے نہ اوسے اون کو نفقہ دلوایا، اور نہ اوس کے مکان مین رہنے کی اجازت دی، لیکن حضرت عمرؓ نے اس شہادت کو قبول نہین کیا اور فرمایا کہ ایک عورت کے کہنے سے مین کتاب اللہ کو نہین چھوڑ سکتا، چوتھی صورت یہ کہ ایک صحابی کو سرے سے حدیث ہی نہین معلوم ہوئی، مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمرؓ غسل کے وقت عورتون کو بال کھولنے کا حکم دیتے تھے، لیکن حضرت عائشہؓ کو یہ معلوم ہوا تو اونھون نے فرمایا کہ ابن عمر عورتون کو سر منڈوانے ہی کا حکم کیون نہین دیدیتے، مین خود رسول اللہ صلعم

کے ساتھ نہاتی تھی، اور مجھے اِس سے زیادہ کچھ نہین کرنا پڑتا تھا کہ تین بار سر پہ پانی ڈال لون،

(۲) یا مثلاً رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کیا صحابہ کرام نے اوسکو دیکھا تو بعض نے اوس کو عبادت پر اور بعض نے اباحت پر محمول کیا، مثلاً زمانہ حج مین نزول تحصیب کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا خیال ہی کہ وہ سنن حج مین سے ہی، اور حضرت عائیشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک یہ محض ایک اتفاقی واقعہ تھا،

(۳) یا مثلاً رسول اللہ صلعم کے کسی فعل کو مختلف صحابہ نے دیکھا اور وہم وظن کی بناپر سب نے اوس کی مختلف حیثیتین قایم کرلین مثلاً حجۃ الوداع کے متعلق صحابہ نے مختلف رائین قایم کی ہین، بعض کے نزدیک آپ متمتع تھے، بعض کے نزدیک قارن تھے اور بعض کے نزدیک مفرد تھے، چنانچہ جس طرح یہ وہم پیدا ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اوس کی تشریح کی ہی،

(۴) سہو ونسیان کی بناپر بھی بعض اختلافات پیدا ہوئے، مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلعم نے رجب مین عمرہ کیا تھا لیکن حضرت عائیشہؓ نے اسکو سہو ونسیان کا نتیجہ قرار دیا،

(۵) بعض اختلافات روایت کے تمام جزئیات کے محفوظ نہ رکھنے سے پیدا ہوئے. مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمرؓ یا خود حضرت عمرؓ نے یہ روایت کی کہ "میّت پر اوس کے

اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے" حضرت عائشہؓ نے اس روایت کو سنا تو فرمایا کہ اونھون نے حدیث کو صحیح طور پر یاد نہین رکھا، واقعہ یہ ہے کہ ایک یہودیہ مرگئی تھی اور اوس کے اہل وعیال اوس پر نوحہ کررہے تھے، رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو فرمایا کہ یہ لوگ اوس پر رورہے ہین، اور اوس پر قبر مین عذاب ہورہا ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے غلطی سے رونے کو عذاب کی علت قرار دیا اور اس کی بنا پر ہر میت کے لیئے اس حکم کو عام کردیا، حالانکہ یہ دو الگ الگ واقعے تھے اور ان مین باہم علت ومعلول کا تعلق نہ تھا،

(۶) اختلاف کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ صحابہ مین کسی حکم کی علت مین اختلاف پیدا ہوا، اس لیئے اوسکے نتائج بھی مختلف صورتون مین ظاہر ہوئے، مثلاً احادیث مین جنازے کے لیئے کھڑے ہوجانے کا حکم آیا ہے جس کے مختلف اسباب بتائے جاتے ہین، بعض صحابہ کے نزدیک اس کی علت تعظیم ملائکہ ہے، اور اس صورت مین مسلمان اور کافر دونون کے جنازے کے لیئے کھڑا ہوجانا چاہیئے، کیونکہ فرشتے دونون کے ساتھ ہوتے ہین، بعض کے نزدیک خوف موت اس کا سبب ہے، اور اس صورت مین بھی یہ حکم کافر اور مومن دونون کیلیئے عام ہے، لیکن ایک روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا، تو آپ نے یہ پسند نہین کیا کہ وہ آپ کے سر کے اوپر سے گذر جائے اسلیئے کھڑے ہوگئے، اور اس صورت مین یہ حکم صرف کافر کے لیئے مخصوص ہے،

(۷) اختلاف کا ایک سبب الجمع بین المختلفین ہے، یعنی یہ کہ ایک چیز کے متعلق رسول اللہ صلعم کے دو متضاد حکم موجود ہین، صحابہ کرام نے ان دونون مین تطبیق دی تو باہم اختلاف

پیدا ہو گیا، مثلاً رسول اللہ صلعم نے پہلے غزوۂ خیبر میں متعہ کی اجازت دی، پھر غزوہ اوطاس میں اس کا حکم دیا، اس کے بعد اس کی ممانعت کر دی، آپ کے اس طرز عمل کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا خیال ہے کہ متعہ کا اصل حکم اب تک باقی ہے، اجازت اور ممانعت دونوں ضرورت کی بنا پر تھیں، اور بوقت ضرورت ان دونوں پر عمل کیا جا سکتا ہے، لیکن عام صحابہ کا فتویٰ یہ ہے کہ متعہ کی اجازت محض ضرورۃً تھی، لیکن ممانعت نے اس کو ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دیا،[1]



[1] یہ پوری بحث حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۱۳ اور ۱۱۴ سے ماخوذ ہے،

علم اسرار الدین

صحابہ کرام کا زمانہ اگرچہ عقلی ترقی کا زمانہ نہ تھا تاہم وہ اتنا جانتے تھے کہ شریعت کے احکام و اوامر مصالح عقلی پر مبنی ہیں، اِس بنا پر اون کو جب کوئی بات خلاف عقل نظر آتی تھی تو اوس کے متعلق فوراً رسول اللہ صلعم سے استفسار کر کے اپنی تشفی کر لیتے تھے ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بی بی کے ساتھ مباشرت کرنا ثواب کا کام ہے"، اِس پر صحابہ نے تعجب سے پوچھا کہ اس مین کون سی ثواب کی بات ہے؟ ارشاد ہوا کہ "اگر کوئی شخص کسی دوسری عورت سے ملوث ہوتا تو کیا گنہگار نہ ہوتا؟"[1]

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جب دو مسلمان باہم لڑتے ہین، تو قاتل و مقتول دونون جہنمی ہوتے ہین"، اس پر ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو ظاہر ہے لیکن مقتول کیون جہنمی ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ "وہ اپنے بھائی کے قتل کا آرزومند تھا"،[2]

قرآن مجید مین قصر نماز کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے،

لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ــــ اگر تم کفار کی فتنہ انگیزی کے خوف سے قصر نماز

---

[1] ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الضحیٰ، [2] بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ،

الصلوٰۃ ان یفتنکم الذین کفروا، کرو تو کوئی ہرج کی بات نہین،

لیکن ظاہر ہے کہ یہ رخصت مشروط بہ فتنہ ہے، ہر سفر پر اس آیت کا انطباق نہین ہوسکتا چنانچہ عرب مین امن وامان کے قائم ہونے پر بھی یہ حکم باقی رہا تو حضرت عمرؓ کو اس پر استعجاب ہوا اور اونھون نے آپ سے اسکی وجہ دریافت فرمائی، ارشاد ہوا کہ "یہ خدا کا صدقہ ہے اور اوس کے صدقے کو قبول کرو"[1]

صحابہ کرام کے انہی استفسارات وسوالات نے درحقیقت علم اسرار الدین کی بنیاد ڈالی اور اخیر زمانے مین امام غزالی، خطابی اور ابن عبد السلام وغیرہ اور سب سے اخیر مین شاہ ولی اللہ صاحب نے اس پر ایک عظیم الشان عمارت قایم کردی چنانچہ خود شاہ صاحب لکھتے ہین،

بعد ما مہد النبی صلعم اصولہ وفرع	رسول اللہ صلعم نے اس فن کے اصول وفروع
فروعہ واقتفی اثرہ فقہاء الصحابۃ	مرتب کیئے اور فقہا رصحابہ مثلاً امیر المومنین عمرؓ
کامیر المومنین عمر وعلی و	علیؓ، زید بن ثابتؓ، ابن عباسؓ اور عائشہؓ نے
کزید وابن عباس وعائشۃ وغیرھم	اوس کا اتباع کیا، اوس سے بحث کی، اور اوس کے
بحثوا عنہ وابرزوا وجوھا منہ	وجوہ بیان کیئے،

شاہ صاحب نے بالتخصیص جن صحابہ کا نام لیا ہے اونھون نے احکام شرعیہ کے جو علل واسباب بیان کیئے ہین وہ کتب احادیث مین بتفصیل مذکور ہین، مثلاً آپ

[1] ابو داود کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ المسافر، [2] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲،

صلح حدیبیہ کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لئے تشریف لائے، تو صحابہ کرام کو طواف کی حالت مین دوڑ کر اور اکڑ کر چلنے کا حکم دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مدینہ مین ایک وبائی بخار پھیلا ہوا تھا جس مین اکثر صحابہ مبتلا تھے، طواف مین ضعف کا اثر محسوس ہوتا تھا، تو کفار شماتت کرتے تھے، کہ مدینہ کے بخار نے ان کو چور کر دیا، اس بنا پر آپ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ ضعف کا اثر محسوس نہونے پائے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ حکم محض ایک وقتی سبب کی بنا پر دیا گیا تھا اور جب وہ زائل ہو گیا تو اس حکم کو بھی بدل جانا چاہیے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس خیال کو یہ کہکر ظاہر کر دیا کہ "اب اسلام کو قوت حاصل ہو گئی اور کفار فنا ہو گئے، تاہم چونکہ یہ عہد نبوت کی یادگار ہے، اس لئے ہم اس کو قایم رکھتے ہین[1]"،

حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب تک پھل کی حالت قابل اطمینان نہو جائے اوس کو فروخت نہین کرنا چاہیئے، حضرت زید بن ثابتؓ نے اس حکم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگ عہد رسالت مین پھلون کو فروخت کر ڈالتے تھے، لیکن جب فصل کا زمانہ آتا تھا اور بایع قیمت کا تقاضا کرتا تھا تو مشتری حیلے حوالے کرتا تھا کہ پھل کو فلان فلان روگ لگ گئے، اس طرح جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مین بہ کثرت مقدمات آنے لگے تو آپ نے یہ حکم دیا[2]،

ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ غسل جمعہ واجب ہے

[1] ابو داود کتاب المناسک باب فی الرمل، [2] بخاری کتاب البیوع باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحہا،

یا نہین ؟ بولے نہین، غسل جمعہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ابتدا مین تمام صحابہ نہایت مفلس تھے، کمبل پہنتے تھے، اپنی پیٹھ پر بوجھ لاد کر چلتے تھے، مسجد نہایت تنگ تھی، ایک دن تپتے ہوے دن مین رسول اللہ صلعم نماز جمعہ کے لیئے تشریف لائے، لوگ پسینے مین شرابور تھے اور اوس کی بو سے ہر شخص کو تکلیف محسوس ہو رہی تھی، اسلیئے آپ نے حکم دیا کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور خوشبو لگا کر آؤ، لیکن اب خدا کے فضل سے یہ حالت بدل گئی ہے، اب لوگ بال کے کپڑے نہین پہنتے، محنت مزدوری نہین کرتے مسجد وسیع ہو گئی ہے، اور پسینہ کی بو پھیل کر لوگون کو اذیت نہین دیتی[1]، اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم کا وجود و عدم، علت کے وجود و عدم پر مبنی ہوتا ہے اور اب چونکہ غسل جمعہ کی علت موجود نہین ہے اسلیئے وہ واجب بھی نہین ہے،

لیکن ان بزرگون مین حضرت عائشہ رض[2] نے سب سے زیادہ ان اسرار کی پردہ دری کی ہے، اور بکثرت مسائل کے علل و اسباب بیان کیئے ہین مثلاً عہد نبوت مین عورتون کی اخلاقی حالت چونکہ قابل اعتماد تھی اسلیئے اون کو حضور صلاۃ اور شرکت جماعت کی اجازت تھی، لیکن جب اخیر زمانے مین عورتون کے نظام اخلاق مین انحطاط پیدا ہو گیا، تو حضرت عائشہ رض نے صاف صاف کہدیا،

لو ادرک رسول اللہ صلعم ما	عورتون نے اپنی حالت مین جو تغیرات پیدا کر لیئے ہین
احدث النساء لمنعهن المساجد	اگر رسول اللہ صلعم اونکو دیکھتے تو اون کو مسجد مین آنے سے

[1] ابوداود کتاب الطہارۃ باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، [2] ماخوذ از سیرت عائشہ رض،

کما منعہ نساء بنی اسرائیل،	روکدیتے، جیساکہ بنواسرائیل کی عورتین روکدی گئین،

قرآن مجید کی مکی اور مدنی سورتون مین متعدد فروق و امتیازات ہین، مثلاً جو سورتین مکہ مین نازل ہوئین اون مین زیادہ تر عقاید اور وقایع اخروی کا ذکر ہے اور مدنی سورتون مین بتدریج اوامر و نواہی کا مطالبہ کیا گیا ہے، کیونکہ اسلام ایک جاہل قوم مین آیا، اسلیئے اوس کو پہلے خطیبانہ اور واعظانہ طریقہ سے جنت اور دوزخ کا حال سنایا گیا، جب اس سے لوگ متاثر ہوچکے تو اسلام کے احکام قوانین اور اوامر و نواہی نازل ہوئے، اگر زنا و شراب خواری وغیرہ سے اجتناب کا پہلے ہی دن مطالبہ کیا جاتا تو دفعتہً کون اِس ناما نوس آواز کو سنتا؟ اس قسم کے امتیازات و فروق کے دریافت کرنے پر یورپ کے علماے مستشرقین کو بڑا ناز ہے لیکن حضرت عائشہؓ نے پہلے ہی دن اس راز کو فاش کردیا تھا، صحیح بخاری مین اون سے مروی ہے،

انما نزل اول ما نزل منہ سورۃ	قرآن کی سب سے پہلی سورت جو نازل ہوئی وہ
من المفصل فیھا ذکر الجنۃ والنار	مفصل کی سورت ہی جس مین جنت و دوزخ کا ذکر
حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام	ہی، یہان تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے
ثم نزل الحرام والحلال ولو نزل	تو پھر حلال و حرام اوترا اگر پہلے یہ اوترتا کہ شراب
اول شئی لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا	مت پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نچھوڑین گے
ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا	اور اگر یہ اوترتا کہ زنا نہ کرو تو کہتے کہ ہم ہرگز زنا

لہ ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد،

لقد نزل بمکۃ وانا جاریۃ العب بل الساعۃ	نہ چھوڑین گے، مکہ مین جب مین کھیلتی تھی تو یہ اوترا
موعدھم والساعۃ ادھی وامر وما نزلت	کہ اون کے وعدہ کا دن قیامت ہی، اور قیامت نہایت
سورۃ البقرۃ والنساء الا وانا	سخت اور نہایت تلخ چیز ہی، سورۂ بقرہ اور سورۂ
عندہ (باب تالیف القرآن)	نساء جب اوتری تو مین آپکی خدمت مین تھی،

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ کے قبائل باہم خانہ جنگیون مین مصروف تھے جن مین اون کے اکثر ارباب ادعا جو اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے ہر نئی تحریک کی کامیابی مین رکاوٹ پیدا کرتے ہین قتل ہو گئے، انصار ان لڑائیون سے اِس قدر چور ہو گئے تھے کہ اسلام آیا تو سب نے اوس کو اپنے لیے رحمت سمجھا، چونکہ ارباب ادعا کا طبقہ مفقود ہو چکا تھا، اسلئے اون کی راہ مین کسی نے موانع نہین پیدا کیے، اس طریقہ سے خدائے پاک نے ہجرت سے پہلے مدینہ مین اسلام کی ترقی کے راستے صاف کر دیئے تھے، یورپ کے فلسفہ تاریخ نے آج اس نکتہ کو حل کیا ہے، لیکن حضرت عائشہؓ نے اون سے پہلے ہم کو بتا دیا تھا،

کان یوم بعاث یوما قدمہ اللہ لرسولہ	جنگ بعاث وہ واقعہ تھا جس کو خدا نے اپنے رسول
صلعم فقدم رسول اللہ صلعم وقد	کے لیے پہلے ہی سے پیدا کر دیا تھا، رسول اللہ صلعم
افترق ملوھم وقتلت سر واتھم	مدینہ مین آئے تو انصار کی جمعیت منتشر ہو گئی
وجرحو فقدمہ اللہ لرسولہ	تھی اور اون کے سردار مارے جا چکے تھے اسلئے خدا نے
فی دخولھم الاسلام،	اپنے رسول کے لیے اون کے حلقۂ اسلام مین داخل ہونے کیلئے

فی الجاہلیۃ) واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا،

جن نمازون مین چار رکعتین ہوتی ہین، قصر کی حالت مین اون کی صرف دو رکعتین ادا کی جاتی ہین، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار مین سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہین، لیکن حضرت عایشہؓ اس کی یہ وجہ بتاتی ہین،

فرضت الصلوۃ رکعتین ثم ھاجر النبی صلعم ففرضت اربعا و ترکت صلوۃ السفر علی الاول، (بخاری باب ہجرت)

کہ پہلے دو رکعتین نماز فرض تھین جب آپ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئین اور سفر کی نماز اپنی قدیم حالت پر چھوڑ دی گئی،

عبادت کا تو خدا نے ہر وقت حکم دیا ہے لیکن احادیث مین حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہین، اسلیئے بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہین آتی، لیکن حضرت عایشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہین،

وھم عمر انما نھی رسول اللہ صلعم عن الصلوۃ ان یتحری طلوع الشمس وغروبھا، (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۴)

عمر کو وہم ہوا، آپ نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے، کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تاک کر نماز نہ پڑھے،

یعنی آفتاب پرستی کا شبہہ نہو، آفتاب پرستون کے ساتھ وقت عبادت مین تشابہ نہو

احادیث مین ہے کہ رسول اللہ صلعم بیٹھکر نفل پڑھتے تھے، اس بنا پر لوگ بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھکر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے ہین، ایک شخص نے حضرت عایشہؓ سے

دریافت کیا کہ کیا آپ بیٹھکر نماز پڑھتے تھے؟ جواب دیا،

حین حطمہ الناس	یہ اوس وقت تھا جب لوگون نے آپ کو توڑ دیا
(ابوداود در باب صلاۃ القاعد)	یعنی آپ کمزور ہو گئے،

ابوداود اور مسلم مین اون سے اس قسم کی اور روایتین بھی مروی ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، ہجرت کے بعد جب نمازون مین دو رکعت کے بجائے چار رکعتین ہو گئین تو مغرب مین یہ اضافہ کیون نہین کیا گیا، حضرت عائشہؓ اس کا یہ جواب دیتی ہین،

فانھا وتر النھار،	مغرب مین اضافہ نہوا کیون کہ وہ دن کی
(مسند جلد ۶ صفحہ ۲۴۱)	وتر ہے،

یعنی جس طرح رات کی نمازون مین تین رکعتین وتر کی ہین، اسی طرح دن کی نمازون مین وتر کی یہ تین رکعتین ہین،

نماز فجر مین تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے اسلئے اس مین رکعتین اور زیادہ ہونی چاہئین، لیکن اور نمازون سے کم ہین، حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہین،

وصلوۃ الفجر لطول قرآتھما،	نماز فجر مین رکعات کا اضافہ اسلئے نہین ہوا کہ دونون
(مسند جلد ۶ صفحہ ۲۴۱)	رکعتون مین لمبی سورتین پڑھی جاتی ہین،

یعنی رکعتون کی کمی کو طول قرأت نے پورا کر دیا،

اہل جاہلیت عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، اور وہ فرضیت صوم سے پہلے اسلام مین بھی

واجب رہا، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے اسی قسم کی روایت احادیث مین مذکور ہے، لیکن وہ یہ نہین بیان کرتے کہ جاہلیت مین اس دن کیون روزہ رکھا جاتا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ اس کا سبب یہ بیان فرماتی ہین،

کانوا یصومون یوم عاشوراء	اہل عرب رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشورا
قبل ان یفرض رمضان وکان یوم	کے دن کا روزہ رکھتے تھے، کیونکہ اس روز کعبہ پر
تستر فیہ الکعبۃ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۴۴)	غلاف چڑھایا جاتا تھا،

باوجودیکہ آپ ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے، لیکن رمضان کے پورے مہینے مین آپ نے تراویح نہین پڑھی، حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہین کہ پہلے دن آپنے مسجد مین نماز تراویح ادا فرمائی، تو کچھ اور لوگ بھی شریک ہوگئے، دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا، تیسرے دن اور بھی لوگ جمع ہوئے، چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد مین جگہ نہ رہی، لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے اور لوگ مایوس ہوکر چلے گئے، صبح کو آپ نے لوگون سے فرمایا،

امابعد فانہ لم یخف علی شانکم اللیلۃ	رات تمھاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے
ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوۃ	ڈر ہوا کہ کہین تم پر تراویح فرض نہوجائے
اللیل فتعجزوا	اور تم اوس کے ادا کرنے سے قاصر رہو،

حج کے بعض ارکان مثلاً طواف کرنا، بعض مقامات مین دوڑنا، کہین کھڑا ہونا، کہین کنکری پھینکنا، بظاہر فعل عبث معلوم ہوتے ہین، لیکن حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

انما جعل الطواف بالبیت وبالصفا والمروۃ	خانہ کعبہ، صفا اور مروہ کا طواف، کنکریاں پھینکنا
ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ عزوجل،	تو صرف خدا کے یاد کرنے کے لئے ہی،

(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۶۴)

قرآن مجید کے اشارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانے مین یہ بھی ایک طرز عبادت تھا، چونکہ حج یادگار ابراہیمی ہے، اسلیئے وہی طرز عبادت قایم رکھا گیا،

مکہ معظمہ کے پاس محصب نام ایک وادی ہی، جس مین رسول اللہ صلعم نے ایام حج مین قیام فرمایا تھا، اور آپ کے بعد خلفاء راشدین بھی اوس مین قیام فرماتے رہے، اس بنا پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اوس کو سنن حج مین شمار کرتے تھے، لیکن حضرت عایشہؓ اس کو سنت نہین سمجھتی تھین، اور آپ کے قیام کی یہ وجہ بیان فرماتی تھین

انما نزلہ رسول اللہ صلعم لانہ کان منزلا اسمح لخروجہ،	آپ نے یہان صرف اسلیئے قیام کیا تھا کہ یہان سے چلنے مین آسانی ہوتی تھی،

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابورافعؓ بھی اس مسئلہ مین حضرت عایشہؓ کے ہمزبان ہین[1]،

ایک دفعہ آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے، بہت سے صحابہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے، لیکن متعدد صحابہ کے نزدیک یہ حکم وقتی تھا، حضرت عایشہؓ بھی انھی لوگون مین ہین، اور اس وقتی حکم کا سبب یہ بتاتی ہین،

[1] مسلم استحباب النزول بالمحصب و مسند جلد ۶ صفحہ ۱۹۰،

لا ولکن لم یکن یضحی منھم الا قلیل ففعل ذلک لیطعم من ضحی من لم یضح،

(مسند جلد ۶ صفحہ ۱۰۲)

یہ نہین ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد حرام ہوجاتا ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اوس زمانہ مین کم لوگ قربانی کرسکتے تھے، اسلئے آپنے یہ حکم دیا کہ جو لوگ قربانی کرین وہ ان لوگون کھلائین جنھون نے قربانی نہین کی ہے،

حضرت عائشہؓ کی یہی حدیث امام مسلم نے ایک خبر کی صورت مین بیان کی ہے، یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس دیہاتون مین قحط پڑا، اوس سال آپ نے یہ حکم دیا اور دوسرے سال جب قحط نہین رہا تو اوس کو منسوخ فرما دیا حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے بھی اسی قسم کی روایت[1] ہے،

کعبہ کے ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوٹی ہوئی ہے جس کو حطیم کہتے ہین، اور طواف مین اوس کو بھی اندر داخل کر لیتے ہین، لیکن ہر شخص کے دل مین یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جو حصہ کعبہ کے اندر داخل نہین اوس کو طواف مین کیون شامل کرتے ہین؟ حضرت عائشہؓ کے دل مین یہ سوال پیدا ہوا اور اونھون نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا، کہ یا رسول اللہ یہ دیوارین بھی خانہ کعبہ مین داخل ہین؟ ارشاد ہوا "ہان"، عرض کی کہ پھر بناتے وقت لوگون نے ان کو اندر کیون نہین کر لیا؟ فرمایا "تیری قوم کے پاس سرمایہ نہ تھا، اسلئے اتنا کم کردیا" پھر عرض کی کہ اس کا دروازہ اتنا بلند کیون رکھا؟ فرمایا "یہ اسلئے کیا، تاکہ وہ جس کو چاہین اندر جانے دین، اور جس کو چاہین روک دین"

[1] مسلم کتاب الذبائح،

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہین کہ اگر عائشہؓ کی یہ روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسی لیئے ادھر کے دونون رکنون کا بوسہ نہین دیا، لیکن سوال یہ ہو کہ جب آنحضرت صلعم کو یہ معلوم تھا کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قایم نہین ہے تو شریعت ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے آپکا فرض تھا کہ اس کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر کرتے، لیکن آپ نے حضرت عائشہؓ سے خود اس کی وجہ یہ بیان فرما دی کہ "عائشہ تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہوتی تو مین کعبہ کو ڈھا کر اساس ابراہیمیؑ پر تعمیر کراتا"،

آجکل ہجرت کے یہ معنی سمجھے جاتے ہین کہ گھر بار چھوڑ کر مدینہ مین جا کر آباد ہو جانا خواہ وہ جہان پہلے آباد تھے کیسے ہی امن و امان کا ملک ہو، لیکن حضرت عائشہؓ نے ہجرت کی حقیقت یہ بتائی ہے،

لا ھجرۃ الیوم کان المومنون	اب ہجرت نہین ہے، ہجرت اُسوقت تھی جب مسلمان
یفر احدھم بدینہ الی اللہ والی رسولہ	اپنے مذہب کو لیکر خدا اور اوس کے رسول کے
مخافۃ ان یفتن علیہ فاما الیوم	پاس ڈر سے دوڑ آتا تھا کہ اوسکو تبدیل مذہب کی
فقد اظھر اللہ الاسلام والیوم یعبد	بنا پر ستایا نہ جائے، لیکن اب خدا نے اسلام کو غالب
ربہ حیث شاء ولکن جھاد ونیۃ،	کر دیا، اب مسلمان جہان چاہے اپنے خدا کو پوج سکتا ہے
(بخاری باب الہجرۃ)	ہان جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے،

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد صحابہ مین اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کہان دفن کیا جائے

[1] مسلم باب نقض الکعبہ،

ایک روایت مین ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ "پیغمبر جہان مرتے ہین وہین دفن ہوتے ہین"، لیکن اس کا اصلی سبب حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہین،

قال رسول اللہ صلعم فی مرضہ الذی	آپ نے مرض الموت مین فرمایا کہ خدا یہود و نصاریٰ
لم یقم منہ لعن اللہ الیہود و النصاریٰ	پر لعنت بھیجے کہ اونھون نے اپنے پیغمبرون کی قبرونکو
اتخذوا قبور انبیائھم مساجد الولا	سجدہ گاہ بنالیا (حضرت عائشہؓ فرماتی ہین)
ذلک ابرز قبرہ غیرانہ خشی ان	کہ اگر یہ نہوتا تو آپ کی قبر کھلے میدان مین ہوتی لیکن
یتخذ مسجدا،	چونکہ اسکا خوف تھا کہ وہ بھی سجدہ گاہ نہ بنجائے اسلئے آپ
(بخاری آخر کتاب الجنائز، ومسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۲۱)	حجرے ہی کے اندر مدفون ہوئے،

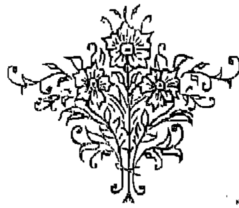
لیکن بااین ہمہ صحابہ کرام یہ سمجھتے تھے کہ نظام شریعت مین حکم و مصالح کے ساتھ خود شارع بھی ایک موثر اعظم ہے، اور جب وہ خود احکام کی علت بنجاتا ہے تو دوسرے علل و اسباب بیکار ہوجاتے ہین، مثلاً موزہ کا باطنی حصہ گرد و غبار سے آلودہ رہتا ہے اسلئے مسح کا محل وہی ہوسکتا ہی لیکن احادیث مین موزے کی سطح ظاہری پر مسح کرنے کا حکم آیا ہے، صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ یہ حکم بالکل اولٹا ہی، تاہم وہ اوس کے ساتھ یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت کا دار و مدار بالکل عقلی علل و اسباب پر نہین ہے، بلکہ اوس کا سب سے بڑا عمود خود شارع کی ذات ہی، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہی،

لوکان الدین بالرای لکان اسفل	اگر دین کا دار و مدار بالکل عقل پر ہوتا تو موزہ کا باطنی
الخف اولی بالمسح من اعلاہ ۱	حصہ بالائی حصہ سے زیادہ مسح کا مستحق تھا،

۱ ابوداود کتاب الطہارت باب کیف المسح

لیکن خود یہ بھی علم اسرار الدین کا ایک اہم اصول ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں،

کما اوجبت السنة هذه وانعقد	جیسا کہ حدیث و اجماع سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام
علیہا الاجماع فقد اوجبت ایضا	مبنی علی المصالح ہیں اوسی طرح احادیث سے یہ بھی
ان نزول القضاء بالایجاب والتحریم	ثابت ہوتا ہے کہ ان مصالح سے قطع نظر کرکے خود
سبب عظیم فی نفسہ مع قطع النظر	ایجاب و تحریم کا حکم بھی اطاعت گذار کے ثواب
عن تلك المصالح لاثابة المطیع و	اور نافرمان کے عذاب کا بہت بڑا سبب
عقاب العاصی[1]،	ہے،



[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ۵،

علم تصوّف

صوفی اور تصوف، اسلام مین تصوف ایک نوزائیدہ لفظ ہی، اور صوفی کا لقب اہل بغداد کی ایجاد ہی، قرآن مجید نے اہل صفہ کو جن کی طرف اس گروہ کا انتساب کیا جاتا ہی، فقرار کے لقب سے یاد کیا ہی،

للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم الخ	اون فقرائے مہاجرین کیلئے جو اپنے گھرون سے نکال دیئے گئے،
للفقراء الذين احصروا في سبيل الله الخ	اون فقرار کے لیے جو خدا کی راہ مین روک رکھے گئے،

اور اہل شام بھی اسکو فقرار ہی کے نام سے پکارتے تھے، اگرچہ علامہ ابو نصر عبد اللہ بن علی السراج الطوسی اس لقب کو اہل بغداد کی ایجاد نہین سمجھتے بلکہ اون کو اسکا پتہ نہایت قدیم زمانے مین ملتا ہی چنانچہ کتاب اللمع مین لکھتے ہین،

[1] کتاب اللمع مطبوعہ یورپ صفحہ ۲۲،

لیکن یہ کہنا کہ یہ ایک نو پیدا نام ہے جس کی ایجاد اہل بغداد نے کی ہے، محال ہے، کیونکہ حسن بصریؒ کے زمانے مین یہ نام مشہور تھا، اور حسن بصری نے اصحاب رسول اللہ صلعم کی ایک جماعت کا زمانہ پایا تھا، وہ یہ بھی روایت کرتے ہین کہ مینے طواف مین ایک صوفی کو دیکھا اور اون کو کچھ دینا چاہا لیکن اونھون نے نہین لیا، ایک کتاب مین جس مین اخبار مکہ جمع کیئے گئے ہین محمد بن اسحاق بن یسار اور دوسرے لوگون سے ایک روایت ہے کہ "اسلام سے پہلے کسی وقت مین مکہ خالی ہو گیا تھا، یہان تک کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا طواف نہین کرتا تھا، اس حالت مین کسی دور دراز ملک سے صرف ایک صوفی آتا تھا اور طواف کرکے واپس چلاجاتا تھا، پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام یہ نام مشہور تھا اور اوس کی طرف اہل صلاح منسوب کیئے جاتے تھے[1]،

لیکن جہان تک تاریخی روایتون سے ثابت ہے اسلام مین سب سے پہلے ابوہاشم صوفی کو یہ خطاب ملا جنھون نے ۱۵۰ھ مین وفات پائی[2]، اور اس قدر تو اکابر صوفیہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اس لقب کی ایجاد عہد صحابہ کے بعد ہوئی، چنانچہ امام قشیری اپنے رسالے مین لکھتے ہین،

رسول اللہ صلعم کے بعد صحابہ کے سوا اور کوئی لقب ایجاد نہین ہوا، کیونکہ شرف صحبت سے بڑھکر کوئی شرف نہین ہوسکتا تھا، صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا لقب پیدا ہوا، اس کے بعد بزرگان دین زاہد و عابد کے لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد وعبادت کا دعویٰ ہر فرقے کو یہان تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا، اسلیئے اہل سنت والجماعت مین سے

---

[1] کتاب اللمع مطبوعہ یورپ صفحہ ۲۲، [2] کشف الظنون،

جو لوگ زاہد اور اہل دل تھے وہ صوفی کہلائے، اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا،[1]

خود صاحب کتاب اللمع نے بھی اس قدر تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ

اگر کوئی[2] شخص یہ سوال کرے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم کے زمانے مین ہم صوفیہ کا ذکر نہین سنتے، اور اون کے بعد بھی ہم کو اس لفظ کا پتہ نہین چلتا، ہم اس زمانے مین عابد، زاہد، سیاح اور فقراء کے لفظ سے تو بے شبہہ آشنا ہین، لیکن کوئی صحابی صوفی کے لقب سے

[1] رسالہ قشیریہ صفحہ ۹ ذکر مشایخ طریقت، [2] کتاب اللمع صفحہ ۲۲، تصوف کے اشتقاق کے متعلق مختلف رائین ہین، بعض کا قول ہے کہ یہ اصحاب صفہ کی طرف نسبت ہے، بعض کے نزدیک اسکا ماخذ صفا اور بعض کے نزدیک صف ہے، لیکن قاعدہ اشتقاق کے رو سے یہ تمام اقوال غلط ہین، کتاب اللمع مین ہے کہ صوفی کا لفظ پہلے صفوی تھا، پھر ثقالت کی وجہ سے صوفی کر لیا گیا، صوف سے بے شبہہ یہ لفظ ماخوذ ہو سکتا تھا جس کے معنے پشمینہ کے ہین، لیکن پشمینہ پوش ہونا اس فرقے کی کوئی خصوصیت نہین، یہ امام قشیری کی رائے ہے، لیکن علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اگرچہ پشمینہ پوش ہونا اس فرقے کی کوئی عام خصوصیت نہین تاہم اکثر یہ لوگ پشمینہ پوش ہی ہوتے ہین، اسلیئے یہ اشتقاق صحیح ہو سکتا ہے، صاحب کتاب اللمع نے لکھا ہے کہ اہل حدیث، حدیث کی طرف، اور فقہاء، فقہ کی طرف منسوب ہین، لیکن صوفی کسی خاص وصف یا خاص علم کی طرف منسوب نہین کیا جا سکتا کیونکہ وہ تمام علوم، تمام صفات حسنہ، اور تمام اخلاق فاضلہ کا جامع ہوتا ہے، اور اوس کو کسی خاص علم، خاص وصف، اور خاص مقام کے ساتھ خصوصیت حاصل نہین ہوتی جس کی طرف اوس کو منسوب کیا جا سکے، اس کے ساتھ اوسکے حالات مین ہر وقت تجدد و تغیر ہوتا رہتا ہے، اور وہ ہمیشہ اضافہ کا خواستگار رہتا ہے، اسلیئے اگر اوس کو کسی خاص وصف کی طرف منسوب کیا جائے تو ہر وقت ایک نئے وصف کی طرف منسوب کرنا پڑیگا، اس دشواری کی بنا پر اوسکو ایک ظاہری خصوصیت یعنی پشمینہ پوشی کی طرف منسوب کیا گیا جو کہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء کا نام شعار ہے، اور اس سے اجمالی طور پر صوفیہ کے تمام علوم، تمام اعمال، اور تمام اخلاق کا پتہ چل جاتا ہے، خدا نے اصحاب عیسیٰ کو بھی ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا ہے، اور اون کو حواری کہا ہے، یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے تھے، اور خدا نے اون کو اسی طرف منسوب کر دیا، اعمال اور احوال کی طرف منسوب نہین کیا، اسی طرح صوفیہ بھی ظاہری لباس کی طرف منسوب کر دیئے گئے، (صفحہ ۲۰) ماخذ اور اشتقاق سے قطع نظر کر کے اگر اس لفظ پر (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۴ پر ملاحظہ ہو)

نہین پکارا گیا، تو مین اوس کے جواب مین کہونگا کہ رسول اللہ صلعم کی صحبت کو وہ عظمت اور
خصوصیت حاصل ہو کہ جس شخص کو یہ عزت حاصل ہوگئی اوسکو کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بھی
معزز ہو نہین دیا جاسکتا، کیا تم کو یہ نظر نہین آتا کہ وہ زہاد، عباد، متوکلین، فقراء، اہل رضاء،
اہل صبر اور اہل تواضع و اخبات کے امام ہین اور یہ سب کچھ رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت سے حاصل
کیا ہے، تو جب ان بزرگون کا انتساب صحبت رسول اللہ صلعم کی طرف ہے جو بزرگ ترین صفات سے ہے
تو یہ محال ہے کہ اس بزرگ ترین صفت کے علاوہ اون کو کوئی دوسری فضیلت دی جاسکے،

خانقاہین، اس لقب کی طرح تصوف کی دوسری یادگارین بھی دور صحابہ کے بہت بعد عالم
وجود مین آئین، خود صحابہ کے زمانہ مین ان کا پتہ نہین چلتا، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہین،

زمانہ بہت آگے بڑھ گیا اور امت مین تفرق پیدا ہوگئی اور ہر قوم نے دین کا ایک شعبہ
لے لیا جس مین خود اپنی طرف سے اضافے کر لیے، سلاطین و امراء نے قلعے بنوائے، حالانکہ
قلعے وغیرہ قدیم زمانے مین صرف سرحدون پر بنائے جاتے تھے، تاکہ ایسا نہو کہ دشمن اچانک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۳) تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو اصل مین یہ لفظ سین سے تھا، اور اس کا مادہ
سوف تھا جس کے معنی یونانی زبان مین حکمت کے ہین، دوسری صدی ہجری مین جب یونانی کتابون کا ترجمہ ہوا
تو یہ لفظ عربی زبان مین آیا، اور چونکہ حضرات صوفیہ مین اشراقی حکماء کا انداز پایا جاتا تھا اسلیے لوگون نے اون کو سوفی یعنے حکیم کہنا
شروع کیا، رفتہ رفتہ سوفی سے صوفی ہوگیا، یہ تحقیق علامہ ابوریحان بیرونی نے کتاب الہند مین کی ہے، اور صاحب کشف الظنون
کی عبارت سے بھی اسکا اشارہ نکلتا ہے، چنانچہ وہ تصوف کے عنوان مین لکھتے ہین

واعلم ان الاشراقیین من الحکماء الالٰہیین کالصوفیین فی المشرب والاصطلاح ولا یبعد ان یوخذ ہذا الاصطلاح من اصطلاحہم ء

حکمائے اشراقیہ مشرب اور اصطلاح مین صوفیہ کے مشابہ تھے، اور اگر یہ اصطلاح اون کی اصطلاح سے ماخوذ ہو تو کچھ بعید نہین،

الغزالی !

حملہ کر دے، اور اون کے پاس مدافعت کا سامان نہ ہو، اور اہل علم کے لیے مدارس اور اہل عبادت کے لیے خانقاہیں تعمیر کی گئیں میرا خیال ہو کہ سلطنت سلجوقیہ میں ان چیزون کا عام رواج ہوا، اور سب سے پہلے نظام الملک کے زمانۂ وزارت مین اہل علم کے لیے مدارس اور مساکین کے لیے رباطات تعمیر کی گئیں اور اون پر اوقاف کئے گئے، اگرچہ اس سے پہلے بھی مدارس اور رباطات کا پتہ چلتا ہو، لیکن میرے خیال مین اون پر کوئی عام وقف نہین کیا گیا تھا بلکہ یہ مخصوص مقامات مین سے تھے، امام معمر بن زیاد نے اخبار الصوفیہ مین بیان کیا ہو کہ صوفیہ کے لیے پہلی خانقاہ بصرہ مین تعمیر کی گئی،[1]

اجزائے تصوّف کی بے اعتدالی، ان ظاہری یادگارون کے علاوہ تصوف کے باطنی قوام مین بھی جو غیر معتدل تخلخل پیدا ہوا وہ دور صحابہ کے بعد ہوا خود صحابہ کرام کی ذات اگرچہ تصوف کے تمام عناصر کا مجموعہ تھی، تاہم اون مین کسی عنصر کی خاصیت حد اعتدال سے آگے نہین بڑھنے پائی تھی، علامہ ابن تیمیہ نے صوفیون کی جو مخالفت کی ہو، وہ انہی عناصر کے غیر معتدل خواص وکیفیات کی بنا پر کی ہو، ورنہ اون کو تصوف کے حقیقی اجزا سے کوئی اختلاف نہین، چنانچہ اپنے فتادے کے مختلف مقامات مین اس پر تفصیلی بحثین کی ہین، ایک جگہ لکھتے ہین،

صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی کبھی جمع ہوتے تھے اور کسی سے قرأت کی فرمائش کرتے تھے، اور باقی لوگ سنتے تھے، حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اے ابو موسیٰ ہم کو ہمارے خدا کو یاد دلاؤ، تو وہ پڑھتے تھے اور وہ لوگ سنتے تھے، بعض صحابہ کہتے تھے کہ آؤ بیٹھکر کچھ دیر کے لئے ایمان لائین

[1] فتاوائے ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰

رسول اللہ صلعم نے اپنے اصحاب کے ساتھ کئی بار نفل باجماعت پڑھی، اور اہل صفہ کے پاس آئے، اون مین ایک قاری پڑھ رہا تھا، آپ اون کے ساتھ بیٹھ گئے اور سنتے رہے، سماع اور ذکر مشروع کے وقت دل مین جو خوف پیدا ہوتا ہی آنکھون سے جو آنسو جاری ہوجاتے ہین بدن کے جوڑ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین وہ کتاب وسنت کی تصریحات کے موافق بہترین وصاف ہین لیکن سخت بیچینی، غشی، موت، اور چیخ پکار کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی شخص مجذوب ہو تو اوس کو کوئی ملامت نہین کی جاسکتی، جیساکہ تابعین، اور اون کے بعد لوگون مین اسکا منشا یہ تھا کہ قلب پر ایک قوت دھکا پہونچاتی تھی، اور خود اونکا دل اور اون کی طاقت اس حملے کو برداشت نہین کرسکتی تھی، لیکن اس حالت مین تمکن وثبات جیساکہ رسول اللہ صلعم اور صحابہ کا حال تھا افضل ہی، البتہ زبردستی سکون ووقار پیدا کرنا بھی برا ہی، اور اس مین کوئی بھلائی نہین جس سماع سے دل کی اصلاح ہوسکتی ہی وہ کتاب اللہ کا سماع ہی، لیکن بعض فرقون نے اس سماع کو بھلاکر قصائد سننا شروع کئے تالیان بجانے لگے، اور الاپنا شروع کیا جو کفار کی سیٹی بجانے سے مشابہ ہی جس کی خدا نے برائی بیان کی ہی[1]،

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہین،

فنا کی تین قسمین ہین جن مین ایک قسم کو کامل ترین انبیاء اور اولیاء، دوسری قسم کو متوسط درجے کے اولیا اور صلحاء، اور تیسری قسم کو منافقین، ملحدین اور مشبہین نے اختیار کیا ہے پہلی قسم کی فنا ارادہ ماسوی اللہ مین اس طرح فنا ہوجانا ہی کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کی

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ جلد اول صفحہ ۱۸۵-۱۸۶،

محبت کسی دوسرے کی عبادت، کسی دوسرے پر توکل اور کسی دوسرے کی تلاش نہو،
شیخ ابو یزید کے اس قول کا کہ "مین یہ چاہتا ہون کہ بجز اوس چیز کے جس کو وہ چاہتا ہی
دوسری چیز کو نہ چاہون" یہی مطلب ہی قرآن مجید کی اس آیت مین الا من اتی اللہ بقلب
سلیم مین سلیم سے مراد یہ ہے کہ ماسوے اللہ سے، ماسوائے عبادۃ اللہ سے، ماسوی
ارادۃ اللہ سے ماسوائے محبت اللہ سے محفوظ ہو، بہرحال اگر اسی کا نام فنا ہی، تو یہ اسلام کا
اول بھی ہی، آخر بھی، دین کا باطن بھی ہی اور ظاہر بھی،

دوسری قسم کی فنا کا منشا یہ ہی کہ ماسوا کے شہود سے فنا ہو، اور جن سالکین کا کمزور
دل خدا کے ذکر، خدا کی عبادت اور خدا کی محبت کی طرف کھنچ جاتا ہی، اون کو فنا کا یہ
درجہ حاصل ہو جاتا ہی، اور وہ خدا کے سوا نہ کسی دوسری چیز کو دیکھتے اور نہ کوئی دوسری
چیز اون کے دل مین کھٹکتی، اس آیت مین واصبح فواد ام موسی فارغا، مین
ان کے نزدیک فارغ سے یہ مراد ہی کہ موسیٰ کی ماں کا دل موسیٰ کی یاد کے سوا ہر چیز سے
خالی تھا، یہی وہ مقام ہی جہان ایک قوم کے پاؤن ڈگمگا گئے ہین، اور اوس نے یہ
خیال قائم کر لیا ہی کہ یہ اتحاد ہی، اور عاشق معشوق کے ساتھ اس قدر متحد ہو گیا ہے کہ
دونون کے وجود مین کوئی فرق نہین رہا، لیکن یہ غلطی ہی کیونکہ خدا کے ساتھ کوئی چیز متحد
نہین ہو سکتی، بہرحال فنا کا یہ درجہ نقصان سے خالی نہین، اور اکابر اولیاء مثلاً حضرت ابوبکرؓ
حضرت عمرؓ اور مہاجرین اولین اور انصار نے بھی اس درجہ کو اختیار نہین کیا، یہ درجہ
صحابہ کے بعد پیدا ہوا، اسی طرح تصرف کے وہ تمام مدارج جس مین عقل و تمیز گم ہو جائے

صحابہ کے بعد پیدا ہوئے، کیونکہ مدارج ایمانیہ مین صحابہ کرام کامل ترین، قوی ترین،
اور راسخ ترین تھے، جنون، غشی، بیخودی اور وارفتگی کا اون کے پاس گذر نہین
ہوسکتا تھا، ان چیزون کی ابتدا اربصرہ کے عبادت گذار تابعین سے ہوئی، کیونکہ
انہی مین وہ لوگ تھے جن پر قرآن کے سننے سے غشی طاری ہوجاتی تھی، اور انہی
مین بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اس حالت مین مرجاتے تھے، مثلاً ابوجہیر الضریر اور زرارہ
بن ابی اوفی قاضی بصرہ، شیوخ صوفیہ مین بعض لوگون نے اسی عالم مین بعض باتین
ایسی کہدی ہین کہ اگر وہ ہوش مین ہوتے تو اون کو معلوم ہوتا کہ اونھون نے غلطی کی ہے
مثلاً ابویزید، ابوالحسن نوری، ابوبکر شبلی وغیرہ سے اس قسم کے اقوال مذکور ہین،
لیکن ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، فضیل بن عیاض بلکہ جنید وغیرہ کے ہوش وحواس بھی ہمیشہ صحیح رہتے
تھے، اور وہ فنا کے اس گرداب مین نہین پڑتے تھے، بلکہ یہ لوگ وسعت علم اور صحت
تمیز کی بنا پر ہر چیز کو اوس کی اصلی حالت مین دیکھتے تھے، اور اون کو نظر آتا تھا کہ تمام
مخلوقات حکم خداوندی سے قائم ہین، اوس کی مشیت کے ساتھ وابستہ ہین، بلکہ اوس کے
سامنے سر نیاز خم کیئے ہوئے ہین، اسلیئے اون کو اس سے بصیرت حاصل ہوتی تھی،
اور خلوص، توحید اور عبادت کا جو جذبہ اون کے دل کے اندر تھا اون کو ان چیزون
سے اور بدولت تھی، قرآن مجید نے اسی حقیقت کی دعوت دی ہے، اور کامل ترین مومنین
اور اہل عرفان نے اس کو محفوظ رکھا ہے، ہمارے پیغمبر رسول اللہ صلعم ان سب کے امام
اور ان سب مین کامل ترین ہین، یہی وجہ ہے کہ شب معراج مین اگرچہ آپ نے خدا کی

بہت سی نشانیاں دیکھیں اور خدا نے آپ سے بہت کچھ سرگوشیاں کیں، لیکن باایں ہمہ آپ کے
حالات میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا، اور آپ پر اس کا کوئی اثر نہیں طاری ہوا بخلاف
اس کے حضرت موسیٰ پر ایک ہی جھلک میں غشی طاری ہوگئی،

تیسری قسم کی فناء کا منتہا یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہیں، اور خالق کا
وجود بعینہ مخلوق کا وجود ہے، اس بنا پر خدا اور بندے میں کوئی فرق نہیں، تو فنا رکا یہ درجہ
ان گمراہ لوگوں نے اختیار کیا ہے جو حلول و اتحاد میں پڑ گئے ہیں[1]،

اصطلاحات تصوف، تصوف کی موجودہ اصطلاحات میں بھی عہد نبوت اور عہد صحابہ تک کوئی
اصطلاح نہیں قائم ہوئی، لیکن اگر اس ظاہری لقب، اس رسمی خانقاہ، اس بے اعتدالی
اور ان ظاہری اصطلاحات سے قطع نظر کر لی جائے تو تصوف کے تمام حقیقی اجزاء خود
سلسلۂ تصوف، عہد نبوت اور عہد صحابہ میں پیدا ہوئے، اور تصوف کے ابتدائی سلسلہ کی ظاہری
یادگاریں بھی اسی زمانے میں قائم ہوگئیں، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ
فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں،

امّا خرقہ پس اصلش الباس آنحضرت است صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عمامہ را بہ عبدالرحمٰن
بن عوفؓ در وقتیکہ امیر لشکر گردانید، امّا بیعت پس وجود آن و اعتبار بآن از آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مستفیض یقینی است کما لا یخفی[2]،

تاہم اس زمانے تک تصوف کا سلسلہ ان ظاہری آداب سے قائم نہیں ہوتا تھا،

---

[1] ملخص از فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ تا ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵، [2] کتاب مذکور صفحہ ۳،

بلکہ صوفیانہ حلقون کی شیرازہ بندی صرف روحانی رشتون سے ہوتی تھی، چنانچہ خود شاہ صاحب اسی رسالے مین تحریر فرماتے ہین،

پس صوفیہ صافیہ ارتباط ایشان در زمن اول بصحبت وتعلیم وتادیب بآداب تہذیب نفس بودہ است نہ بخرقہ وبیعت ودر زمن سید الطائفہ جنید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد وبعد ازان رسم بیعت پیدا گشت وارتباط سلسلہ بہمہ این امور تحقق است واختلاف صور ارتباط ضرر نمی کند وخرقہ وبیعت را اصلے ہست از سنت سنیہ[1]،

شاہ صاحب نے ازالۃ الخفا مین اس نکتے کی اور بھی زیادہ توضیح کی ہی، چنانچہ اوسکا خلاصہ یہ ہی،

اِس مقام پر ایک نکتہ ہی جس کو لازمی طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور وہ یہ کہ عہد صحابہ عہد تابعین، اور عہد تبع تابعین تک مشائخ کے ساتھ تلامذہ کا تعلق بیعت اور خرقہ پوشی کے ذریعہ سے نہ تھا، صرف صحبت کے ذریعہ سے تھا، اور وہ لوگ ایک شیخ، یا ایک سلسلے پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ ہر ایک شخص بہت سے مشائخ کی صحبت اختیار کرتا تھا، اور بہت سے سلسلون کے ساتھ تعلق پیدا کرتا تھا، اسلیئے اون کا سلسلہ مخصوص طور پر کسی ایک صحابی تک نہین پہونچایا جاسکتا، بجز اوس صورت کے کہ خود اون کو اعتراف ہو کہ اون پر کسی خاص صحابی کی صحبت کا اثر زیادہ پڑا ہی، یا اونھون نے اونکا فیض صحبت مدتون تک اوٹھایا ہی، یا وہ کسی خاص صحابی کے اصحاب مشہور ہوگئے ہین، اور یہ اون کی ایک علامت قرار پاگیا ہی[2]،

باایہمہ صوفیانہ حلقون اور صوفیانہ سلسلون مین خلفائے راشدین اور خلفائے راشدین مین

---

[1] کتاب مذکور صفحہ ۲ و ۳، [2] ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۸۵،

شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا روحانی فیض سب سے زیادہ نمایان نظر آتا ہی، چنانچہ شاہ صاحب ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین،

> بعد فقہ، اعظم علوم علم احسان (تصوف) است اعنی آنچہ امروز بآنم علم سلوک مسمی شود و قوت القلوب و احیاء العلوم دران مصنف شدہ است و اعظم توسط کبرائے امت درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسائر امت او آنست کہ بزبان حال وبزبان قال بہر دو، آن علوم را و آن مقامات و احوال را بروان تعلیم فرماید و تربیت کند یاران را بہر دو زبان و از روے آن علوم در آفاق شہرت گردد، اقاصی و ادانی ازان مستفید شوند، چنانکہ درین کتاب بہاشی کثیر از حضرت شیخین معلوم کردہ باشی،[1]

ایک دوسرے موقع پر خصوصیت کے ساتھ حضرت عمرؓ کی نسبت لکھتے ہین،

> الفصل السابع فی بقاء سلسلۃ الصحبۃ الصوفیۃ المبتداءۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ھذا بواسطۃ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ ولنذکر ھہنا سلسلۃ اھل العراق فانھم اکثر المسلمین اعتناء بسلسلۃ الصحبۃ الصوفیۃ[2]

ساتوین فصل صوفیہ کے اوس سلسلے کے قیام و بقا مین جو رسول اللہ صلعم کی ذات سے شروع ہوکر آج تک بواسطہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ قایم ہی، اور ہم اس موقع پر صرف اہل عراق کا سلسلہ بیان کرتے ہین، کیونکہ وہ لوگ مسلمانون مین سب سے زیادہ صوفیہ کے سلسلے کا لحاظ کرتے ہین،

اس کے بعد شاہ صاحب نے حضرت عمرؓ کے سلسلہ تصوف کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

---

[1] ازالۃ الخفا صفحہ ۲، [2] ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۸۵،

شروع کر کے حضرت جنید بغدادی تک پہونچایا ہی اور لکھا ہے،

وسلسلۃ اشھر من ان یحتاج الی بیان — حضرت جنید بغدادی کا سلسلہ اس قدر مشہور ہی کہ اوس کے بیان کرنے کی ضرورت نہین،

لیکن صوفیہ کے نزدیک تصوف کے اکثر سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہین، چنانچہ ہم اس موقع پر تمام مشہور سلسلون کا ایک نقشہ درج کرتے ہین جس سے اسکا اندازہ ہوگا،

نام سلسلہ	نام مستفید	نام منسوب الیہ	کیفیت
نقشبندیہ	(حسن بصری)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ وحضرت ابوبکر صدیق رض	یہ سلسلہ ہندوستان اور ماوراء النہر مین بہت مشہور ہی، اور مکہ و مدینہ مین بھی اسکا رواج ہی،
قادریہ	//	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	یہ سلسلہ عرب اور ہندوستان مین بہت مشہور ہی،
چشتیہ	//	//	یہ سلسلہ ہندوستان مین بہت مشہور و مقبول ہی،
کبرویہ		//	یہ سلسلہ توران اور کشمیر مین مشہور ہی،
شاذلیہ		//	یہ سلسلہ مغرب، مصر اور سوڈان، اور مدینہ مین شہرت رکھتا ہے
شطاریہ[1]		//	یہ سلسلہ ہندوستان مین مشہور ہی،

یہ تمام سلسلے رسول اللہ صلعم کی ذات پاک سے شروع ہوکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے حضرت حسن بصری رض تک منتھی ہوتے ہین اور باتفاق اہل تصوف حضرت حسن بصری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے استفادہ کیا ہی، لیکن اہل حدیث کے نزدیک یہ استفادہ ثابت

[1] یہ نقشہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے مرتب کیا گیا ہی،

نہین ہی، چنانچہ شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین لکھتے ہین،

والحسن البصری ینتسب الی سیدنا علی رضی اللہ
تعالی عنہ عند اهل السلوک قاطبۃ فان کان اهل الحدیث
لا یثبتون ذلک فقد انتصر الشیخ احمد القشاشی
لاهل السلوک بکلام واف شاف فی الکتاب العقد
الفرید فی سلاسل اهل التوحید،

اور حسن بصری تمام اہل تصوف کے نزدیک حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہین، لیکن اہل حدیث
کے نزدیک یہ ثابت نہین ہی، اور شیخ احمد قشاشی نے
ایک تشفی بخش بحث کے ذریعہ سے اپنی کتاب العقد الفرید
فی سلاسل اہل التوحید مین اہل تصوف کی تائید کی ہے[1]،

اہل تصوف نے رسم خرقہ پوشی کی ابتدا بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات سے کی ہی، لیکن علامہ ابن خلدون کے نزدیک تصوف پر شیعیت کا جو اثر پڑا ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف خرقہ کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہی ورنہ اسکی کوئی اصلیت نہین، چنانچہ مقدمہ تاریخ مین لکھتے ہین،

حتی انهم لما اسندوا لباس خرقۃ التصوف
لیجعلوه اصلا لطریقتهم وتخلیتهم رفعوه
الی علی رضی اللہ عنہ وهو من هذا المعنی
ایضا والا فعلی رضی اللہ عنہ لم یختص من
بین الصحابۃ بتخلیۃ ولا طریقۃ فی لباس
ولا حال بل کان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنهما
ازهد الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ

یہان تک کہ جب ان لوگون نے خرقہ پوشی کو اپنے
لیے اصل بنانا چاہا تو اس کی سند کو حضرت علی رضی اللہ
عنہ تک پہونچایا، لیکن اس کا فلسفہ بھی یہی ہی یعنی
تصوف پر شیعیت کا اثر، ورنہ صحابہ مین تخلیہ یا لباس
مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی خاص طریقہ نہ تھا،
بلکہ رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت
عمرؓ سب سے زیادہ پرہیزگار، اور سب سے زیادہ

[1] انتباہ صفحہ ۱۳۱،

علیہ وسلم واکثرھم عبادۃ ولم یختص احد	عبادت گذار تھے، لیکن دینی معاملات مین انکا کوئی
منھم فی الدین بشیء یوثرعنہ فی الخصوص بل کان	قابل روایت مخصوص شیوہ نہ تھا، بلکہ تمام صحابہ دین
الصحابۃ کلھم اسوۃ فی الدین والزھد والمجاھدۃ[1]	زہد، اور مجاہدہ مین نمونہ تھے،

شاہ صاحب کی عبارت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ انتباہ مین لکھتے ہین،

شیخ مجد الدین بغدادی در کتاب تحفۃ البررہ آوردہ است کہ نسبت خرقہا متصل است بپیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حدیث درست متصل مستفیض وفرمودہ است کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرقہ پوشانید امیرالمومنین علی راکرم اللہ وجہہ وتمام این سلسلہ را ذکر کردہ است والمحققون من اہل الحدیث ینکرون ہذا الاتصال من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،[2]

تصوف صحابہ، اس تاریخی تمہید کے بعد اب سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تصوف کن اجزا پر مشتمل تھا؟ اور اوس کو متاخرین کے تصوّف پر کیا امتیاز حاصل تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ تصوف عقائد و واعمال کے مجموعہ کا نام ہے، لیکن صحابہ کرام کے زمانے تک کوئی خاص صوفیانہ عقیدہ نہین قائم ہوا تھا، غالبًا صوفیانہ عقائد کی تولید فلسفہ وحکمت کے رواج اور دوسری قومون اور فرقون کے اختلاط اور میل جول سے ہوئی، مثلاً اہل تصوف کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ انسان عالم اصغر ہے، لیکن یہ عقیدہ جسطرح فلسفہ کی آمیزش اور اثر سے پیدا ہوا، جس طرح اس پر تبہ گمراہی اور ضلالت کے رسے چڑھتے گئے اور اسکا جو انجام ہوا اوس کی نسبت علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہین،

وقد اخذوامن الفلاسفۃ قولھم الانسان	صوفیہ نے فلاسفہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ انسان عالم صغیر ہے

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۱۰، [2] انتباہ صفحہ ۱۲۳،

هو العالم الصغير وهذا اقرب وضموا اليه
ان الله هو العالم الكبير بناءً على اصلهم
الكفري في وحدة الوجود، وان الله هو عين وجود
المخلوقات فالانسان من بين المظاهر هو الخليفة
الجامع للاسماء والصفات وتفرع على هذا ما صدر
اليه من عوى الربوبية والالوهية المخرجة لهم الى
الفرعونية والقرمطية والباطنية[1]

اور یہ کوئی بڑی بات نہ تھی، لیکن اون لوگون نے
اس کے ساتھ اپنی کافرانہ اصل یعنی وحدت الوجود
کی بنا پر اس عقیدہ کو بھی ملا لیا کہ خدا عالم اکبر ہے
اور انسان تمام مظاہر عالم مین سے خدا کے اسماء
وصفات کا جامع ہے، اور یہ لوگ ربوبیۃ اور الوہیۃ
کا جو ان کو فرعونیت، قرمطیت اور باطنیت تک
پہونچا دیتی ہے، اسی عقیدہ کی بنا پر دعوی کرتے ہین،

لیکن صوفیہ کو عقیدہ وحدت الوجود کی تعلیم خود فرقہ باطنیہ نے دی، چنانچہ علامہ ابن خلدون مقدمہ
تاریخ مین لکھتے ہین،

ثم ان هولاء المتاخرين من المتصوفة
المتكلمين في الكشف وفيما وراء الحس توغلوا
في ذلك فذهب الكثير منهم الى الحلول
والوحدة كما اشرنا اليه وملوا الصحف
منه مثل الهروي في كتاب المقامات
له وغيره وتبعهما ابن العربي وابن
سبعين وتلميذهما ابن العفيف وابن

پھر ان متاخرین صوفیہ نے جو کشف اور عالم تجرید
کے متعلق بحث کرتے تھے، اس مین غلو و مبالغہ کیا
اسلئے بہت سے لوگون نے حلول اور وحدت الوجود
کا عقیدہ قایم کرلیا، اور اپنی کتابون کو اس سے
بھر دیا، مثلاً ہروی نے کتاب المقامات وغیرہ مین
ابن عربی، ابن سبعین، اور ان دونون کے تلامذہ
ابن عفیف اور ابن فارض اور نجم اسرائیلی نے

[1] فتاوای ابن تیمیہ جلد دوم صفحہ ۲۶۱،

الفارض والنجم الاسرائیلی فی قصائدھم	اپنے قصائد مین انہی کی تقلید کی، ان لوگون کے
وکان سلفھم مخالطین للاسماعیلیۃ	آباو اجداد متاخرین اسماعیلیہ رافضیون سے
المتاخرین من الرافضۃ الدائنین	میل جول رکھتے تھے، جنھون نے حلول اور ائمہ
ایضا بالحلول والوھیۃ الائمۃ مذھبا	کی خدائی کا عقیدہ قائم کرلیا تھا، حالانکہ اون کے
لم یعرف لاولھم فاشرب کل واحد	اسلاف سے یہ عقیدہ منقول نہین، اسلیئے ہر دو
من الفریقین مذھب الآخر	فریق نے ایک دوسرے کا مذہب قبول کرلیا،
واختلط کلامھم وتشابھت	اونکا کلام گڈ مڈ ہوگیا اور اون کے عقائد ایک دوسرے
عقائدھم[1]	کے متشابہ ہوگئے،

لیکن صحابہ کرام ان گمراہ کن اثرات سے بالکل محفوظ تھے، اون کے سامنے صرف رسول اللہ صلعم کی ذات پاک تھی، جو روحانیت اور اخلاق کا سرچشمہ تھی، صحابہ نے اسی شمع ہدایت سے اقتباس نور کیا تھا، اسلئے اون کے اجزاء تصوف مین روحانیت، اخلاق، عمل عبادت، زہد، توکل، صبر، اور استقامت وغیرہ کے سوا کوئی فلسفیانہ عقیدہ شامل نہین تھا چنانچہ صوفیہ کرام نے اپنی تصنیفات مین صحابہ کرام کی ان روحانی اور اخلاقی خصوصیات کو نہایت اہمیت کے ساتھ نمایان کیا ہی، اور ہم ایک خاص ترتیب کے ساتھ ان کو اس موقع پر درج کرتے ہین،[2]

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۵۱۸، [2] اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سادہ تصوف کے تمام عنوانات امام ابوالقاسم قشیری نے اپنے مشہور رسالے مین قایم کردیئے ہین، لیکن ان عنوانات کے تحت مین آنحضرت صلعم، صحابہ، تابعین اور مشائخ کے جو واقعات درج کئے ہین، اون مین بعض جگہ رواۃ کے سلسلہ وسند کا ذکر کیا ہے، (بقیہ حاشیہ صفحہ ٣٦٧ پر ملاحظہ ہو)

حضرت ابوبکر صدیقؓ تصوف مین حضرات صوفیہ کی سب سے بڑی سند حضرت ابوبکر صدیقؓ ہین، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا[1] مین لکھتے ہین،

صاحب کشف المحجوب در مدح صدیق اکبر کلمۂ وارد ان الصفاصفۃ الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق از آنچہ صفارا اصلے ہست و فرعے اصلش انقطاع دل است از اغیار و فرعش خلو دل است از دنیاے غدار و این ہر دو صفت صدیق اکبر است پس امام اہل این طریقہ اوست انتہی کلامہ،

حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے کہ امت محمدیہ مین سب سے پہلے تصوف کا راز حضرت ابوبکر صدیق کی زبان نے اشارۃً فاش کیا جس سے اہل فہم نے لطائف اخذ کیے، اور وہ راز یہ تھا کہ جب وہ اپنی تمام مملوکات سے دست بردار ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا؟ تو اونھون نے پہلے خدا کا نام لیا پھر رسول کا اور حقائق تفرید مین اہل توحید کے لیے یہ ایک عظیم الشان اشارہ ہے، اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق کے اور بھی بہت سے اشارات ہین جن سے اور دوسرے لطائف نکلتے ہین جو اہل حقیقت کو معلوم ہین،

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۶۶) بعض جگہ اون کو مرسل چھوڑ دیا ہے، اور زیادہ تر وہ ان واقعات کا ذکر اس طرح کرتے ہین کہ "کہا گیا ہے" جن واقعے کی سند بیان کرتے ہین وہ بھی کبھی صحیح، کبھی ضعیف اور کبھی موضوع ہوتی ہے، غرض تصوف و رقاق کی کتابون مین جو آثار منقول ہوتے ہین اون مین صحیح، ضعیف، اور موضوع ہر قسم کے آثار ہوتے ہین، (فتاوی ابن تیمیہ جلد ا صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹) ہم نے اس عنوان مین صحابہ کے متعلق اکثر واقعات کتاب اللمع سے لیے ہین، لیکن تصوف کی عام کتابون کی طرح اسکا بھی یہی حال ہے اسلیے ہم ان تمام واقعات کی صحت کے ذمہ دار نہین ہین، ہم نے ان کو صرف اسلیے نقل کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ صوفیہ کا صحابہ کرام کے متعلق کیا خیال تھا، باایں ہمہ ان مین سے متعدد واقعات احادیث مین بھی مذکور ہین

[1] مقصد دوم صفحہ ۱۲۱،

چنانچہ علامہ ابو نصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی کتاب اللمع مین لکھتے ہین،

ولابی بکر رضی اللہ عنہ معان اُخر	حضرت ابوبکرؓ کی ذات مین اور بھی متعدد معانی جمع ہوگئے
مما تعلق بہا اھل الحقائق وارباب	تھے جن کے ساتھ اہل حقیقت اور ارباب قلوب نے
القلوب وان ذکرنا جمیع ذلک	تمسک کیا ہو، لیکن اگر ہم ان سب کو بیان کرین تو
طال الکتاب،	کتاب مین طوالت پیدا ہوجائیگی،

مثلاً اون کے توکل کا یہ حال تھا کہ تمام مال خدا کی راہ مین دیدیا اور فرمایا کہ اہل وعیال کے لئے مینے صرف خدا اور اوس کے رسول کو چھوڑدیا ہو، ورع وتقوی کی یہ حالت تھی کہ ایکبار اپنے غلام کے ہاتھ سے دودھ پیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مشتبہ تھا تو حلق مین اونگلی ڈال کر تے کردی، حزم واحتیاط کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اول شب مین وتر ادا کرتے تھے کہ مبادا سو نہ جائین، اور حضرت عمرؓ آخر شب مین، رسول اللہ صلعم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ابوبکر نے احتیاط کو پیش نظر رکھا اور عمر نے قوت کو، کف لسان کا اسقدر خیال تھا کہ ایک بار وہ اپنی زبان کو پکڑکر کھینچ رہے تھے حضرت عمرؓ کا گذر ہوا تو منع فرمایا، اونھون نے جواب دیا کہ اسی نے تو مجھکو کن کن گھاٹون اوتارا ہے، خاکسار اتنے بڑے تھے کہ ایک بار ایک امیر کی مشایعت کی تو اونھون نے کہا کہ یا آپ سوار رہولین یا مین خود سواری سے اوتر آؤن، بولے نہ تم کو سواری سے اوترنا چاہئے نہ مجھکو سوار رہونا چاہئیے، میرے یہ قدم راہ خدا مین محسوب ہون گے، زاہد اتنے بڑے تھے کہ مرض الموت مین اون کے جسم پر زعفرانی یا گیروے رنگ کا جو کرتا تھا، اوسکو اوتروا لیا، اور کہا کہ اسکو دھوڈالو حضرت عائشہؓ نے وجہ پوچھی تو بولے کہ مردے سے زیادہ زند

لوگون کو نئے کپڑے کی ضرورت ہی، کبر وغرور سے اسقدر پاک تھے کہ جب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس شخص نے غرور سے زمین پر اپنا کپڑا لٹکایا خدا قیامت کے دن اوسکی طرف آنکھ اوٹھا کے نہین دیکھے گا، تو بولے کہ میرے کپڑے کا ایک جانب اگر احتیاط نہ کرون تو لٹکتا ہے، لیکن آپ نے فرمایا کہ تم غرور سے ایسا نہین کرتے یہ بخاری کی روایت ہے لیکن ابو داؤد مین یہ الفاظ ہین کہ خدا نے تم سے غرور کو نکال لیا ہی، استغناء اور خودداری کا یہ حال تھا کہ اونٹنی کی مہار زمین پر گر پڑتی تھی، لیکن کسی سے اوٹھانے کی فرمائش نہین کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میرے حبیب محمد صلعم نے حکم دیا ہی کہ مین کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرون، لیکن اون کے تمام روحانی اخلاق مین جو چیز سب سے زیادہ نمایان ہی، وہ اونکا صبر وثبات ہی چنانچہ رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد تمام صحابہ یہانتک کہ حضرت عمرؓ تک اسقدر بدحواس ہوگئے کہ اون کو آپ کی وفات کا یقین ہی نہین آتا تھا، لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ اس موقع پر نہ صرف خود ثابت قدم رہے، بلکہ تمام صحابہ کو ثابت قدم رکھا[1] چنانچہ اونھون نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو اپنے مکان سے جو مقام سنح مین واقع تھا گھوڑے پر سوار ہو کر چلے، اور مسجد مین آئے لیکن کسی سے بات چیت نہین کی، اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر رسول اللہ صلعم کی لاش مبارک کا رُخ کیا، اور آپ کے چہرے سے کپڑا اوٹھا کر بوسہ لیا، اور رو دئے، اس کے بعد لوگون کی طرف خطاب کر کے فرمایا،

[1] یہ تمام اقوال ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ مین بحوالہ مذکور ہین، اور اسوۂ صحابہ حصۂ اول مین بھی بعض واقعات گذر چکے ہین،

اما بعد من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل	اما بعد، تم مین جو لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے اون کو معلوم ہوجانا چاہیئے کہ محمدؐ کا وصال ہوچکا، اور جو لوگ خدا کو پوجتے تھے، اونکا خدا زندہ ہی، مرا نہین، خدا خود کہتا ہی، محمد صرف ایک پیغمبر ہین، اور اون سے پہلے بہت سے پیغمبر گذر چکے ہین،

لوگون پر اس خطبے کا یہ اثر پڑا کہ سب نے اس آیت کو یاد کرلیا، اور کوئی شخص ایسا نہ رہا جو اس کی تلاوت مین مصروف نہ ہو، حضرت عمرؓ کا بیان ہی کہ جب مینے حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے پانٔون میرے جسم کا بوجھ نہین اوٹھا سکتے، اور مین زمین کی طرف جھکا جاتا ہون،

کسی نے حضرت ابو العباس بن عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کونوا ربانیین الخ کے کیا معنے ہین؟ اونھون نے فرمایا کہ اسکا مطلب یہ ہی کہ ابوبکرؓ کی طرح ہوجاؤ کیونکہ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام مسلمانون کے دل لرز گئے، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے دل کو جنبش نہین ہوئی، اور اونھون نے یہ خطبہ دیا یا ایہا الناس من کان یعبد محمدا الخ اور ربانی کا وصف امتیازی صرف یہ ہی کہ وہ حوادثات عالم بھی جو مشرق و مغرب مین انقلاب پیدا کرسکتے ہین، اوس کے دل پر کوئی اثر نہین ڈال سکتے،

جب غزوہ بدر مین رسول اللہ صلعم نے نہایت الحاح وزاری کے ساتھ یہ دعا فرمائی،

اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد فی الارض، خداوندا اگر مسلمانون کا یہ چھوٹا سا گروہ ہلاک ہوگیا تو پھر دنیا مین تیری پرستش نہوگی،

تو اس موقع پر بھی حضرت ابوبکرؓ کے صبر و ثبات کی نمایش ہوئی، اور اونھون نے فرمایا کہ آپ اس طلب وسوال کو چھوڑ دیجیے، خدا نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اوسکو پورا کریگا،
اس موقع پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اس حالت مین کیون رسول اللہ صلعم کے عزم واستقلال مین فرق آگیا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ثابت قدم رہے؟ حالانکہ تمام اوصاف مین آپ حضرت ابوبکر صدیق سے اکمل وافضل تھے لیکن اسکا جواب یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر صدیق سے زیادہ عالم اور حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ قوی الایمان تھے، اسلیے اس موقع پر حضرت ابوبکر کی ثابت قدمی اون کی قوت ایمانیہ کا نتیجہ تھی، اور رسول اللہ صلعم کا اضطراب آپ کے وفور علم کی بنا پر تھا، اسی وفور علم کا یہ نتیجہ تھا کہ جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا، حالانکہ اور صحابہ پر اسکا کچھ اثر نہین پڑتا تھا، آپ نے خود فرمایا ہی،

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا، جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے بہت،

اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقامات تصوف کی امتیاز نہایت مشکل ہی، مثلاً یہی صبر وثبات جس طرح تصدیق، ایمان اور یقین کامل کا نتیجہ ہی، اوسی طرح یہ وصف قساوت اور سنگدلی سے بھی پیدا ہوسکتا ہی چنانچہ شاہ صاحب ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین،

دگا ہے صورت صبر مثلاً باسختی دل مشتبہ گردد و توکل باتہور مختلط شود و علی ہذا القیاس محققین صوفیہ علامات و خواص برائے امتیاز یکے از دیگرے بیان کنند[1]،

لیکن حضرت ابوبکرؓ کا صبر و ثبات سنگدلی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ قوت یقین کا نتیجہ تھا، ورنہ وہ فطرۃً نہایت رقیق القلب تھے، چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے،

کان ابوبکر رجلا بکاءً اذا قرأ القرآن لایملک عینیہ،	ابوبکر بڑے رونے والے آدمی تھے جب قرآن پڑھتے تھے تو اپنی آنکھون پر قابو نہین پاتے تھے،

خود رسول اللہ صلعم کے وصال کے موقع پر اگرچہ اون کی قوت ایمانیہ کا ظہور غیر معمولی صبر و ثبات کی صورت مین ہوا تاہم اونکی اصلی فطرت نمایان رہی، اسلیئے اونھون نے پہلے آپ کے چہرہ مبارک کا بوسہ لیا اور روئے، اسکے بعد صحابہ کی طرف خطاب کیا،

حضرت عمر فاروق، کتاب اللمع مین ہے،

ولاھل الحقائق اسوۃ وتعلق بعمر رضی اللہ عنہ بمعانی خص بہا لک عمر رضی اللہ عنہ من اختیار لبس المرقعۃ والخشونۃ وترک الشہوات واجتناب الشبہات و اظہار الکرامات وقلۃ المبالاۃ من لائمۃ الخلق عند انتصاب الحق ومحق	اہل حقیقت کے لیئے حضرت عمرؓ کی ذات اون معانی کی بنا پر جو اون کے ساتھ مخصوص ہین ایک نمونہ ہے، مثلاً پیوند لگے ہوئے موٹے جھوٹے کپڑے کا پہننا، خواہشات نفسانی کا ترک کرنا، شبہات سے بچنا، کرامات کا ظاہر کرنا، قیام حق کے لیئے ملامت خلق کی بہت کم پروا کرنا حقوق مین قریب و بعید دونکو

[1] ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۱۲۳،

البا طل و مساواۃ الاقارب والاباعد فی الحقوق والتمسک بالاشد من الطاعات واجتناب ذلک مما ورد عن عمر و بیانہ یطول، برابر رکھنا، سخت عبادتوں کولازم کرنا، یہ تمام چیزیں اون سے مروی ہین، لیکن اون کے بیان مین طوالت ہے،

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا مین اِس طوالت کو گوارا کرلیا ہے، اور تصوف فاروقی پر ایک مستقل رسالہ لکھدیا ہے جس کی تمہید دو مقدمات سے کی ہے، اور پہلے مقدمہ مین تصوف کے تین اُصول بتائے ہین،

(۱) ایک یہ کہ تصوف کا دارمدار تمامتر یقین پر ہے لیکن جو یقین تقلید واستدلال سے حاصل ہوتا ہے وہ تصوف مین معتبر نہین بلکہ وہ یقین معتبر ہے، جو اعمال خیر مثلاً روزہ، نماز اور ذکر وتلاوت سے پیدا ہوتا ہے، اگرچہ تمام مسلمان یہ اعمال ادا کرتے ہین لیکن یہ یقین ہر شخص کو حاصل نہین ہوتا بلکہ اوس کے لیئے تین شرطین ہین، (۱) اخلاص فی العمل (۲) کثرت مقدار عمل مثلاً تہجد، اشراق اور اذکار صبح وشام (۳) کیفیت عمل مثلاً حضور، خشوع ترک حدیث نفس وغیرہ، قرآن وحدیث مین علم الاحسان یعنی علم تصوف کی تفسیر انہی اصول ثلاثہ کے موافق کی گئی ہے،

(۲) یقین پیدا ہونے کے بعد یقین طبیعت، نفس اور قلب کے درمیان سے مقامات پیدا ہوتے ہین، جن مین بہترین مقامات دس ہین، توبہ، زہد، صبر، شکر، رجا، خوف توکل، رضا، فقر اور محبت، ان کے علاوہ اور مقامات بھی ہین مثلاً تشدد و تواضع وغیرہ اور خود آنحضرت صلعم نے متعدد صحابہ کو ان مقامات کی بشارت دی ہے، مثلاً صدیقیۃ

محدثیہ، شہیدیہ، اور حواریت، لیکن یہ مقامات بعض اوقات مشتبہہ ہوجاتے ہین، مثلاً صبر اور سنگدلی مین اشتباہ ہوجاتا ہی، اور توکل وتہور کی حقیقت ملتبس ہوجاتی ہی، اسلیے صوفیہ نے ان کے امتیاز کے لئے ان کے خواص وعلامات بتائے ہین،

(۳) جب یہ یقین پیدا ہوجاتا ہی، تو انسان جوکچھ کہتا ہی، اور جوکچھ کرتا ہی اسی یقین سے کرتا ہی، اور یہ اوس کی ایک مستمر عادت ہوجاتی ہی اور تمام لوگون کو یہ راز علانیہ معلوم ہوجاتا ہی جس کے دو ذریعہ ہین، کرامات، اور تربیت مریدین،

حضرت فاروق اعظم نے تصوف کے یہ تمام مدارج قولاً وفعلاً نہایت تفصیل کیساتھ بیان کیئے ہین، اور مختلف حالات مین مواعظ، پند ونصیحت اور خط وکتابت کے ذریعہ سے صحابہ اور تابعین کی صوفیانہ تربیت فرمائی ہی، اسلیئے شاہ صاحب کے الفاظ مین علمی حیثیت سے

او اعلم صوفیہ است بعلوم تصوف درامت مرحومہ

دوسرے مقدمے مین عام مشائخ اور حضرت فاروق اعظم کی کرامات ومقامات مین جو عظیم الشان فرق ہی اوس کی تفصیل کی ہی، مثلاً عام مشائخ کے مقامات صرف قرآئن وامارات سے معلوم ہوسکتے ہین فرض کرو کہ ایک شخص پر مصیبت مین رقت طاری نہین ہوتی اسلیئے یا تو ہم خود کہہ سکتے ہین کہ وہ مقام صبر تک پہونچ گیا ہے، یا وہ خود اپنے ذوق وجدان کی بنا پر اس کی خبر دیسکتا ہی، لیکن یہ دونون صورتین قابل اطمینان نہین ہین، کیونکہ تصوف مین اکثر مقامات فاضلہ اور صفات طبیعہ مین

اشتباہ ہوجاتا ہے، اور ایک وصف دوسرے وصف کی شکل مین نظر آتا ہی اسلئے کرامات و مقامات کی شناخت ایک ظنی چیز ہے جو صرف اوس شخص سے حسن عقیدت یا راویون کے حسن ظن کی بنا پر تسلیم کی جاسکتی ہے لیکن حضرت فاروق اعظم کے مقامات تصوف خود رسول اللہ صلعم کی نص و بشارت سے ثابت ہوئے ہین، اور روایت متفقہ نے اون کو اس قدر یقینی کر دیا ہی کہ اون پر اجمالاً ایمان لانا فرض ہوگیا ہی، اس کے بعد شاہ صاحب نے حضرت عمر فاروق کے مقامات تصوف کو ایک فلسفیانہ انداز سے بیان کیا ہی؛ چنانچہ لکھتے ہین،

"خدا نے نفس انسانی کو دو قوتین عطا فرمائی ہین، ایک قوت عاملہ اور دوسری قوت عاقلہ، جب قوت عاملہ کی تہذیب اپنے درجۂ کمال کو پہونچ جاتی ہی، تو اوسی کا نام عصمت ہوجاتا ہی، اور قوت عاقلہ کی تہذیب کے درجۂ کمال کا نام وحی ہی، عام طور پر لوگ ان دونون قوتون کے درجۂ کمال کو نہین پہونچ سکتے، البتہ ان کے نمونے اور قایم مقام موجود ہین، اور جب یہ دونون قایم مقام جمع ہوجاتے ہین تو اون سے مختلف نتایج کا ظہور ہوتا ہی، مثلاً ایسا شخص لوگون کا مرشد یا کسی پیغمبر کا خلیفہ ہوجاتا ہی، اس لحاظ سے وحی کی قایم مقام محدثیت، فراست، اور وحی کے ساتھ موافقت رائے ہی، عصمت کا قایم مقام یہ ہی کہ شیطان ایسے کامل ترین شخص کے سایہ سے بھی بھاگ جائے، اور ان دونون قایم مقامون کے اجتماع سے شہیدیت کا درجہ اور پیغمبر کی نیابت کا استحقاق حاصل ہوتا ہی،

اس تفصیل کو پیش نظر رکھکر اگر حضرت عمرؓ کے فضائل و مناقب پر نظر ڈالی جائے تو

معلوم ہو گا کہ اون مین یہ اوصاف کس قدر پائے جاتے تھے،

حدیث شریف مین آیا ہے،

لقد کان فیما کان قبلکم من الامم محدثون فان	تم سے پہلے جو لوگ گذرے اون مین محدثین تھے، اگر
یکن فی امتی احد فھو عمر بن الخطاب،	میری امت مین کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن خطاب ہین

ایک اور روایت مین آیا ہی،

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب	اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت عمرؓ ایک بات کہتے تھے، اور اوسکی تصدیق مین قرآن نازل ہوجاتا تھا،

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہی کہ اصحاب رسول اللہ مین جب اختلاف ہوتا تھا، تو قرآن حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا،

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا،

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ	خدا نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر موقوف رکھدیا ہی

آپ نے فرمایا،

یا عمر ما لقیک الشیطان سالکا فجا	اے عمر جب شیطان تم سے کسی راستے مین ملتا ہی تو
الا سلک فجا غیر فجک	اپنا راستہ بدل دیتا ہی،

حضرت عثمانؓ، حضرت عثمانؓ کے صوفیانہ اخلاق مین تمکین و استقامت شرم و حیاء اور دخول فی السعادت سب سے زیادہ نمایان ہین، اون کی تمکین و استقامت کا یہ حال تھا

کہ جس وقت وہ شہید کیے گئے، اپنی جگہ سے مطلق جنبش نہین کی، کسی دوسرے کو مدافعت کرنے کا حکم نہین دیا، اور قرآن کو اپنے پاس سے جدا نہین ہونے دیا یہانتک کہ جب شہید ہوئے تو قرآن مجید تر ابور ہوگیا اور آیت فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم پر اون کے خون کے قطرے ٹپکے، شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ گھر کا دروازہ بند ہوتا تھا، لیکن کپڑا اوتار کر نہین نہاتے تھے،[1] حجۃ اللہ البالغہ مین شاہ صاحب نے اون کے یہ الفاظ نقل کیے ہین،

انی اغتسل فی البیت المظلم فانطوی حیاء من اللہ تعالی	مین تاریک گھر مین بھی نہاتا ہون تو خدا کی شرم سے پیچ وخم کھاتا رہتا ہون،

اور لکھا ہو کہ

وھو غیر الحیاء الذی ھو من مقامات النفس ویتولد من رویۃ عزۃ اللہ تعالی وجلالہ مع ملاحظۃ عجزہ عن القیام بحقہ وتلبسہ بالادناس البشریۃ[2]	اور یہ حیا اوس حیا سے مختلف ہو جو مقامات نفس سے ہو یہ حیا خدا کی عزت اور جلال کے دیکھنے سے اور اوس کے ساتھ یہ خیال کرنے سے کہ مین اوس کے حق کے ادا کرنے سے قاصر ہون، اور انسانی گندگی کے ساتھ ملوث ہون پیدا ہوتی ہو،

احادیث مین بھی اون کے جو فضائل ومناقب مذکور ہین، اون مین یہ وصف نمایان نظر آتا ہو، یہی وجہ ہو کہ اون کو صاحب الحیاء والایمان کہا جاتا ہو، دخول فی السعاۃ انبیاء اور صدیقین کا مخصوص وصف ہو جس کے معنی یہ ہین کہ انسان ایک چیز کے اندر داخل بھی ہو، اور اوس سے خارج

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۴ مسند عثمانؓ، [2] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۱،

بھی ہو، ہر چیز کے ساتھ بھی ہو اور ہر چیز سے الگ بھی ہو، یحیی بن معاذ سے صوفی کے اوصاف پوچھے گئے تو اونھون نے کہا کہ لوگون کے ساتھ بھی ہو اور لوگون سے جدا بھی ہو، حضرت ابن الجلاء سے پوچھا گیا کہ فقیر صادق کس کو کہتے ہین؟ بولے کہ وہ جس چیز کو لے غیرون کے لیئے لے، اپنے لیئے نہ لے، حضرت عثمانؓ کی بھی یہی حالت تھی، چنانچہ اونھون نے ابتدائے اسلام مین جو فیاضیان کین وہ اسی وصف کا نتیجہ تھین، خود اونکا بیان ہو کہ اگر اسلام کی ضروریات کے پورا کرنے کا خیال نہ ہوتا تو مین اس مال و دولت کو ہرگز جمع نہ کرتا،

سہل بن عبد اللہ کا قول ہو کہ یہ درجہ صرف اوس شخص کو حاصل ہوتا ہو جو خدا کے حکم کو جانتا ہو، خدا جب اور جس قدر مال کے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہو وہ خرچ کرتا ہو، اور اگر روکدیتا ہو تو رک جاتا ہو، وہ مال و دولت کو حقوق کے لیئے محفوظ رکھتا ہو، نہ کہ حظوظ کے لیئے، اوس کی مثال بعینہ ایک وکیل کی ہوتی ہو، جو اپنے موکل کے مال مین مالکانہ تصرف تو کرتا ہو، لیکن اوس کی اجازت کے بغیر ایسا نہین کرسکتا،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، صوفیہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم تصوف کا ماخذ ہین، اونھون نے خود ایک موقع پر اپنے قلب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "اس مین ایک علم ہو، کاش مین اوس کا حامل پاتا"، جنید بغدادی کا قول ہو کہ اگر وہ لڑائیون مین مشغول نہ رہتے، تو ہم کو اس علم (تصوف) کے بہت سے نکات بتا جاتے، کیونکہ اون کو علم لدنی حاصل تھا، باینہمہ اونھون نے بہت سی ایسی باتین بتائی ہین جن پر تصوف کی بنیاد قایم ہو، مثلاً ایک شخص نے اون سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو اونھون نے فرمایا کہ ایمان چار ستونون پر قایم ہو، صبر، یقین، عدل

اور جہاد پھر صبر کے دس مقامات کی تفصیل بیان کی، صاحب کتاب اللمع اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہین،

فان صح ذلک عنہ فھو اول من تکلم فی الاحوال والمقامات،

اگر اون سے یہ روایت صحیح ہو تو وہ پہلے شخص ہین جس نے مقامات اور احوال کی تفصیل بتائی،

صوفیانہ حیثیت سے اون کو تمام صحابہ پر یہ فضیلت حاصل ہو کہ اونھون نے بہت سے صوفیانہ نکات بیان کیے ہین اور بیان کو معانی اور احوال پر فضیلت حاصل ہو خدا خود کہتا ہو،

ھذا بیان للناس،

یہ لوگون کے لیے بیان ہو،

علمی حیثیت کے علاوہ عملی اور اخلاقی حیثیت سے بھی وہ صوفیہ کے لئے نمونہ و مثال ہین، اون کے زہد کا یہ حال تھا کہ ایک بار بیت المال کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دینار و درہم تم میرے علاوہ کسی کو اپنا فریفتہ بناؤ، ایک بار اونھون نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا کہ "اگر اپنے آقا سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص مین پیوند لگاؤ، اپنا جوتہ ٹانکو، اپنے رشتۂ امید کو کوتاہ کرو، اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤ، ایک بار اونھون نے مزدوری کر کے کچھ کھجورین حاصل کین، اور اون کو رسول اللہ صلعم کے پاس لائے جن کو آپ نے وجہ معاش مین صرف کیا، جب وہ شہید ہوئے تو امام حسنؓ نے کوفہ کے ممبر پر چڑھ کر کہا کہ اے کوفہ والو! امیر المومنین تمھارے سامنے شہید ہوئے، لیکن خدا کی قسم اونھون نے دنیوی چیزون مین صرف چار سو درہم چھوڑے ہین جن کو اونھون نے ایک غلام کے خریدنے کے لیے علٰحدہ کر لیے تھے،

اون کے خوف خدا کا یہ حال تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو کانپ اوٹھتے تھے اور اون کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، اس حالت مین لوگ اونکا حال پوچھتے تھے تو فرماتے تھے کہ اوس امانت کے اداکرنے کا وقت آگیا جس کو خدا نے آسمان وزمین، اور پہاڑون کے سامنے پیش کیا، لیکن اونھون نے اوس کے اوٹھانے سے انکار کیا، اور اوس سے ڈر گئے مگر انسان نے اوس کو اوٹھا لیا، اب مین نہین جانتا کہ مین اس امانت کو اچھی طرح ادا کرسکون گا یا نہین؟ اس قسم کے واقعات کو نقل کر کے صاحب کتاب اللمع لکھتے ہین،

ولعلی رضی اللہ عنہ اشیاء من ذلک کثیر من الاحوال	حضرت علیؓ کے اِس قسم کے بہت سے احوال اخلاق
والاخلاق والافعال التی یتعلق بہا ارباب القلوب	اور افعال ہین جن کے ساتھ اہل دل، اہل اشارات
واهل الاشارات واهل المواجید من الصوفیۃ	اور اہل وجد صوفیہ تمسک کرتے ہین،

اصحاب صفہ، اکثر صحابہ مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار یعنی زراعت اور تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے، لیکن ان بزرگون نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلعم کی تربیت پذیری پر وقف کردی تھی، ان لوگون کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کرلیتے تھے تو اِس حلقہ سے نکل جاتے تھے،

یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت مین حاضر رہتے اور حدیثین سنتے رات کو ایک چبوترے پر پڑے رہتے، عربی زبان مین چبوترے کو صفہ کہتے ہین، اور اسی بنا پر ان بزرگون کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے، ان مین سے کسی کے پاس چادر اور تہ بند دونون چیزین کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہوسکین چادر کو گلے سے اِس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانون تک لٹک آتی، حضرت ابوہریرہؓ بھی انہی

بزرگون مین تھے ادنکا بیان ہے کہ مینے اہل صفہ مین ستر اشخاص کو دیکھا کہ اون کے کپڑے
اون کی رانون تک بھی نہین پہونچتے تھے، اسلیے جب نماز پڑھتے تھے اور رکوع مین جاتے
تھے تو کپڑون کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے کہ کشف عورت نہ ہوجائے، ایک بار مسجد نبوی
مین ان بزرگون کا حلقہ تلاوت قائم تھا لیکن اون مین ہر شخص دوسرے سے مل کر بیٹھا تھا
تاکہ ایک کی دوسرے کے ذریعہ سے پردہ پوشی ہو،

معاش کا طریقہ یہ تھا کہ اون مین ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیان چن لاتی اور
بیچ کر اپنے بھائیون کے لیے کچھ کھانا مہیا کرتی اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخین توڑ کر لاتے
اور مسجد کی چھت مین لٹکا دیتے، کھجورین جو ٹپک ٹپک کر گرتین یہ لوگ اوٹھا کر کھا لیتے، کبھی
دو دو دن کھانے کو نہین ملتا تھا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف لاتے
اور نماز پڑھاتے، یہ لوگ آکر شریک نماز ہوتے، لیکن بھوک اور ضعف سے عین نماز کی حالت مین
گر پڑتے، باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ دیوانے ہین، آنحضرت صلعم کے پاس
جب کہین سے صدقہ آتا تو مسلم اون کے پاس بھیجدیتے، اور جب دعوت کا کھانا آتا تو اونکو بلا لیتے
اور اون کے ساتھ بیٹھکر کھاتے، اکثر ایسا ہوتا کہ راتون کو آنحضرت صلعم اون کو مہاجرین اور
انصار پر تقسیم کردیتے، یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ
لے جائے اور کھانا کھلائے،

حضرت سعد بن عبادہؓ نہایت فیاض اور دولت مند تھے، وہ کبھی کبھی اسی اسی
مہانون کو اپنے ساتھ لیکر جاتے،

آنحضرت صلعم کو اُن کے ساتھ نہایت انس تھا، اون کے ساتھ مسجد مین بیٹھتے، اونکے ساتھ کھانا کھاتے، اور لوگون کو اون کی تعظیم و تکریم پر آمادہ کرتے، ایک بار اہل صفہ کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوی مین شکایت کی کہ کھجورون نے ہمارے پیٹ کو جلا دیا، رسول اللہ صلعم نے اون کی شکایت سنی تو اون کی دلدہی کے لیئے ایک تقریر کی جس مین فرمایا، یہ کیا ہی کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ہمارے پیٹون کو کھجورون نے جلا دیا، کیا تم کو یہ معلوم نہین کہ کھجور ہی اہل مدینہ کی غذا ہی، یہ لوگ اسی کے ذریعہ سے ہماری مدد کرتے ہین، اور ہم بھی انہی کے ذریعہ سے تمھاری مدد کرتے ہین، خدا کی قسم ایک ایک دو دو مہینہ سے رسول اللہ کے گھر مین دہوان نہین اوٹھا ہے، صرف پانی اور کھجور پر بسر اوقات ہے،

آپ ان لوگون کا اسقدر خیال رکھتے تھے کہ جب ایک دفعہ آپ سے حضرت فاطمہ زہرا نے درخواست کی کہ ہاتھون مین چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہین، مجھکو ایک کنیز عنایت ہو تو فرمایا کہ یہ نہین ہو سکتا کہ مین تم کو دون اور اہل صفہ بھوکون مرین، خود قرآن مجید مین خداوند تعالی نے ان کا ذکر نہایت غمخواری کے لہجے مین کیا ہی،

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الایہ	صدقہ و زکوۃ اون فقرا کیلیئے ہی جو خدا کی راہ مین روک رکھے گئے ہین، (اسلیئے کسب معاش نہین کرسکتے)
ولا تطرد الذین یدعون ربھم الایۃ	اون لوگون کو نہ دو دکار و جو صبح و شام خدا کو پکارتے ہین
واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم الایۃ،	تم بھی اون لوگون کے ساتھ صبر کرو جو اپنے خدا کو پکارتے رہتے ہین،

ایک بار ان مین ایک بزرگ حضرت ابن مکتومؓ کے ساتھ ایک خاص موقع پر رسول اللہ صلعم نے بہ مصالح بے اعتنائی فرمائی تو یہ عتاب آمیز آیت نازل ہوئی،

عبس و تولی ان جاءہ الاعمیٰ،	اوس نے منھ بنالیا، اور پیٹھ پھیر لی، جبکہ اوس کے پاس ایک اندھا آیا،

اس کے بعد جب آپ اون کو دیکھتے تو محبت اور عزت کے لہجے مین فرماتے،

یا من عاتبنی فیہ ربی عز وجل،	اے وہ شخص جس کے بارے مین مجھپر میرے خدا نے عتاب کیا،

ان بزرگون کا مشغلہ یہ تھا کہ راتون کو عموماً عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھتے رہتے ان کے لیے ایک معلم مقرر تھا، جس کے پاس رات کو جاکر پڑھتے، اسی بنا پر ان مین سے اکثر لوگ قاری کہلاتے، اور اشاعت اسلام کے لئے کہین بھیجنا ہوتا تو یہی لوگ بھیجے جاتے،

عام صحابہ، خلفائے راشدین اور اہل صفہ کے بعد عام صحابہ کا درجہ ہے، جن کے متعلق صاحب کتاب اللمع لکھتے ہین،

فاما غیر اہل الصفۃ فقد روی عن کل واحد منھم ما انفردوا بہ وخصوا بہ من الاحوال الرضیۃ والاعمال الزکیہ ومکارم الاخلاق ما تعلق بھ	اہل صفہ کے علاوہ جو صحابہ ہین، اون مین ہر ایک کے متعلق بہت سے پسندیدہ حالات، پاک اعمال، اور مکارم اخلاق مروی ہین، اور اون سے اہل حقیقت نے استنا دکیا ہے، لیکن ان کے ذکر مین طوالت ہے، اسلئے

لہ یہ حالات سیرۃ النبی اور کتاب اللمع سے لیے گئے ہین، سیرۃ النبی کے الفاظ مین بھی ہم نے بہت کم تغیر کیا ہے،

اهل الحقائق من المتصوفة، ويكثر	ہم صرف اوس کا مختصر سا حصہ بیان کر دیتے ہین،
ذکر ذلک ولکن نذکر طرفاً لیستدل	تاکہ جو کچھ بیان نہین کرتے، ان کے ذریعے اُن پر
بذلک علی ما لم نذکرہ ؛	استدلال کیا جائے،

چنانچہ صوفیہ نے اپنے ذوق کے مطابق ان کے جن اقوال و افعال سے استنادکیا ہی، اونمین بعض مرقق باتین حسب ذیل[1] ہین،

حضرت عمران بن حصینؓ عذاب الٰہی کے خوف سے فرماتے تھے کہ کاش مین خاک کا ذرہ ہوتا اور ہوا مجھکو اوڑا لے جاتی، لیکن مین پیدا نہ ہوا ہوتا،

جب یہ آیت نازل ہوئی

وان جہنم لموعدھم اجمعین،	جہنم اون سب کے اجتماع کی جگہ ہی،

تو حضرت سلمان فارسیؓ نے اس کو سنکر ایک چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھکر بھاگے اور متصل تین دن تک غائب رہے،

حضرت ابوالدرداءؓ کا بیان ہی کہ مین جاہلیت مین ایک تاجر تھا، اس کے بعد جب اسلام لایا تو تجارت اور عبادت دونون ساتھ ساتھ کرنا چاہا لیکن دونون چیزین جمع نہ ہو سکین اسلئے عبادت کو اختیار کر لیا،

حضرت ام الدرداءؓ سے پوچھا گیا کہ ابوالدرداءؓ کی بہترین عبادت کیا تھی؟ بولین تفکر اور اعتبار،

[1] لیکن ان کی صحت کی ذمہ داری ہم پر نہین ہی خود حضرات صوفیہ پر ہی،

حضرت ابو ذرؓ کا بیان ہی، کہ خدا کے تعلق نے میرا کوئی دوست باقی نہین رکھا، قیامت کے خوف نے میرے بدن پر گوشت نہین چھوڑا، اور ثواب آخرت کے یقین نے میرے گھر مین کوئی چیز نہین رہنے دی،

حبیب بن مسلمہ نے اون کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے، لیکن اونھون نے واپس کردئیے، اور کہا کہ ہمارے یہان بکریان ہین جن کو ہم دوہتے ہین، ایک سواری ہی جس پر سوار ہوتے ہین، اس کے علاوہ ہمکو کسی چیز کی ضرورت نہین،

ایک شخص نے حضرت ابو عبیدہؓ سے سوال کیا، لیکن اونھون نے اوس کو واپس کردیا، پھر دوبارہ آیا اور سوال کیا تو اوس کو کچھ دیا، اور فرمایا کہ خدا ہی نے تجھے دیا اور خدا ہی نے تجھے واپس کیا،

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ دو مکروہ چیزین یعنی موت اور فقر کسقدر محبوب ہین، ان مین سے جس چیز کے ساتھ ابتدا کی جائے مین اوسی پر راضی ہون،

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہی کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حوض پر وہ لاغر اندام لوگ وارد ہون گے کہ جب رات آتی ہی تو وہ رنج و غم کے ساتھ اوسکا استقبال کرتے ہین،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ ہم مجرد لوگ عہد نبوت مین صرف مسجد مین سوتے تھے ہمارے پاس کوئی مکان نہ تھا،

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے تھے کہ میرے لیے سب سے زیادہ خوشگوار دن وہ ہوتا ہی

جب مین اہل و عیال کے پاس جاتا ہون اور وہ اپنی تنگدستی کا گلہ کرتے ہین، اونکا قول ہے کہ ایک گھنٹے کی خواہش نفسانی انسان کو طویل رنج و غم مین مبتلا کر دیتی ہی،

حضرت ابو فروہ رضؓ ایک میل چلے لیکن اوس مین خدا کو یاد نہین کیا، پھر پلیٹ کر ایک میل تک خدا کو یاد کرتے ہوئے چلے اور اخیر مین پہونچکر کہا کہ خداوندا ابو فروہ کو نہ بھولنا کیونکہ وہ تجھکو نہین بھولتا،

حضرت عدی بن حاتمؓ چیونٹیون کو روٹی چورا کر کے کھلایا کرتے تھے، کیونکہ اون کو اونپر رحم آتا تھا،

حضرت زرارہ ابن اوفی رضؓ نے ایک مسجد مین امامت کی اور یہ آیت

فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر — جب صور پھونکا جائیگا تو یہ نہایت سخت دن ہوگا،

پڑھی تو زمین پر گر کر جان دیدی،

اس قسم کے بہت سے اقوال کتاب اللمع مین مذکور ہین، اور تصوف کی دوسری کتابون مین بھی مل سکتے ہین، لیکن محدثانہ حیثیت سے اون کی صحت کا دعویٰ نہین کیا جاسکتا اسلیے ہم اون کو قلم انداز کرتے ہین،

تصوف صحابہ کی حقیقت، تصوف کی مختلف تعریفین کی گئی ہین، لیکن تصوف کی جو حقیقت صحابہ کرام کی روحانیت اور اخلاق کا معیار قرار دیجاسکتی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

"شریعت نے جن چیزون کو واجب یا حرام قرار دیا ہی، اونھی کا نام عمل ہی، لیکن ان اعمال مین

یہ حیثیت ملحوظ ہے کہ وہ ایسے روحانی اوصاف کو پیدا کرین جو قیامت کے دن روح کے لیے
مفید یا مضر ہون اور وہ ان اوصاف کو بڑھائین، اون کی وضاحت کرین، اور اوسکا قالب
اور مجسمہ بنین، اب ان اعمال پر دو حیثیتون سے بحث کیجا سکتی ہے، ایک تو یہ کہ وہ تمام لوگون کیلیے
لازم اور ضروری کر دیئے جائین، جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ مواقع انتخاب کیئے جائین،
جہان ان اعمال سے یہ روحانی اوصاف پیدا ہو سکین اور ایسا واضح طریقہ اختیار کیا جائے کہ لوگون
سے علی رؤس الاشہاد اون پر مواخذہ کیا جا سکے تاکہ وہ حیلہ حوالہ نہ کر سکین اسکے لیئے یہ ضروری ہے
کہ اونکی بنیاد ضبط و اعتدال پر قائم کیجائے، دوسری حیثیت یہ ہے کہ ان اعمال سے لوگون کی
تہذیب نفس ہو، اور ان سے جن روحانی کیفیات کا پیدا کرنا مقصود ہے، وہ پیدا ہو سکین، اسکا
بہترین طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ روحانی اوصاف معلوم کرائے جائین پھر یہ بتایا جائے کہ یہ
اعمال انکو کیونکر پیدا کر سکتے ہین؟ لیکن اسکی بنیاد ایک تو ذوق سلیم پر ہے، اور دوسرے اس پر
کہ خود صاحب شریعت پر انکو محول کر دیا جائے، پس پہلی حیثیت سے جو علم ان اعمال سے بحث
کرتا ہے وہ علم شریعت ہے، اور دوسری حیثیت سے ان پر علم الاحسان (علم تصوف) مین بحث کیجاتی ہے
اس بنا پر جو لوگ علم الاحسان کے مباحث پر نگاہ ڈالنا چاہتے ہین اون کو دو چیزون کی ضرورت ہے،
ایک تو یہ کہ خود ان اعمال پر نگاہ رکھین کہ وہ اوصاف مطلوبہ تک پہونچاتے ہین یا نہین؟ کیونکہ
بسا اوقات یہ اعمال ریاکاری، شہرت طلبی اور الف و عادت کی بنا پر کیئے جاتے ہین،
اور اون مین اترانے، احسان کرنے، اور اذیت دینے کا جذبہ شامل ہوجاتا ہے، اور اس حالت مین
اونکا مقصد حاصل نہین ہوتا، اور بسا اوقات وہ اس طرح انجام پاتے ہین کہ نفس کو اون سے

ایسا تنبہ نہین حاصل ہوتا جو محسنین کے شایان شان ہو، اگرچہ بعض لوگ اون سے بھی تنبہ حاصل کر لیتے ہین) مثلاً جو شخص صرف فرض کو ادا کرتا ہو اور اوس کی کیفیت اور مقدار مین کچھ اضافہ نہین کرتا وہ زکی نہین کہا جا سکتا، دوسری ضرورت یہ ہو کہ وہ خود اون روحانی اوصاف پر نگاہ رکھین، اون کو جانین پہچانین، اور علی وجہ البصیرۃ اعمال کو بجا لائین، تاکہ وہ اپنے نفس کے طبیب ہون[1]،

اسی فن کا نام علم الاحسان ہو،

"اور اس مین جن اصولی اخلاق سے بحث کی جاتی ہو وہ چار ہین،

(۱) ایک طہارت جو انسان کو عالم ملکوت سے مشابہ کر دیتی ہے،

(۲) دوسرے عجز و نیاز جو عالم جبروت کی جھلکیان دکھاتے ہین،

(۳) تیسرے سماحت جس کا منشا یہ ہو کہ قوت ملکیہ محرکات بہیمیت مثلاً حصول لذت، انتقام غصہ، اور بخل اور جاہ وغیرہ کے تابع نہو، سماحت ہی سے متعدد اخلاق پیدا ہوتے ہین یعنی اگر شکم پری اور شہوت رانی کی خواہش کے ساتھ اوسکا لحاظ کیا جائے تو اوس کا نام عفت ہو اور اگر عیش طلبی کے ساتھ اوسکو ملایا جائے تو اوس کا نام زہد و تقشف ہے، اور اگر پریشانی اور گھبراہٹ کے ساتھ اوس کو مخلوط کیا جائے تو اوسکا نام صبر ہو، اگر جذبۂ انتقام کے ساتھ اوس سے کام لیا جائے تو اوسکا نام عفو و درگذر ہو، مال و دولت کی حرص کے ساتھ اوسکا لحاظ رکھا جائے تو اوسکا نام سخاوت اور قناعت ہو، اور منہیات شریعت کے ساتھ اوسکا نام

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ابواب الاحسان،

تقویٰ ہی، اور صوفیہ کی اصطلاح مین اسیکا نام انقطاع عن الدنیا، فنا عن الخائص البشریہ یا حریت ہی، غرض وہ لوگ اس خصلت کو مختلف نامون سے تعبیر کرتے ہین،

(۴) چوتھے عدالت اور وہ اوس ملکہ کا نام ہی جس سے ایک عادلانہ نظام قائم ہوتا ہی جس سے تدبیر منزل اور سیاست مدن وغیرہ کی نہایت آسانی کے ساتھ اصلاح ہوتی ہی، اس ملکہ کی مختلف حیثیتون سے مختلف اخلاق پیدا ہوتے ہین، اگر انسان کے معمولی حالات یعنی اوٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے مین اسکا لحاظ رکھا جائے تو اسکا نام ادب ہی، اگر مال و دولت کے جمع کرنے مین اسکو استعمال کرین تو اسکا نام کفایت شعاری ہی، اگر تدبیر منزل مین اسکا لحاظ رکھین تو اسکا نام حریت ہی، اگر تدبیر ممالک مین اسکو پیش نظر رکھین تو اسکا نام سیاست ہی، اگر بھائی بند، اور دوست احباب کی اجتماعی زندگی مین وہ ملحوظ رہے تو اوسکا نام حسن معاشرت ہی،

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ اخلاق کیونکر پیدا ہو سکتے ہین؟

تو شریعت نے طہارت کے لیئے وضو اور غسل، اور عجز و نیاز کے لیئے نماز و ذکر، اور تلاوت کو فرض کیا ہی، اور جب یہ تمام چیزین جمع ہو جاتی ہین تو اوسکو سکینہ اور وسیلہ کہتے ہین، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نسبت جو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہی کہ

انہ اقربهم الی اللہ وسیلة — وہ تمام صحابہ مین از روئے وسیلہ کے خدا سے نزدیک تر ہین

اوس کا بھی مطلب ہی، شارع علیہ السلام نے اسکو ایمان سے بھی تعبیر کیا ہی اور فرمایا ہی کہ،

الطہور شطر الایمان — پاکی نصف ایمان ہی۔

اور عجز و نیاز کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا ہی،

الاحسان ان تعبد اللّٰه کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک،

احسان یہ ہو کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر تم اوسکو نہین دیکھتے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے،

طہارت اور عجز و نیاز کے حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہو کہ سنن انبیار کا اتباع کیا جائے اُنکی روح اور اونکی روشنی کا لحاظ رکھا جائے، اور اونکے اذکار و ہیأت کے تحفظ کے ساتھ اون کی کثرت کی جائے، مثلاً طہارت کی روح باطنی نور ہی، انس ہی، انشراح ہی، بیہودہ تخیلات، گھبراہٹ، پریشانی اور اضطراب کا دور ہوجانا ہی، اور نماز کی روح حضور قلب، جبروت کا نظارہ، خدا کی محبت آمیز تعظیم، اور اطمینان و سکون ہی، اور تلاوت کی روح یہ ہو کہ انسان خدا کی طرف شوق و تعظیم کے ساتھ متوجہ ہو، اور اوس کے مواعظ، احکام، امثال اور قصص پر غور کرے، اور دعا کی روح یہ ہو کہ تمام قوتون کا مرجع خدا کی ذات کو سمجھے، اور اوس کے ہاتھ مین کٹھ پتلی بنجائے، اور مناجات کی لذت حاصل کرے،

سماحت کے حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ یہ ہو کہ لذت انتقام اور بخل وغیرہ کے مواقع سے زیادہ تر الگ رہے، خدا کا ذکر کرے اور عالم تجرد کی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھے، زید بن حارثہ رضی کے اس قول مین

استوی عندی حجرھا و مدرھا

میرے نزدیک زمین کا کنکر پتھر سب یکسان ہو،

اسی عالم تجرد کی طرف اشارہ ہو،

اور عدالت، لطف و کرم، محبت و مودت اور رقیق القلبی سے حاصل ہوتی ہو، بشرطیکہ امور

کلیہ کا لحاظ رکھا جائے اور انجام پر نظر رہے، لیکن سماحت اور عدالت مین بعض حیثیتون سے تناقض وتضاد ہی کیونکہ حصول سماحت کا ذریعہ یہ ہو کہ عالم تجرد کی طرف انسان کا میلان ہو، اور اوس کے لیے قطع تعلق اور تخلیہ کی ضرورت ہی لیکن عدالت لطف و کرم اور محبت و مودت سے حاصل ہوتی ہی، (جس کے لیے اجتماع و معاشرت ضروری ہین) اسلیئے اکثر لوگون کے لیئے یہ دونون چیزین باہم متضاد ہین، بالخصوص اہل تجاذب کے لیئے تو بالکل ایک دوسرے کی نقیض ہین، یہی وجہ ہو کہ بہت سے اہل اللہ اہل و عیال کو چھوڑ کر دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہین، اور عام طور پر جب لوگ بال بچون سے ملتے ہین تو اون کو خدا بھول جاتا ہی،[1] لیکن انبیاء علیہم السلام نے دونون کا لحاظ رکھا ہے، اسلیئے ان دونون کے قواعد و اصول کو نہایت احتیاط کے ساتھ منضبط کر دیا ہے، بہت سے افعال اور بہت سی کیفیات ایسی بھی ہین جو ان اخلاق یا ان اخلاق کے برعکس اثر کرتی ہین، یعنی وہ فرشتون یا شیطانون کا مزاج پیدا کرتی ہین، یہی وجہ ہو کہ حدیث شریف مین آیا ہو کہ "شیطان بائین ہاتھ سے کھاتا پیتا ہو" "تم لوگ فرشتون کی طرح صف کیون نہین سیدھی کرتے" ان مواقع پر رسول اللہ صلعم نے ایسی دعائین سکھائی ہین جو ہمیشہ عجز و نیاز کو پیدا کرتی رہتی ہین، صبر اور فیاضی کا حکم دیا ہی، اور موت کے یاد کرنے کی ترغیب دلائی ہی، اور دنیا کو حقیر بتایا ہی، اور خدا کی عظمت اور قدرت کے متعلق غور و فکر کی ہدایت کی ہی، اور ان سب کا مقصد یہ ہو کہ سماحت حاصل ہو، عیادت، صلہ رحمی

[1] اس موقع پر حضرت حنظلہ کی حدیث کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو آگے آئیگی،

احسان، اقامت حدود و امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور سلام کرنے کا حکم اسلئے دیا ہے تاکہ عدالت کا ملکہ پیدا ہو،

مقامات و احوال، منازل سلوک کے طے کرنے کے بعد انسان کے اندر متعدد روحانی اوصاف پیدا ہوجاتے ہین، جن کو تصوف کی اصطلاح مین مقامات اور احوال کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین، اور یہی اوصاف تصوف اور فلسفہ اخلاق مین مابہ الامتیاز ہین،

صحابہ کرام کے زمانے تک اگرچہ یہ اصطلاح نہین پیدا ہوئی تھی، تاہم جن چیزون کو مقامات و احوال کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ سب کی سب اون کی روحانی دنیا مین موجود تھین، چنانچہ شاہ صاحب نے ان پر تفصیلی بحث کی ہے، اور ہر مقام اور حال کی مثال صحابہ کرام کے اوصاف روحانی سے دی ہے، شاہ صاحب کا یہ بیان اگرچہ اہل حدیث اور اہل تصوف دونون کے لیئے نہایت دلاویز ہے تاہم بخوف طوالت ہم اوسکا نہایت اجمالی خلاصہ درج کرتے ہین، وہ فرماتے ہین،

علم تصوف کے چند نتائج یعنی مقامات اور احوال اس علم کے حاصل ہونیکے بعد پیدا ہوتے ہین اور جو حدیثین اس بارے مین وارد ہوئی ہین، اون کی شرح دو مقدمات پر موقوف ہے، ایک عقل، قلب اور نفس کے اثبات اور اونکی حقیقت کے بیان پر، اور دوسرے اس بیان پر کہ یہ مقامات اور احوال ان تینون چیزون سے کیونکر پیدا ہوتے ہین؛ تو تم کو جاننا چاہیے کہ انسان کے اندر تین لطائف ہین، جو عقل، قلب اور نفس کے نام سے موسوم ہین، اور وہ نقل، عقل، تجربہ، اور عقلا کے اتفاق سے ثابت ہین، عقل کے اوصاف اور اوس کے افعال مین یقین، شک

وہم، ہر نو پیدا چیز کے اسباب و علل کی تلاش طلب منفعت اور دفع مضرت کی تدبیر وغیرہ داخل ہین،

غصہ، دلیری، محبت، بزدلی، رضامندی، ناراضی، وفا، جاہ پرستی، فیاضی، بخل اور امید و بیم وغیرہ قلب کا وصف اور قلب کا کام ہی، نفس کے اوصاف و اعمال مین سب سے زیادہ نمایان چیز اطعمہ و اشربہ لذیذہ کی حرص اور عورتون کی محبت اور اونکا عشق ہی،

اب مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہی کہ

جب کوئی شخص خدا کی کتاب اور پیغمبر کی ہدایات پر ایسا مکمل ایمان لاتا ہی جو اوس کے تمام قوائے قلبیہ اور نفسیہ کی رگ و پے مین سرایت کر جاتا ہی پھر اس کے بعد، ذکر و فکر مین مشغول رہتا ہی اور اعضا و جوارح کے ساتھ حق عبودیت ادا کرتا ہی، اور مستمرا اُن اعمال کو بجا لاتا رہتا ہے تو ان تینون لطیفون کے اندر عبودیت کی روح حلول کر جاتی ہی، گویا خشک پودے کو خوب سینچ دیا جاتا ہی، اسلئے اوسکی تمام شاخون اور پتیون مین رطوبت موجزن ہو جاتی ہی، پھر اوس سے پھول اور پھل نکلنے لگتے ہین، اسی طرح یہ تینون لطیفے عبودیت مین شرابور ہو جاتے ہین اور اون کے رذیل ترین طبعی اوصاف صفات ملکوتیت سے بدل جاتے ہین، اب اگر ان صفات کو ملکات راسخہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہو اور اون کے افعال مین مستمرا ہمواری اور یکرنگی پائی جاتی ہو، تو انھی کا نام مقامات ہی، اور اگر وہ بجلی کی طرح کوند کر پھر نظرون سے غائب ہو جاتے ہین، اور اون مین ثبات و قرار نہین پیدا ہوتا (مثلاً خواب، یا غیب کی آواز، یا مدہوشی وغیرہ) تو اون کو احوال اور اوقات کہتے ہین، اور چونکہ فطرت انسانی کے غلبہ کی حالت مین عقل کا مقتضی یہ ہی کہ

جس چیز کے مناسبات جمع ہوجائین وہ اوسکی تصدیق کرے اسلیے عقل کی تہذیب کا اقتضا یہ ہو
کہ شرعی امور پر اس طرح یقین کرے کہ گویا وہ اوسکو علانیہ نظر آتے ہین مثلاً جب رسول اللہ صلعم
نے حضرت زید بن حارثہ رض سے دریافت کیا کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہو تمھارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟
تو اونھون نے کہا کہ گویا مجھکو عرش الٰہی علانیہ نظر آتا ہو، اب کہنے کی بات یہ ہو کہ جو مقامات اور
احوال عقل سے تعلق رکھتے ہین، اون مین اصلی چیز یقین ہو، اور یقین ہی سے مختلف مقامات
مثلاً توحید، اخلاص، توکل، شکر، انس، ہیبت، تفرید، صدیقیت اور محدثیت وغیرہ پیدا ہوتے ہین
حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کا قول ہو کہ یقین کل ایمان ہو، بہر حال یقین کامل کے بعد بہت سی
شاخین پیدا ہوجاتی ہین جن مین ایک شکر ہو، اور انسان جب تک اپنی گذشتہ زندگی مین قدرت
کے عجائبات سے متنبہ نہ ہوتا رہے شکر کی تکمیل نہین ہوتی، چنانچہ حضرت عمر رض جب اپنے آخری
حج سے واپس آنے لگے، تو فرمایا کہ خدا کا شکر ہو، خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہین، جسکو جو چاہتا ہو
دیتا ہو مین اس وادی (ضجنان) مین خطاب کا اونٹ چرایا کرتا تھا، جو نہایت سخت تھے،
جب مین کام کرتا تھا تو مجھ پر بگڑتے تھے، اور جب مین کام مین کوتاہی کرتا تھا تو مجھے مارتے تھے لیکن
آج یہ حالت ہو کہ خدا کے سوا مجھے کسیکا ڈر نہین،

یقین کی دوسری شاخ ہیبت الٰہی ہو، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے درخت پر ایک چڑیا کو
دیکھکر کہا کہ، تجھکو اے چڑیا یہ حالت مبارک، کاش مین تیری طرح ہوتا کہ درخت پر بیٹھکر پھل کھاتی ہو
اور اوڑ جاتی ہو، تجھے خدا کو اسکا کچھ حساب دینا نہین پڑتا،

یقین کی تیسری شاخ صدیقیت اور محدثیت ہو، اور ان دونون کی حقیقت یہ ہو کہ متاین

بعض لوگ ایسے ہوتے ہین جو فطرۃً انبیا سے مشابہت رکھتے ہین، اب اگر یہ مشابہت قوائے عقلیہ مین ہو تو اُس شخص کو صدیق اور محدث کہتے ہین، اور اگر قوائے عملیہ مین ہو تو وہ شہید یا حواری کہا جاتا ہے قرآن پاک کی اس آیت مین والذین آمنوا باللہ و رسلہ اولئکم الصدیقون والشہداء

انھی دونون مقامات کی طرف اشارہ ہی، لیکن صدیق اور محدث مین یہ فرق ہی کہ صدیق کی روح پیغمبر کا اثر نہایت سرعت سے قبول کرتی ہی، جس طرح گندہک آگ سے بہت جلد متاثر ہوجاتی ہے اسلئے جب وہ پیغمبر کی زبان سے کوئی بات سنتا ہی، تو وہ اوس کو اپنی روحانی شہادت سے فوراً تسلیم کر لیتا ہی، گویا اوسکا علم تقلیدی نہین ہوتا بلکہ خود اوس کے اندر سے اوبل کھاتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت جو یہ مروی ہی کہ جب آنحضرت پر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے، اوس سے اسی امر کی طرف اشارہ ہے صدیق کے چند اور خصائص ہین، ایک تو وہ پیغمبر کی محبت اور ہمدردی مین اپنی جان و مال تک کو قربان کر دیتا ہی کسی بات مین اوسکی مخالفت نہین کرتا، پیغمبر کی صحبت مین اکثر رہتا ہی، اور خواب کی تعبیر بہت صحیح بیان کرتا ہی، یہی وجہ ہی کہ رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر صدیق سے خوابون کی تعبیر پوچھا کرتے تھے، صدیق کی سب سے بڑی علامت یہ ہی کہ وہ سب سے پہلے ایمان لاتا ہی اور بغیر معجزہ کے لاتا ہی[1]، اور محدث کا خاصہ یہ ہی کہ بہت سے واقعات مین قرآن اوسکی رائے کے مطابق نازل ہوتا ہی[2]، اور صدیق خلافت کا سب سے بڑا مستحق ہوتا ہی، اور اوس کے بعد محدث کو یہ استحقاق حاصل ہوتا ہی، یہی وجہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے

[1] یہ تمام خصائص و علائم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات مین جمع تھے، [2] یہ حضرت عمرؓ کی خصوصیت ہی،

بعد ابوبکر اور عمر کی اتباع کرو،

عقل کے احوال مین ایک حال تجلی ہو جس کی تین قسمین ہین، ایک تجلی ذات جسکا نام مکاشفہ ہو، دوسری تجلی صفاتِ ذات جو نور کا مقام ہو، تیسری تجلی حکم ذات اور وہ آخرت اور تمام اُخروی چیزون کا انکشاف ہو،

مکاشفہ کی حالت مین انسان پر یقین کا اسقدر غلبہ ہوجاتا ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے اور اوس کے علاوہ ہر چیز کو بھول جاتا ہو، جیسا کہ خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ احسان یہ ہو کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھ رہے ہو،

تجلی صفاتِ ذات کی دو حیثیتین ہین، ایک یہ کہ انسان مخلوقات مین خدا کے افعال کو نگاہ مین رکھے، اور اوس کے اوصاف کو پیشِ نظر کرے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوس پر خدا کی قدرت کا یقین غالب ہوجائیگا، اور وہ عالم اسباب سے نکلکر بیخوف ہوجائیگا، اور اسباب سے اعانت نہ حاصل کریگا، اور اوس کو یہ یقین آجائیگا کہ خدا اوس سے واقف ہو، اسلئے وہ اوس کی بارگاہ مین مرعوب و مدہوش ہوجائیگا، جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ اگر تم اوسکو نہین دیکھتے تو وہ تم کو دیکھتا ہو، یہ درجہ نور کا مقام اسلئے ہو کہ نفس اس حالت مین مختلف انوار سے روشنی حاصل کرتا ہو، اور نور کے ایک عالم سے نکلکر نور کے دوسرے عالم مین اور ایک مراقبہ سے دوسرے مراقبہ مین جاتا ہو، بخلاف تجلی ذات کے کہ وہان تعدد اور تغیر نہین ہوتا،

دوسری حیثیت یہ ہو کہ انسان کو صفتِ ذات یعنی خدا کے وہ افعال جو بواسطہ امر کن کے صادر ہوتے ہین بلا توسط اسبابِ خارجیہ کے نظر آئین، اور اس حالت مین نور کا مظہر

وہ مثالی صورتین ہین جو عارف کو اوس وقت نظر آتی ہین جب وہ اس دنیا سے گم ہوجاتا ہی،

تجلی حکم ذات یعنی تجلی آخرت کے معنی یہ ہین کہ انسان چشم بصیرت سے عذاب آخرت ہی کو دنیا و آخرت مین دیکھے، اور اس کو اس طرح محسوس کرے جس طرح بھوکا بھوک کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے،

تو پہلی تجلی (تجلی ذات یعنی مکاشفہ) کی مثال یہ ہی کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف کر رہے تھے اوسی حالت مین کسی شخص نے اون کو سلام کیا، جسکا اونھون نے جواب نہین دیا، اوس نے اون کے بعض رفقا سے اسکی شکایت کی تو اونھون نے فرمایا کہ ہم اوس جگہ خدا کا نظارہ کر رہے تھے،

تجلی صفات ذات کی دو حیثیتون مین سے پہلی حیثیت کی مثال حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے اکابر صحابہ کا یہ قول ہی کہ مجھکو طبیب ہی نے بیمار بنایا، اور دوسری حیثیت کی مثال یہ ہی کہ ایک انصاری نے ایک روحانی سائبان مین چراغ کے مثل روشنیان دیکھین، اس کی ایک مثال احادیث مین یہ بھی مروی ہی کہ دو صحابی رسول اللہ صلعم کے پاس سے اندھیری رات مین نکلے، تو اونکو اپنے سامنے دو چراغ نظر آئے، یہان تک کہ جب یہ دونون بزرگ علیحدہ ہوئے تو ان مین ایک ایک چراغ ہر ایک کے ساتھ ہوگیا اور ایک مثال حدیث مین یہ بھی مروی ہی کہ نجاشی کی قبر کے پاس نور نظر آتا تھا،

تجلی حکم ذات یعنی تجلی آخرت، کی مثال یہ ہی کہ ایک بار حضرت ابوبکرؓ حضرت حنظلہؓ سے ملے

۱؎ یہ حدیث صحیح بخاری مین ہی،

اور پوچھا کہ حنظلہ کیسے ہو؟ اونھون نے کہا کہ حنظلہ منافق ہوگیا، بولے کہ سبحان اللہ کیا کہتے ہو؟
بولے کہ ہم رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ہوتے ہین اور آپ ہم کو جنت اور دوزخ کی یاد
دلاتے ہین، تو وہ ہم کو گویا آنکھون سے نظر آجاتی ہین، لیکن جب آپ سے الگ ہوکر
اہل وعیال سے ملتے ہین اور کھیتی باڑی کا کام کرتے ہین، تو اکثر اون کو بھول جاتے ہین
حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، اس خلش کے مٹانے کے لیے دونون بزرگ
آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہمیشہ تمھاری یہی
حالت رہتی تو فرشتے تم سے آکر مصافحہ کرتے، حنظلہ کبھی اس مین رہو (یعنی ذکر مین) اور
کبھی اوس مین (یعنی اہل وعیال مین) اس آخری قول سے گویا آپ نے اشارۃً یہ بتایا
کہ احوال مین استمرار اور مداومت نہین پائی جاتی،

اسکی ایک مثال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خواب مین جنت اور دوزخ کا دیکھنا بھی ہے،

احوال عقلی کی ایک شاخ فراست صادقہ ہے، حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ جب
بعض باتین کہتے تھے اور مین خیال کرتا تھا کہ یون نہین بلکہ یون ہوگی، لیکن اوسکا وقوع
حضرت عمرؓ کے خیال کے مطابق ہوتا تھا،

احوال عقلی مین ایک چیز محاسبہ بھی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ مین فرمایا،

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا — حساب لینے سے پہلے اپنے نفس کا حساب کرلو

احوال عقلی مین ایک چیز حیا ہے، اور وہ اوس حیا سے مختلف ہے جو مقامات نفس مین سے ہے،
اور وہ صرف خدا کی عظمت وجلال اور اپنے عجز و درماندگی کے اعتراف سے پیدا ہوتی ہے،

حضرت عثمانؓ نے جو یہ فرمایا ہو کہ مین اندھیری کوٹھری مین بھی نہاتا ہون تو خدا کی شرم سے
سمٹ و تاب کھاتا ہون، اوس سے یہی حیا مراد ہو، مقامات قلب مین پہلا مقام جمع ہوا اور اوسکو
صوفیہ ارادہ سے تعبیر کرتے ہین، اس مقام کی حقیقت یہ ہو کہ انسان کا اصلی مقصود آخرت ہو،
اور دنیا کو ایک حقیر چیز سمجھے، حدیث شریف مین آیا ہو کہ جس شخص کا مقصد صرف آخرت
ہو، خدا اوس کے مقصد کی حفاظت کرتا ہو، اور جس شخص کے بہت سے مقاصد ہون تو خدا کو
اسکی پروا نہین ہوتی، کہ وہ کس میدان مین مرتا ہے، جب یہ مقصد سمٹ جاتا ہے، اور
انسان ظاہراً و باطناً عبودیت پر قایم رہتا ہو تو خدا اور خدا کے رسول کی محبت پیدا ہوتی ہے،
اور اس محبت سے ایمان کو صرف اسیقدر ترقی نہین ہوتی کہ خدا مالک الملک ہو، اور
پیغمبر سچا ہو، اور خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہو، بلکہ ایک ایسی حالت پیدا ہوجاتی ہو، جو پیاسے
کی پانی دیکھکر ہوتی ہو، حدیث شریف مین آیا ہو کہ خداوندا اپنی محبت کو میرے لیئے سرد پانی
سے بھی زیادہ محبوب بنا، آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تک مین تمھارے لیئے تمھاری جان سے
بھی محبوب تر نہ ہون تم مومن نہین ہوسکتے، اونھون نے کہا خدا کی قسم آپ مجھے میری
اوس روح سے بھی زیادہ محبوب ہین، جو میرے پہلو کے درمیان ہو، آپ نے فرمایا کہ اب تمھارا
ایمان مکمل ہوگیا،

حضرت ابوبکر صدیق کا قول ہو کہ جس شخص نے خدا کی خالص محبت کا مزا چکھ لیا اوسکا
منھ دنیا سے پھر جائیگا، اور اوسکو تمام دنیا سے وحشت ہوجائیگی،

جب خدا کے ساتھ مومن کی محبت اسدرجہ مکمل ہوجاتی ہو تو خدا بھی اوسکو اپنا محبوب

بنا لیتا ہی، اور اس محبت کے مختلف نتائج پیدا ہوتے ہین جن مین ایک استجابت سوال اور استجابت دعا ہی، چنانچہ آثار صحابہ مین استجابت دعا کی متعدد مثالین ملتی ہین، مثلاً جب حضرت سعدؓ نے ابوسعدہ کو یہ بددعا دی کہ خداوندا اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو تو اوسکی عمر دراز کر (یعنی ارذل عمر تک پہونچا) اوس کی احتیاج کو بڑہا، اور اوسکی عزت و آبرو کو خطرے مین ڈال دے، تو اونھون نے جو کچھ کہا وہی ہوا، یا جب حضرت سعیدؓ نے اروی بنت اوس کو بددعا دی کہ اگر وہ جھوٹی ہے تو خداوندا اوسکو اندھا کردے، اور اسی زمین پر (جسکا اوس نے دعوی کیا ہی) اوس کو مار ڈال تو اون کی یہ دعا حرف بحرف مقبول ہوئی،

مقامات قلب مین دو مقام ایسے ہین جو ان نفوس کے ساتھ مخصوص ہین جنکو پیغمبرون کے ساتھ مشابہت ہوتی ہی، گویا یہ دونون مقام بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہین، البتہ فرق یہ ہی کہ صدیقیت اور محدثیت کا تعلق نفس کی قوت عقلیہ کے ساتھ ہوتا ہی، اور یہ قلب کی قوت عملیہ سے پیدا ہوتے ہین،

یہ شہید اور حواری کے مقامات ہین، اور ان دونون مین فرق یہ ہی کہ شہید کفار پر غصہ، اور سختی کرتا ہی، اور مواطن ملکوت مین سے کسی موقع پر جس مین خدا سرکشون سے انتقام لینا چاہتا ہی دین کی مدد کرتا ہی، اور حواری وہ ہی جو پیغمبر سے مخلصانہ محبت رکھتا ہی، مدتون اوس کی صحبت مین رہتا ہی، اور اوس کو پیغمبر سے تعلقات قرابت ہوتے ہین، رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو بشارت دی ہی کہ وہ حواری اور شہید ہین، پھر حواری کی مختلف قسمین ہین، ان مین بعض کو امین بعض کو رفیق، کہتے ہین، اور نجبا، نقبا، اور رجبا، مرد اتقیا بھی انھی لوگون مین سے پیدا ہوتے ہین،

رسول اللہ صلعم نے فضائل صحابہ مین اکثر ان اوصاف کو نمایان کیا ہی، آپ نے فرمایا ہے کہ تمام پیغمبرون کے سات نجباء ہوتے تھے، اور میرے چودہ ہین، لوگون نے حضرت علیؓ سے پوچھا وہ کون کون لوگ ہین؟ فرمایا مین، میرے دونون بیٹے حسن و حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبد اللہ بن مسعود، ابوذر، مقداد،

مقامات قلب مین ایک مقام سکر کا ہی یعنی اس مقام مین نور ایمان عقل سے چھن کر دل مین آتا ہی، اور انسان تمام دنیوی مصلحتون کو چھوڑ کر ایسی باتون کو چاہنے لگتا ہی جن کو لوگ عادۃً نہین چاہتے، کیونکہ اوس کی حالت مخمور کی سی ہوجاتی ہی جس کی عقل و عادت مین تغیر پیدا ہوجاتا ہی، حضرت ابوذرؓ نے اسی مقام مین فرمایا ہی کہ خدا کے شوق مین موت سے محبت رکھتا ہون، اور مرض کو چاہتا ہون کہ وہ میرے گناہون کا کفارہ ہوجائے، اور خدا کے سامنے خاکسار بننے کے لیئے فقر کو دوست رکھتا ہون، حضرت ابوذرؓ مال و دولت سے جو نظری نفرت رکھتے تھے وہ اسی مقام کا نتیجہ تھی،

احوال قلب مین ایک حال کا نام غلبہ ہی، جسکی دو قسمین ہین، ایک غلبہ اوس وقت پیدا ہوتا ہی، جب مومن کا دل نور ایمان سے اسقدر لبریز ہوجاتا ہی کہ وہ چھلک اوٹھتا ہی، اور قلب اوسکو سنبھال نہین سکتا، تو اس حالت مین وہ بعض باتون کے اظہار پر مجبور ہوجاتا ہی، چاہے وہ شریعت کے موافق ہون یا نہون کیونکہ شریعت بہت سے مقاصد پر مشتمل ہوتی ہی، اور اس مومن کا قلب ان مقاصد کا احاطہ نہین کرسکتا، مثلاً کبھی وہ رحم کرنا چاہتا ہی، اور شریعت اس موقع پر رحم کی اجازت نہین دیتی، خدا خود کہتا ہی،

لاتاخذکم بھما رافۃ فی اللہ، تم کو دینی معاملات مین اون دونون پر رحم نہین کرنا چاہیے،

بعض اوقات اوس کے دل مین بغض پیدا ہوتا ہی، اور شریعت اس موقع پر لطف و کرم چاہتی ہی،
جسکی مثال اہل ذمہ ہین، صحابہ کرام کے حال مین غلبہ کے اس قسم کی متعدد مثالین ملتی ہین
مثلاً جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذؓ کے حکم سے قلعہ سے نکلے، اور اونھون نے حضرت لبابہ
بن منذرؓ سے مشورہ کیا، تو اونھون نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ ذبح کیے
جاؤگے، پھر اس افشائے راز پر اون کو ندامت ہوئی اور سیدھے مسجد مین جاکر اونھون نے
اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھدیا، اور کہا کہ جب تک خدا میری توبہ قبول نہ کریگا مین
یہان سے نہ ٹلون گا، یا مثلاً مقام حدیبیہ مین جب رسول اللہ صلعم نے مشرکین سے دب کر
صلح کی تو حضرت عمرؓ حمیت اسلام سے ازخود رفتہ ہوگئے، اور نہایت تیزی سے حضرت ابو بکرؓ
کے پاس آئے اور عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلعم خدا کے پیغمبر نہین ہین؟ اونھون نے
کہا "ہین" بولے کیا ہم مسلمان نہین ہین؟ اونھون نے کہا "ہین" بولے کیا یہ لوگ مشرک
نہین ہین؟ اونھون نے کہا "ہین" بولے تو پھر ہم کیون مذہبی معاملات مین دب کر صلح کرتے ہین؟
حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ عمر رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرو کیونکہ مین گواہی دیتا ہون کہ
آپ خدا کے پیغمبر ہین، اون کو اس پر بھی تسکین نہین ہوئی تو خود رسول اللہ صلعم کے پاس
آکر اسی قسم کے سوالات کیے، اور آپ نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا، اور
فرمایا کہ مین خدا کا بندہ اور رسول ہون، اوس کے حکم کی مخالفت نہین کرسکتا، خدا مجھے
ضائع نہ کریگا، حضرت عمرؓ نے بعد کو اس صلح کے مصالح کو سمجھا تو اونکا بیان ہو کہ اس والہانہ

بے ادبی کے کفارے مین ہمیشہ روزہ رکھتا رہا، صدقہ دیتا رہا، غلام آزاد کرتا رہا، نماز پڑھتا رہا، یا مثلاً جب ابوطیبہ جراح نے آپ کو پچھنا لگایا تو آپ کا خون پی گئے، خون حرام ہے، لیکن چونکہ اونھون نے اوس کو حالت غلبہ مین پیا تھا، اسلئے رسول اللہ صلعم نے اون کو معذور رکھا،

شریعت مین غلبہ کی ایک قسم اور بھی ہے جو اس سے زیادہ مکمل ہے یعنی جن نفوس کو پیغمبرون کے نفوس سے مشابہت ہوتی ہے جب وہ فیضان آلٰہی کے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہین، تو اگر وہ فیضان اون کی قوت عقلیہ کو پہونچتا ہے، تو اوس کو فراست اور الہام کہتے ہین، اور اگر قوت عملیہ اوس فیضان کو قبول کرتی ہے، تو وہ عزم یا توجہ یا نفرت یا رکاوٹ کی صورت اختیار کرلیتا ہے، مثلاً جب غزوہ بدر مین رسول اللہ صلعم نے یہ دعا فرمائی کہ خداوندا مین تجھ سے تیرے عہد کے ایفا کی درخواست کرتا ہون، خداوندا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری پرستش نہ ہو؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور کہا کہ بس! اب رسول اللہ صلعم یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے،

سیھزم الجمع ویولون الدبر — کفار کی جمعیت ٹوٹ جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر لینگے،

اس سے معلوم ہوا کہ فیضان آلٰہی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق کے قلب مین ایک میلان پیدا ہوا جس سے اونھون نے رسول اللہ صلعم کے اس الحاح وزاری کو پسند نہین کیا اور آپ کو روک دیا، آپ نے اپنی فراست سے معلوم کرلیا کہ یہ ایک سچی خواہش ہے، اسلئے خدا کی مدد کا اظہار کرتے ہوئے اور اس آیت کو پڑھتے ہوئے نکلے،

اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے عبد اللہ بن ابی کا جنازہ پڑھنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے آپ کو روک دیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے جنازہ پڑھنے کا اختیار دیا گیا اور مینے اوسے اختیار کر لیا، لیکن اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا — اون مین کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو،

حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجھکو خود تعجب ہے، کہ مینے ایسی دلیری کی حالانکہ رسول اللہ صلعم مجھ سے زیادہ عالم تھے،

غلبات کے اقسام مین ایک غلبہ خوف بھی ہے، اس حالت مین انسان پر گریہ طاری ہوجاتا ہے، اور اوس کا جسم کانپنے لگتا ہے، حضرت ابوبکرؓ پر یہ غلبہ اکثر طاری ہوجاتا تھا اور وہ اپنے آنسوؤن کو ضبط نہین کر سکتے تھے، حضرت جبیر بن مطعمؓ کا بیان ہے کہ مینے رسول اللہ صلعم سے یہ آیت ام خلقوا من غیر شئی ام هم الخالقون سنی تو میرا دل اڑنے لگا،

احوال قلب مین سے ایک حال یہ ہے کہ انسان صرف خدا کی اطاعت کو اختیار کر لیتا ہے، اور اُس کو بقیہ چیزون سے نفرت ہوجاتی ہے، اسلیئے جو چیزین اس اطاعت مین خلل انداز ہوتی ہین، اون کو بھی وہ الگ کر دیتا ہے، حضرت ابوطلحہ انصاری اپنے ایک باغ مین نماز پڑھ رہے تھے، دفعۃً ایک خوش رنگ چڑیا آکر گنجان شاخون مین اولجھ گئی اور پھڑکنے لگی وہ اس دلچسپ منظر کے دیکھنے مین اسقدر محو ہوئے کہ اون کو یہ نہ معلوم ہوا کہ کتنی رکعتین پڑھین، اسلیئے اس باغ کو صدقہ کر دیا،

اِس تمام تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ اگر تصوف اخلاق، روحانیت، اور مقامات اور احوال کا نام ہے تو صحابہ کرام کا دل اِس کا اصلی ماخذ، اِسکا اصلی منبع، اور اس کا اصلی سرچشمہ تھا، لیکن اگر صرف جبہ، خرقہ، رقص و سرود، اور حال وقال اس کے اجزا ہین، تو ہندوستان اور دوسرے ممالک اسلامیہ کی خانقاہین، اِس کا بہترین مرکز ہین، صحابہ کرام کی جھونپڑون مین اِس کا پتہ نہین مل سکتا،



علم الانساب

علم الانساب اوس علم کا نام ہے جس کے ذریعہ سے خاندان اور قبائل کے نسبی تعلقات معلوم ہوتے ہین، عہد صحابہ کے بعد جب فتوحات کی غیر معمولی وسعت نے عرب وعجم مین اختلاط پیدا کر دیا تو اوس وقت اگرچہ اس فن کی اہمیت زائل ہو گئی، تاہم چونکہ عرب کو اپنے حسب ونسب پر ہمیشہ فخر وغرور رہا، اسلیئے زمانہ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونون مین یہ فن نہایت ضروری اور اہم خیال کیا جاتا تھا، خود قرآن مجید مین بھی اس فن کی اہمیت اور ضرورت کو بہ تصریح بیان کیا گیا ہے،

وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا، — ہم نے خاندانون اور کنبون مین تمہاری تقسیم اسلیئے کی ہے کہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ،

چونکہ اشعار عرب مین مدح وذم کے موقعون پر اکثر حسب ونسب سے تعرض کیا جاتا تھا، اسلیئے حضرت عمرؓ نے حفظ اشعار کو جن اسباب کی بنا پر ضروری قرار دیا اون مین ایک یہ بھی تھا کہ اون کے ذریعہ سے لوگون کو علم الانساب کی تعلیم ہوتی ہے، چنانچہ ایک فرمان مین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا :

مر من قبلک یتعلم الشعر فانہ یدل علی معالی الاخلاق وصواب الرای و معرفۃ الانساب؛ | لوگون کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو، کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتین اور صحیح راے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہین،

بہرحال جاہلیت اور اسلام دونون مین یہ علم نہایت اہم خیال کیا جاتا تھا، اور تمام صحابہ مین حضرت ابوبکرؓ اس علم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے[1]، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو کفار کی ہجو کہنے کا حکم دیا، تو اونکو انساب کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا،

ائت ابا بکر فانہ اعلم بالانساب القوم منک | ابوبکر کے پاس جاؤ کیونکہ وہ انساب کے تم سے زیادہ عالم ہین،

چنانچہ اون کی ہدایت کے بموجب اونھون نے کفار کے حسب و نسب پر طعن و تشنیع شروع کی تو خود کفار بے اختیار بول اوٹھے

ان ھذا الشعر ما غاب عنہ ابن ابی قحافۃ[2] | ابن ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکرؓ ان اشعار سے بے تعلق نہین ہین،

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا درجہ تھا، اور اس علم کو اونھون نے اپنے باپ خطاب سے سیکھا تھا، چنانچہ جاحظ نے لکھا ہے، کہ جب وہ انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو اپنے باپ خطاب کا حوالہ دیتے تھے[3]، حضرت عمرؓ کے بعد حضرت جبیر بن مطعمؓ اس فن کے ماہر خیال کیے

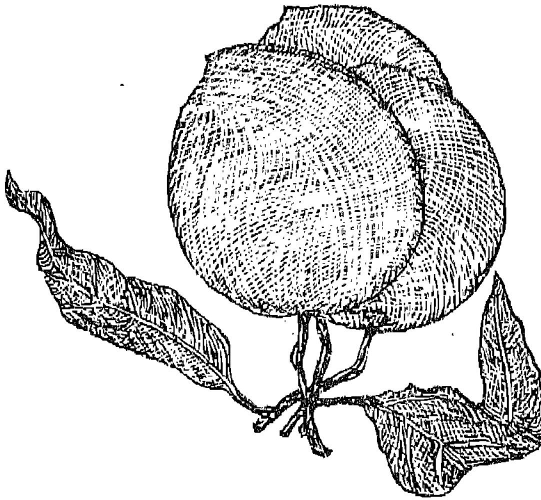
[1] کتاب البیان والتبیین مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ [2] استیعاب تذکرہ حسان بن ثابتؓ [3] کتاب البیان والتبیین جلد ۱ صفحہ ۱۱۱

جاتے تھے، اور اونھون نے اس فن کو حضرت ابو بکرؓ سے حاصل کیا تھا، حضرت سعید ابن المسیبؓ نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے اس کی تعلیم حاصل کی اور اون سے محمد بن سعید بن المسیب نے اس علم کو سیکھا، اس طرح اسلام مین اس علم کا سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق کی ذات سے قائم ہوا،

حضرت عائشہؓ بھی علم الانساب کی بہت بڑی ماہر تھین، چنانچہ حضرت عروہؓ کا قول ہے

ما رائت احدا من الناس اعلم ... بحدیث العرب والنسب من عائشہؓ	مینے کسی کو ایام عرب اور علم نسب کا ماہر حضرت عائشہؓ سے زیادہ نہین دیکھا،

لیکن یہ بھی حضرت ابو بکرؓ ہی کا فیض تربیت تھا،



۱؎ کتاب البیان والتبیین جلد ا صفحہ ۱۱۱ و ۱۲۳، ۲؎ تذکرہ ذہبی ترجمہ عائشہؓ،

علم تاریخ

اسلام سے پہلے اگرچہ عرب مین اور علوم وفنون موجود نہ تھے؛ تاہم علم الانساب، ایام العرب، اور شعر وشاعری نے فن تاریخ کا کافی ذخیرہ فراہم کردیا تھا، جو اگرچہ اب تک کسی کتاب کی صورت مین مدون نہین ہوا تھا، تاہم عام زبانی روایتون نے اوس کے ایک ایک حرف کو محفوظ رکھا تھا، اسلام کے بعد اگرچہ صحابہ کرام مختلف جہات مین مشغول ہوگئے، لیکن انھون نے عرب کے اِس علمی سرمایہ کو ضایع نہین کیا، بلکہ اوسکو محفوظ رکھا، چنانچہ نماز فجر کے بعد جب رسول اللہ صلعم حسب معمول طلوع آفتاب تک مصلی پر نشست فرماتے تھے، تو صحابہ کرام اشعار پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے

اس مقدس صحبت کے علاوہ عموماً اون کی مجلسون مین ان واقعات کا تذکرہ ہوتا تھا، اور اشعار پڑھے جاتے تھے،[1]

عام صحابہ کے علاوہ جیسا کہ ابھی گذر چکا ہی، جو صحابہ خاص طور پر علم الانساب، اور ایام العرب کے ماہر خیال کئے جاتے تھے، اون مین حضرت ابوبکرؓ سب سے مقدم تھے،

---

[1] ادب المفرد باب الکبر

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا درجہ تھا، اون کے بعد حضرت جبیر بن مطعمؓ تھے جنھون نے
اِس فن کو حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا تھا حضرت ابوبکرؓ کے فیض تربیت سے سب سے زیادہ فائدہ
اوٹھانے کا موقع حضرت عائشہؓ کو ملا تھا، اسلیئے اون کو بھی ان فنون مین بہت بڑی دستگاہ
حاصل تھی، چنانچہ مسند ابن حنبل مین ہشام بن عروہ سے روایت ہی کہ

کان عروۃ یقول لعائشۃ یا امتاہ لا اعجب	حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے کہتے تھے کہ اے ام
من فہمک اقول زوجۃ رسول اللہ صلی اللہ	مجھے تمھاری سمجھ پر تعجب نہین آتا، کیونکہ آپ رسول اللہ
علیہ وسلم وبنت ابی بکر ولا اعجب من	صلعم کی بی بی اور ابوبکرؓ کی بیٹی ہین، اور آپ کو ایام العرب
علمک بالشعر وایام الناس اقول ابنۃ	اور شاعری کا جو علم حاصل ہی مجھے اوس پر بھی تعجب
ابی بکر وکان اعلم الناس ومن	نہین ہوتا، کیونکہ آپ ابوبکرؓ کی بیٹی ہین جو لوگون مین
اعلم الناس ولکن اعجب من علمک با	بہت بڑے عالم تھے، لیکن مین آپ کے علم طب پر متعجب
لطب، کیف ہو ومن این ہو[1]	ہون کہ یہ آپ کو کیونکر آیا؟ اور کہان سے آیا؟

خود احادیث مین اوتھون نے اس کثرت سے تاریخی واقعات کی روایت کی ہی کہ اگر اونکو
ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو حالات قبل الاسلام، اور واقعات بعد الاسلام کے متعلق ایک
متوسط درجہ کا تاریخی رسالہ مرتب ہوسکتا ہی، لیکن خلفائے راشدین کے زمانے تک یہ تمام
تاریخی معلومات صرف سینون مین محفوظ تھین، سفینون مین نہین آئی تھین، لیکن
حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت مین یہ کمی بھی پوری ہوگئی،

[1] مسند جلد ۶ صفحہ ۶۷،

حضرت امیر معاویہؓ کو فن تاریخ سے نہایت شغف تھا، اسلئے معمولاً روزانہ رات کا تہائی حصہ تاریخی واقعات کے سننے مین بسر کرتے تھے، اس کے بعد سوجاتے تھے، پھر اوٹھتے تھے تو یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوتا تھا، چنانچہ مسعودی مروج الذہب مین لکھا ہی،

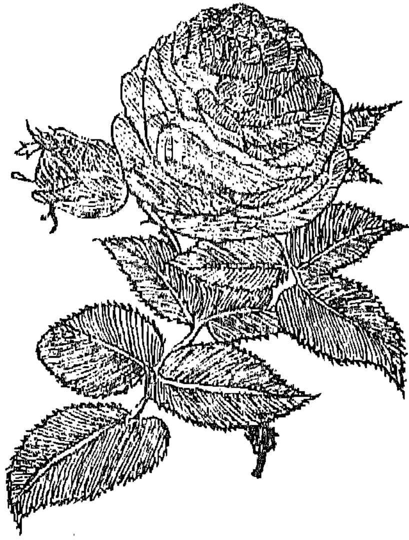
ویستمر الی ثلث اللیل فی اخبار العرب وایامها والعجم وملوکها وسیاستها لرعیتها وسائر ملوک الامم وحروبها ومکائدها وسیاستها لرعیتها وغیر ذلک من اخبار الامم السالفة .. ثم یدخل فینام ثلث اللیل ثم یقوم فیقعد فیحضر الدفاتر فیها سیر الملوک واخبارها والحروب والمکائد فیقرأ ذلک علیه غلمان مرتبون[۱]

وہ ایام عرب، اخبار عرب، اخبار عجم وسلاطین عجم اون کے طریقۂ حکمرانی اور تمام قومون کے بادشاہون اون کی لڑائیون، اون کی داؤگھات، اونکے طرز جہانبانی اور دوسری گذشتہ قومون کے حالات تہائی شب تک برابر سنتے تھے، پھر اندر جاکر تہائی شب تک سوتے تھے، پھر اوٹھکر بیٹھتے تھے، توکتابین لائی جاتی تھین جن مین بادشاہون کے حالات وواقعات اور لڑائیون کے تذکرے درج ہوتے تھے، اور اون کو وہ لڑکے پڑھکر سناتے تھے جو اس کام پر مامور تھے،

اس تاریخی سلسلے مین حضرت امیر معاویہ کو قبیلہ حمیر کے حالات کی خاص طور پر جستجو و تلاش تھی، چنانچہ اون کو حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ عبید بن شریہ کو بلائیے کہ وہ حمیر کے واقعات اور حالات کا سب سے زیادہ ماہر ہے، چنانچہ اونھون نے

[۱] مروج الذہب برحاشیہ نفح الطیب جلد دوم صفحہ ۴۲۵،

اوسکو طلب کیا تو اوس نے ان معلومات کو ایک کتاب کی صورت مین قلبند کر دیا[1]، اور غالباً یہ پہلی تاریخی کتاب تھی جو اسلام مین لکھی گئی، اور اس لحاظ سے اسلام مین فن تاریخ کی ابتدا صحابہ کرام کے عہد مبارک مین ہوئی،



[1] اصابہ تذکرہ عبید بن شریہ،

شعروشاعری[1]

صحابہ کرام اگرچہ اکثر ملکی مہمات، مذہبی خدمات، اور علمی مشاغل مین مصروف رہتے تھے تاہم اون مین شعروسخن کا مذاق عام طور پر پایا جاتا تھا، اسلئے جب ان مشاغل سے فرصت ہوتی تھی تو خود اشعار پڑھتے تھے، دوسرون سے اشعار پڑھوا کر سنتے تھے، اور اون سے لطف اندوز ہوتے تھے، چنانچہ جب رسول اللہ صلعم حسب معمول بعد نماز فجر طلوع آفتاب تک مصلی پر نشست فرماتے تھے تو اس حالت مین صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے، اشعار پڑھتے تھے، ہنستے تھے، اور آپ ان تذکرون کو سنکر مسکراتے تھے،[2]

اس مقدس صحبت کے علاوہ اون کی مجالس مین عام طور پر شعروشاعری کا چرچا رہتا تھا، اور یہ اون کی زندہ دلی کی ایک بڑی علامت تھی، چنانچہ ادب المفرد مین ہے،

لم یکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متحزقین ولا متماوتین، وکانوا ینشدون الشعر فی مجالسہم ویذکرون امر جاہلیتہم[3]	صحابۂ رسول اللہ مردہ دل اور خشک مزاج نہ تھے وہ اپنی مجلسون مین اشعار پڑھتے تھے، اور زمانہ جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے،

[1] شاعری صحابہ کرام کے مفاخر مین داخل نہین ہے اسلئے ہمنے اس عنوان کو کسیقدر اختصار کے ساتھ لکھا ہے "حسن الصحابہ فی شرح اشعار الصحابہ" کے نام سے حال مین ایک کتاب شائع ہوئی ہے جن لوگون کو صحابہ کرام کے اشعار کا زیادہ شوق ہو وہ اسکو ملاحظہ فرما سکتے ہین،

[2] نسائی کتاب السہو باب قعود الامام فی مصلاہ بعد التسلیم

[3] ادب المفرد باب [illegible]

خلفا مین حضرت عمرؓ اگرچہ ہمیشہ بڑی بڑی مہمات ملکی مین مصروف رہتے تھے، تاہم جب موقع ملتا تھا تو نہایت شوق سے شعرا کے اشعار سنتے تھے، اور اون سے لطف اوٹھاتے تھے، ایک بار سفر حج کو نکلے تو قافلہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی تھے، لوگون نے حضرت خواتؓ سے کہا کہ "ضرار بن خطاب کے اشعار سناؤ" لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "ان کو اپنے ہی اشعار سنانے دو"، چنانچہ وہ صبح تک متصل اپنے اشعار پڑھتے رہے، صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "اب بس کرو"[1] ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے رات بھر اشعار پڑھوایا کیے، جب صبح ہونے لگی تو کہا کہ اب قرآن پڑھو[2]

یہ ذوق صرف سننے سنانے اشعار پر موقوف نہ تھا، بلکہ اون کو بذات خود ہر قسم کے اشعار اس کثرت سے یاد تھے کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اوس پر کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھ دیتے تھے[3]، اس کے ساتھ بہت بڑے ناقد فن تھے اور تمام شعرا کے کلام کے متعلق اس قدر صحیح رائین رکھتے تھے کہ تمام اہل ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ اون کے زمانے مین اون سے بڑھکر کوئی شعر کا پرکھنے والا نہ تھا، چنانچہ علامہ ابن رشیق القیروانی کتاب العمدہ مین لکھتے ہین،

وکان من انقد زمانہ للشعر وانفذھم فیہ معرفۃ[4]، — یعنی حضرت عمرؓ اپنے زمانے مین سب سے بڑھکر شعر کے نقاد اور رازشناس تھے،

جاحظ نے کتاب البیان والتبیین مین لکھا ہے،

[1] اصابہ تذکرہ حضرت خوات بن جبیرؓ، [2] کتاب البیان والتبیین جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، [3،4] کتاب العمدہ ذکر اشعار الخلفا جلد ۱ صفحہ ۱۲،

کان عمر بن الخطاب اعلم الناس بالشعر[1]، یعنے حضرت عمر بن الخطاب اپنے زمانے مین سب سے بڑھکر شعر کے شناسا تھے،

خود اون کے زمانے کے مشہور شعراء نے اون کی اس خصوصیت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ اونھون نے حطیہ کو جو مشہور ہجوگو تھا، ہجوگوئی کے جرم مین قید کر دیا تھا، لیکن جب اوسکو رہا کیا تو فرمایا کہ اب ہجو مقذع نہ کہنا، اوس نے کہا اے امیرالمومنین ہجو مقذع کیا چیز ہے؟ بولے یہ کہ تم کسی کو کسی پر ترجیح دو، یا ایک شخص کی مدح اور اوس کے مقابل مین دوسرے کی ہجو کرو، اوس نے یہ سنکر کہا اے امیرالمومنین آپ تو مجھ سے بھی زیادہ اسالیب شعر کے ماہر ہین[2]، حضرت عمرؓ کو اگرچہ تمام مشہور شعراء کے کلام پر عبور تھا، لیکن تین شاعرون کو اونھون نے سب مین انتخاب کر لیا تھا، امراء القیس، زہیر، نابغہ، ان سب مین وہ زہیر کا کلام سب سے زیادہ پسند کرتے تھے اور اوس کو اشعرالشعراء کہا کرتے تھے، اہل عرب اور علمائے ادب کے نزدیک اب تک یہ مسئلہ طے نہین ہوا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون تھا؟ لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افضلیت انھی تینون مین محدود ہے حضرت عمرؓ کے نزدیک زہیر کو سب پر ترجیح تھی، اور جریر بھی اسی کا قائل تھا، ایک دفعہ ایک غزوہ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اون کے ساتھ تھے، اونھون نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ اشعرالشعراء کے اشعار پڑھو، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا زہیر، اونھون نے ترجیح کی وجہ پوچھی تو اوس کے جواب مین یہ

[1] کتاب البیان والتبیین مطبوعہ مصر صفحہ ۹۰، [2] کتاب العمدہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۸،

الفاظ فرمائے،

کان لا یعاضل بین الکلام ولا یتبع حوشیہ ولا یمدح الرجل الا بما فیہ[1]،

وہ نامانوس الفاظ کی تلاش مین نہین رہتا، اوسکے کلام مین پیچیدگی نہین ہوتی، اور جب کسی کی مدح کرتا ہی تو اونھی اوصاف کا ذکر کرتا ہی جو واقعی اوس مین ہوستے ہین،

اور ناقدین فن نے بھی زہیر کی جو خصوصیتین بتائی ہین وہ یہی ہین،

زہیر کے بعد وہ نابغہ کے معترف تھے اور اوس کے اکثر اشعار اون کو یاد تھے، امام شعبی کا بیان ہی کہ ایک دفعہ لوگون سے مخاطب ہوکر کہا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہی؟ لوگون نے کہا آپ سے زیادہ کون جانتا ہی، فرمایا یہ شعر کس کا ہے؟

اتیتک عاریا خلقا ثیابی — علی خوف تظن بی الظنون

لوگون نے کہا نابغہ کا، پھر پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟

حلفت فلم اترک لنفسک ریبۃً — ولیس وراء اللہ للمرء مذھب

لوگون نے کہا نابغہ کا، فرمایا یہ شخص اشعر العرب ہی[2]

بااینہمہ وہ امرؤ القیس کی اوستادی اور ایجاد مضامین کے منکر نہ تھے، ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے شعرا کی نسبت اون کی رائے پوچھی، تو امرؤ القیس کی نسبت یہ الفاظ فرمائے،

[1] کتاب العمدہ باب المشاہیر من الشعراء جلد ۱ صفحہ ۶۲، [2] آغانی تذکرہ نابغہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ جن اشعار کے متعلق حضرت عمرؓ نے سوال کیا ہی آغانی مین اون کی تعداد زیادہ ہے،

سابقهم خسف لهم عين الشعر فافتقر — وہ سب سے آگے ہے اسی نے شعر کے چشمے سے پانی نکالا

عن معان عور اصح بصرا[1] — اسی نے اندھے مضامین کو بینا کیا،

حضرت عمرؓ کے ذوق سخن کا یہ حال تھا کہ اچھا شعر سنتے تھے تو بار بار مزے لے لیکر پڑھتے تھے ایک دفعہ زہیر کے اشعار سن رہے تھے، یہ شعر آیا،

وان الحق مقطعہ ثلاث — یمین او نفار او جلاء

تو حسن تقسیم پر بہت محظوظ ہوئے اور دیر تک بار بار اس شعر کو پڑھا کئے، ایک اور دفعہ عبدۃ ابن الطیب کا لامیہ قصیدہ سن رہے تھے، اس شعر کو سنکر،

والمرء ساع لامر لیس یدرکہ — والعیش شح واشفاق وتامیل

پھڑک اٹھے اور دوسرا مصرع بار بار پڑھتے رہے، اسی طرح ابو قیس بن الاصلت کا قصیدہ سنا تو بعض اشعار کو دیر تک دہرایا کئے،[2]

حضرت ابوبکر صدیق اگرچہ زہد مجسم تھے تاہم شعر و سخن کے بڑے ادا شناس تھے اور خود شعر کہتے تھے، چنانچہ ایک غزوہ میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے جس کے چند شعر یہ ہیں،

امن طیف سلمی بالبطاح الدمائث — ارقت او امر فی العشیرۃ حادث

تم وادی میں سلمی کے خیال سے — جاگتے رہے، یا کوئی واقعہ قبیلہ میں پیش آیا

تری من لوی فرقۃ لا تصدھا — عن الکفر تذکیر ولا بعث باعث

تم قبیلہ لوی کے ایک گروہ کو دیکھتے ہو — کہ اسکو کفر سے نہ وعظ و پند روک سکتی، نہ نبوت و بعثت

---

[1] کتاب العمدہ جلد ا صفحہ ۵۹ باب المشاہیر من الشعراء، [2] کتاب البیان والتبیین مطبوعہ مصر صفحہ ۹۸،

رسول اتاهم صادق فکذبوا ۔ علیہ وقالوا لست فینا بماکث

اون کے پاس ایک سچا پیغمبر آیا جس کو ۔ ان لوگون نے جھٹلایا، اور کہا کہ تم ہم مین ٹھہرنے والے نہین ہو

اذا ما دعوناھم الی الحق ادبروا ۔ وھرواھربیدالمجرات اللواھث

جب ہم نے اون کو دعوتِ حق دی ۔ تو ان لوگون نے پشت پھیر لی اور کتے کی طرح ہانپنے لگے

حضرت عثمانؓ کے اخلاقی اشعار کا نمونہ یہ ہے،

غنی النفس یغنی النفس حتی یکفھا ۔ وان عضھا حتی یضربھا الفقر

نفس کی بے نیازی نفس کو بے نیاز کر دیتی ہے ۔ گو اوس کو احتیاج کاٹ ہی کیون نہ کھائے

وما عسرۃ فاصبرلہا ان لقیتھا ۔ بکائنۃ الا سیتبعھا یسر

اگر تنگ دستی پر صبر کروگے ۔ تو فراخ دستی لازمی طور پر حاصل ہوگی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غزوۂ صفین کے متعلق نہایت پرجوش اشعار کہے ہین

چنانچہ اس غزوہ مین قبیلہ ہمدان کی اعانت کا ذکر ان اشعار مین کیا ہے،

ولما رایت الخیل ترجم بالقنی ۔ نواحرھا حمر النحور دوامی

اور جب مینے اون گھوڑون کو دیکھا ۔ جن کے سینے سرخ اور خون آلود تھے

واعرض نقع فی السماء کانہ ۔ عجاجۃ دجن ملبس بقتام

اور آسمان کی فضاء ۔ نہایت تاریک اور سیاہ گرد وغبار سے بھرگئی

ونادی ابن ھند فی الکلاع وحمیر ۔ وکندۃ فی لخم وحی جذام

اور ابن ہند نے قبیلہ کلاع، حمیر ۔ کندہ، لخم اور جذام کو پکارا

یممت همدان الذین هم هم	اذا ناب دهر جنتی وسهامی
تو میں نے همدان کی طرف رخ کیا	جو حوادثات میں میرے سپر اور میرے تیر ہیں
فجاوبنی من خیل همدان عصبة	فوارس من همدان غیر لئام
تو همدان کے ایک گروہ نے	میری صدا پر لبیک کہا، جو نہایت شریف سوار تھے
فخاضوا لظاها واستطاروا شرارها	وکانوا لدی الهیجا کشرب مدام
وہ لوگ لڑائی کے شعلوں میں گھس گئے	اور اوسکی چنگاریونکو بکھیر دیا اور جنگ میں شراب پینیکی طرح مزہ لے آئے
فلو کنت بوابا علی باب جنة	لقلت لهمدان ادخلوا بسلام
تو اگر میں جنت کا دربان ہوتا	تو همدان سے کہتا کہ اطمینان کیساتھ بہشت میں داخل ہو جاؤ

خلفاء کے علاوہ اور جتنے صحابہ تھے سب کے سب شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے، چنانچہ زمانہ حال کے ایک مصنف نے جمہرۃ العرب کے حوالے سے لکھا ہے،

ولم یبق من الصحابة من لم یقل الشعر او یتمثل به[1]	کوئی صحابی ایسا نہ تھا جس نے کوئی نہ کوئی شعر نہ کہا ہو یا نہ پڑھا ہو،

اور کتاب العمدہ میں خود خاندان رسالت کے متعلق تصریح کی ہے،

ولیس من بنی عبد المطلب رجالاً ونساء من لم یقل الشعر حاشی النبی صلی الله علیه وسلم[2]	بنو عبد المطلب کے مردوں اور عورتوں میں رسول اللہ صلعم کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس نے شعر نہ کہا ہو،

اور اس کے بعد حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت

---

[1] جمہرۃ العرب صفحہ ۱۶، بحوالہ آداب اللغۃ العربیہ لجرجی زیدان، [2] کتاب مذکور جلد ا صفحہ ۱۵،

جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت ابوسفیانؓ، حضرت فاطمہؓ وغیرہ کے متعدد اشعار نقل کئے ہین،
لیکن تمام صحابہ مین شاعرانہ حیثیت سے چار بزرگ یعنی حضرت حسان بن ثابتؓ
حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ خصوصیت
کے ساتھ ممتاز ہین، ان چارون بزرگون مین حضرت حسانؓ[1] بن ثابتؓ مخضرمی شاعر ہین
یعنی اونھون نے جاہلیت اور اسلام دونون مین شعر کہے ہین، اور دونون زمانون مین
داد سخن وہی ہی، زمانہ جاہلیت مین وہ بہترین شاعر تسلیم کئے جاتے تھے، اور ملوک غسان
سے جو اون کے ممدوح تھے گران قیمت صلے پاتے تھے، ان سلاطین کی مدح مین اونھون نے
جو قصائد لکھے ہین، اون مین عرب کے مشہور شاعر حطیہ نے اس شعر کو بہترین مدحیہ شعر
تسلیم کیا ہے،

یغشون حتی ما تھر کلابھم	لا یسئلون عن السواد المقبل

عبدالملک ابن مروان کا قول ہی،

ان امدح بیت قالتہ العرب	اہل عرب نے جو بہترین مدحیہ اشعار کہے ہین اونمین
بیت حسان ھذا	حسانؓ کا یہ شعر سب سے بہتر ہے،

ابوعبیدہ کا قول ہی کہ شہری باشندون مین اہل عرب کے نزدیک سب سے بڑے شاعر
یثرب کے لوگ تھے، اس کے بعد قبیلہ عبدالقیس، پھر قبیلہ ثقیف کے لوگ بڑے شاعر تسلیم کئے
جاتے تھے، لیکن ان سب مین حضرت حسان بن ثابتؓ سب سے بڑے شاعر تھے، زمانہ اسلام مین

[1] حضرت حسانؓ کے یہ حالات استیعاب اور طبقات الشعراء لابن قتیبہ سے ماخوذ ہین،

وہ خاص رسول اللہ صلعم کے شاعر تھے، اور یہ اونکا سب سے بڑا امتیازی وصف خیال کیاجاتا تھا، ابوعبیدہ کا قول ہو کہ حسان کو تمام شعرا پر جو ترجیح حاصل ہو اوس کے تین سبب ہین، ایک یہ کہ وہ زمانہ جاہلیت مین انصار کے شاعر تھے، پھر رسول اللہ صلعم کے شاعر ہوئے، اسکے بعد زمانہ اسلام مین تمام یمن کے شاعر تسلیم کیے گئے، لیکن ان مین اون کا اصلی شرف یہ ہو کہ اون کو خود رسول اللہ صلعم نے اپنا شاعر منتخب فرمایا، چنانچہ مشرکین قریش مین عبداللہ بن الزبعری، ابوسفیان بن حارث، عمرو بن العاص، اور ضرار ابن خطاب نے آپ کی ہجو گوئی شروع کی، تو آپ نے فرمایا

مایمنع القوم الذین نصروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسلاحھم ان ینصروہ بالسنتھم	جس قوم نے رسول اللہ صلعم کی مدد ہتھیار سے کی وہ اپنی زبان سے کیون آپ کی مدد نہین کرتی؟

یہ سنکر حضرت حسان ابن ثابتؓ نے کہا اس کام کے لیے مین تیار ہون، اسکے بعد آپ کی طرف سے کفار کی شاعرانہ مدافعت اونکا عام مشغلہ ہوگیا، اور بارگاہ نبوی مین اون کی اس خدمت کو اس قدر حسن قبول حاصل ہوا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا،

اھجھم وروح القدس معک	کفار کی ہجو کہو روح القدس تمھارے ساتھ ہی،

ایک بار یہ دعا دی،

اللھم ایدہ بروح القدس	خداوندا روح القدس کے ذریعہ سے اونکی تائید کر،

ایک دفعہ اون کی ہجوون کی ان الفاظ مین داد دی،

ان قولہ فیھم اشد من وقع النبل	کفار کے دلون مین اون کے اشعار تیر سے زیادہ اثر کرتے ہین

آپ نے مسجد نبوی مین اون کے لئے ایک منبر بھی بنوا دیا تھا جس پر بیٹھکر وہ ان ہجویہ اشعار کو سناتے تھے،

حضرت کعب بن مالکؓ بھی مخضرمی شاعر ہین، یعنی وہ زمانہ جاہلیت مین بھی مشہور شاعر تھے، اور اسلام مین بھی رسول اللہ صلعم کے مخصوص شاعر ہونے کی حیثیت سے صاحب امتیاز ہوئے، چنانچہ استیعاب مین ہی،

وانتدب لهجو المشركين ثلاثة من الانصار	مشرکین کی ہجو گوئی کی خدمت انصار کے تین شخصون نے
حسان بن ثابت وكعب بن مالك و	قبول کی، یعنی حسان بن ثابتؓ، کعب ابن مالکؓ
عبد الله بن رواحه،	اور عبد اللہ بن رواحہؓ نے،

لیکن ان تینون بزرگون کی ہجوگوئی کا موضوع مختلف تھا، حضرت حسان بن ثابتؓ مشرکین کے نسب پر حملہ کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اون پر کفر کا الزام لگاتے تھے، اور حضرت کعب ابن مالکؓ اون کو لڑائی کی دھمکیان دے دے کر ڈراتے رہتے تھے، چنانچہ ایک روایت مین ہی کہ قبیلہ دوس نے اون کے ان اشعار سے خوف زدہ ہوکر اسلام قبول کیا،

قضينا من تهامة كل وتر	وخيبر ثم اغمدنا السيوفا
ہم نے تہامہ اور خیبر سے	انتقام لے کر تلوار میان مین کرلی
نخيرها ولو نطقت لقالت	قواطعهن دوسا او ثقيفا
اب ہمنے اپنی تلوارون کو قبائل کے انتخاب کا حق دیدیا ہے	اگر وہ بولتین تو دوس اور ثقیف کا نام لیتین

سلہ استیعاب و آغانی تذکرہ حضرت کعب بن مالکؓ،

خود جناب رسول اللہ صلعم اون کے اشعار کو نہایت شوق سے سنتے تھے اور داد دیتے تھے ایک بار آپ اون کے مکان پر تشریف لے گئے، تو اونھون نے گھر سے نکل کر اشعار سنائے، آپ نے اون کو سنکر فرمایا "اور" اونھون نے پھر اشعار پڑھے آپ نے دوبارہ فرمایا "اور" اسی طرح اون سے تین بار فرمایش کر کے اشعار سنے، اور اخیر مین فرمایا،

لھذا اشد علیھم من وقع النبل، کفار پر انکی زد تیر سے بھی زیادہ سخت ہے،

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نہایت بدیہہ گو شاعر تھے، چنانچہ ایک موقع پر جناب رسول اللہ صلعم نے مناسب حال اشعار کہنے کی فرمائش کی تو اونھون نے اوسی وقت اوٹھکر برجستہ یہ اشعار سنائے،

انی تفرست فیک الخیر اعرفہ	واللہ یعلم ان ما خاننی البصر
مینے آپ کی ذات مین نیکی کو دیکھا	اور خدا کی قسم میری آنکھون نے اسمین کا نہین کھایا
انت النبی ومن یحرم شفاعتہ	یوم الحساب لقد ازری بہ القدر
آپ پیغمبر ہین اور جو شخص	قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم ہیگا وہ بد قسمت ہے،

بخاری مین بھی اون کے متعدد رجز اور متعدد نعتیہ اشعار موجود ہین، لیکن اونکی شاعری کا اصلی موضوع کفار کی ہجو گوئی تھا، اور اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ غزوہ احزاب سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آج سے کفار تم سے لڑائی نہ کرین گے بلکہ تمھاری ہجو کہینگے، تو مسلمانون کی عزت کو تم مین کون محفوظ رکھے گا؟ حضرت عبد اللہ

[1] استیعاب تذکرہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ و تذکرہ حضرت حسان بن ثابتؓ و اغانی تذکرہ حضرت کعب ابن مالکؓ،

ابن رواحہؓ یہ سنکر اوٹھے، اور فرمایا کہ "مین" اس کے بعد سے اونکا یہ مخصوص مشغلہ ہو گیا، چنانچہ وہ ہمیشہ کفار کی ہجو کہتے تھے، اور اون پر صرف کفر کا الزام لگاتے تھے، لیکن اون کے رفقار یعنی حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ اون کے نسب پر حملہ کرتے تھے اور جنگ کی دھمکی دیتے تھے، جب تک کفر اور زمانہ جاہلیت کا نشہ سر مین تھا کفار پر انہی دونون بزرگون کی ہجو ین اثر کرتی تھین، لیکن جب یہ نشہ اوتر گیا تو حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ کے اشعار کفار پر ان سے زیادہ اثر کرنے لگے،

حضرت کعب ابن زہیرؓ بھی مخضرمی شاعر ہین اور اونکا شمار عرب کے بہترین شعرا مین ہے، عرب مین اسلام کا چرچا پھیلا تو وہ اور اون کے بھائی بجیر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے، چنانچہ ایک مقام پر پہونچکر حضرت کعبؓ ٹھہر گئے، اور بجیر نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، حضرت کعبؓ کو اون کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو یہ اشعار کہے،

الا ابلغا عنی بجیرا رسالۃ	علی ای شیء ویب غیرک دلکا
میری طرف سے بجیر کو پیغام پہونچا دو	کہ کس چیز کی طرف تمھارے غیر نے تمھاری رہنمائی کی
علی خلق لم تلف اما و لا ابا	علیہ و لم تدرک علیہ اخا لکا
اوس خلق کی طرف جس پر نہ تمھاری مان تھی	نہ تمھارا باپ اور نہ تمھارا بھائی
سقاک ابو بکر بکاس رویۃ	فانھلک المامون منھا و علکا
ابو بکرؓ نے تم کو چھلکتے ہوئے پیالے	بار بار پلائے

لیکن اس کے بعد خود مسلمان ہوگئے اور ایک قصیدہ کہکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اس وقت آپ مسجد نبوی مین تشریف فرما تھے اور ارد گرد صحابہ کی صفین تھین، حضرت کعبؓ صفون کو چیرتے ہوئے آپ کے پاس پہونچے اور اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد پڑھنا شروع کیا، جب ان اشعار تک پہونچے،

ان الرسول لسیف یستضاء بہ   مھند من سیوف اللہ مسلول

رسول اللہ دست خدا کی کھنچی ہوئی   ایک ہندی تلوار ہین جس سے روشنی حاصل کیجاتی ہے

فی فتیۃ من قریش قال قائلھم   ببطن مکۃ لما اسلموا زولوا

قریش کے نوجوانون مین سے ایک نے   مکہ مین اسلام لانے کے بعد کہا ہجرت کرجاؤ

تو آپ نے صحابہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کعب کے ان اشعار کو سنو،

آپ نے اس قصیدے کے صلے مین اون کو خود اپنی چادر عطا فرمائی، جس کو امیر معاویہ نے خرید لیا اور اون کے بعد تمام خلفا عیدین مین وہی چادر اوڑھکر نکلتے تھے،[1]

لیکن اس شاعرانہ ذوق کے ساتھ صحابہ کرام نے اپنے اصلی منصب کو فراموش نہین کیا، اسلیئے ادبی حیثیت کے ساتھ زیادہ تر اخلاقی حیثیت سے اشعار عرب کی ترویج و اشاعت کی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ فرمان بھیجا،

مرمن قبلک بتعلم الشعر فانہ یدل علی معالی   لوگون کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو، کیونکہ وہ اخلاق کی

الاخلاق وصواب الرای ومعرفۃ الانساب[2]   بلند باتون صحیح رائے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہین

---

[1] آغانی و استیعاب و اصابہ تذکرہ حضرت کعب ابن زہیرؓ [2] کتاب العمدہ جلد اصفحہ ۱۰،

تمام اضلاع مین جو حکم بھیجا اوس کے الفاظ یہ تھے،

علموا اولادکم العوم والفروسیۃ ورووھم	اپنی اولاد کو تیرنا، اور شہسواری سکھاؤ اور ضرب المثلین
ما سار من المثل وحسن من الشعر[1]	اور عمدہ اشعار یاد کراؤ،

بعض روایتون مین یہ الفاظ ہین،

رووھم من الشعر اعفہ	اون سے پاکیزہ اشعار کی روایت کرواؤ،

حضرت امیر معاویہؓ شعر کو ایک بہترین اخلاقی طاقت سمجھتے تھے، اور اسی بنا پر لوگون کو اوس کے یاد کرنے کی ترغیب دیتے تھے، چنانچہ ایک بار فرمایا،

یجب علی الرجل تادیب ولدہ والشعر	آدمی پر اپنی اولاد کی تادیب فرض ہے، اور ادب کا
اعلی مراتب الادب،	بلند ترین مرتبہ شعر ہے،

ایک بار اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر لوگون کو ہدایت کی،

اجعلوا الشعر اکبر ھمکم واکثر دابکم فلقد رایتنی	شعر کو اپنا سب سے بڑا مطمح نظر بنالو، اور اوسکے عادی
لیلۃ الھریر بصفین وانا ارید الھرب لشدۃ البلوی	ہو جاؤ، کیونکہ جنگ صفین مین لیلۃ الہریر کو مینے بھاگنا چاہا
فما حملنی علی الاقامۃ الا ابیات عمرو بن الاطنابۃ[2]	تو مجھکو عمرو بن الاطنابہ کے اشعار نے ثابت قدم رکھا،

صحابہ کرام نے شعر و شاعری کے وہ تمام عیوب بھی مٹا دیئے جو بد اخلاقی کی طرف منجر ہوتے تھے، مثلاً صحابہ کرام کے زمانے تک تمام عرب مین یہ طریقہ جاری تھا کہ شعراء علانیہ شریف عورتون کا نام اشعار مین لاتے تھے اور اون سے اپنا عشق جتاتے تھے

[1] کتاب البیان والتبیین مطبوعۂ مصر جلد ا صفحہ ۲۱۳، [2] کتاب العمدہ جلد ا صفحہ ۱۰،

لیکن حضرت عمرؓ نے اس طریقہ کو بالکل مٹا دیا اور اسکی سخت سزا مقرر کی، اسی طرح ہجو گوئی کو بھی ایک جرم قرار دیا اور حطیہ کو جو مشہور ہجو گو تھا، اس جرم مین قید کر دیا لیکن ان تمام باتون کے ساتھ اہل ادب نے یہ تسلیم کیا ہو کہ زمانۂ اسلام مین شاعری دفعتہ اپنے اوج کمال سے گر گئی، اور صحابہ کرام نے اوس کو بحیثیت فن کے کسی قسم کی ترقی نہین دی، بس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ عرب مین فخر و غرور، جنگجوئی، انتقام اور عشق و ہوس وغیرہ شاعری کا اصلی عنصر تھے اور اسلام نے ان تمام اخلاقی برائیون کو مٹا کر صحابہ کرام کو خیر مجسم بنا دیا تھا، اسلئے اون کی ذات مین خیر و شر کے یہ دونون متضاد عناصر جمع نہو سکے چنانچہ اصمعی نے صاف صاف کہدیا،

الشعر نکد بابہ الشر فاذا دخل في الخير ضعف هذا حسان بن ثابت فحل من فحول الجاهلية فلما جاء الاسلام سقط شعره[1]	شعر کو نیکی سے کوئی تعلق نہین، اوس کا دروازہ برائی ہو جب وہ نیکی کے دروازے مین داخل ہوتا ہے تو کمزور ہو جاتا ہو، مثلاً حسان بن ثابت کا شمار جاہلیت کے اکابر شعرا مین تھا لیکن جب اسلام آیا تو اونکے اشعار پست ہو گئے،



[1] طبقات الشعرا لابن قتیبہ تذکرہ حسان بن ثابتؓ،

خطابت

اور

زور تقریر

اہل عرب مین ابتدا ہی سے خطابت اور تقریر کا ملکہ موجود تھا، اور خود زمانہ جاہلیت مین بڑے بڑے خطبار گذر چکے تھے، لیکن اس قوت سے جو کام لیے جا سکتے تھے زمانہ جاہلیت مین اُنکا دائرہ محدود تھا، اسلیئے اس زمانے مین خطابت اور زور تقریر کو وہ اقتدار واثر حاصل نہ ہو سکا، جو شعر و شاعری کو حاصل تھا، لیکن زمانۂ اسلام مین یہ حالت بدل گئی، اور سیاسی واقعات، اور غزوات، وفتوحات نے عرب کی پرجوش طبیعتون کے لیے بہت سے نئے میدان کھول دئیے، جن مین اون کو زبان آوری کے جوہر دکھانے کا موقع ملا، اس بنا پر اسلام کے بعد اگرچہ عربی شاعری مین زمانہ جاہلیت کا زور باقی نہ رہا تاہم اوس کی طاقت خطابت اور تقریر کی طرف منتقل ہو گئی، اور صحابہ کرام کی حقیقی زندگی کے پہلے ہی دن سے اس کے کامیاب نتائج ظاہر ہونے لگے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد صحابہ کرام مین جو خطرناک اضطرابی حالت پیدا ہو گئی، اوس کے

مٹانے کے لیئے حضرت ابوبکرؓ نے جو خطبہ دیا وہ صرف چند فقرون پر مشتمل تھا،

الامن کان یعبد محمدا فان محمدا	ہان! جو لوگ پرستاران محمدؐ تھے، اون کو معلوم ہوجانا
صلعم قد مات ومن کان یعبد اللہ	چاہیئے کہ محمدؐ وفات پاچکے، لیکن جو لوگ پرستاران
فان اللہ حی لایموت انک میت	خدا ہین اونکو معلوم ہوجانا چاہیئے کہ خدا زندہ ہے
وانہم میتون وما محمد الا رسول	مرانہین۔ خدا اپنے پیغبر سے خود کہتا ہے، تو مریگا
قد خلت من قبلہ الرسل افائن	اور تمام لوگ مرین گے، محمدؐ تو صرف ایک پیغبر تھے انکے
مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم	پہلے بھی اور پیغبر گذر چکے ہین تو کیا اگر وہ مرگئے، یا شہید
من ینقلب علی عقبیہ فلن	ہوگئے تو تم لوگ پھر جعبت قہقری کرجاوگے، یقین کرو کہ جو
یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ	لوگ مرتد ہوجائینگے وہ خدا کو کچھ نقصان نہ پہونچا ئینگے، اور
الشاکرین،	خدا شکر کرنیوالون کو جلد جزائے خیر دیگا،

لیکن انھین چند فقرون کا یہ اثر ہوا کہ روتے روتے لوگون کی ہچکیان بندہ گئین اور لوگ نکلے تو اس آیت کو پڑھتے ہوئے نکلے، اس کے بعد جب خلافت کے لیئے انصار ومہاجرین کے دو جتھے قایم ہوگئے اور انصار نے علانیہ کہا،

منا امیر ومنکم امیر،	ایک امیر ہم مین سے ہو اور ایک تم مین سے،

تو اون کی طرف سے حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک پر زور تقریر کی جس کے چند فقرے یہ ہین،

اما بعد فنحن انصار اللہ وکتیبۃ	ہم خدا کے انصار اور اسلام کی فوج ہین اور تم

الا سلام و انتم معاشر المهاجرين رهط — گروہ مہاجرین ہمارے یہاں نیاز مندانہ

وقد دفت دافة من قومكم فاذا هم يريدون — آئے اور اب وہی لوگ چاہتے ہین کہ ہماری

ان يختزلونا من اهلنا وان يحضنونا من الامر — بیخ کنی کرین اور خلافت سے ہمین روکدین،

حضرت عمرؓ اس موقع پر تقریر کرنے کے لیئے پہلے سے تیار تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اون کو موقع نہین دیا اور خود تقریر کی جس کے چند فقرے یہ ہین،

لا ولكنا الامراء وانتم الوزراء — نہین، لیکن ہم امراء ہین اور تم وزراء تم بے شبہہ

فانتم له اهل ولن يعرف هذا الامر — اوس کی اہلیت رکھتے ہو، تمام عرب صرف قریش

الا لهذا الحي من قريش هم اوسط — کو خلافت کا مستحق سمجھتا ہے، کیونکہ وہ خاندان و نسب کے

العرب نسبا ودارا[1]، — لحاظ سے افضل ترین عرب ہین،

حضرت عمرؓ کو اپنی تقریر پر بڑا ناز تھا، لیکن اس تقریر کو سنکر اونھون نے اعتراف کیا،

فكان هو احلم مني واوقر والله ما — وہ تقریر کرنے مین مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے

ترك من كلمة اعجبتني في تزويري — خدا کی قسم جن فقرون پر مجھکو ناز تھا اون مین ایک کو

الا قال في بديهته مثلها او افضل — بھی اونھون نے نہین چھوڑا، بلکہ فی البدیہہ ویسے ہی

منها، — یا اون سے بہتر فقرے کہے،

حضرت عمرؓ نے فرائض خلافت اور فتوحات کی وسعت کی وجہ سے سیاسی معاملات کے متعلق جو تقریرین کی ہین، اون مین ایک طرف تو اسقدر جامعیت

[1] بخاری کتاب المناقب باب فضل ابی بکر و کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنی اذا احصنت،

سادگی، روانی اور وضاحت پائی جاتی ہے، کہ ایک بچہ بھی اون کے مفہوم کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے، دوسری طرف اسقدر زور قوت اور جوش واثر پایا جاتا ہے کہ سننے والون کے دل لرز اوٹھتے ہین،

مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ اونھون نے جو خطبہ دیا اوس کے ابتدائی فقرے یہ تھے

اللھم انی غلیظ فلینی اللھم انی ضعیف	خداوندا مین سخت ہون مجھکو نرم کر مین ضعیف ہون
فقونی الا وان العرب جمل انف	مجھے قوی بنا ہان! عرب ایک سرکش اونٹ ہے
وقد اعطیت خطامه الا وانی	جس کی مہار میرے ہاتھ مین دیدی گئی ہے، ہان
حامله علی المحجة،	مین اوسکو سیدھی راہ پر چلاؤنگا،

ایک بار ایک تقریر کی جس مین امرا و عمال سے ان پرزور الفاظ مین خطاب کیا،

الا وانی لم ابعثکم امراء ولا جبارین	ہان! مین نے تم کو نہ امیر بناکر بھیجا نہ ظالم و مستبد
ولکن بعثتکم ائمة الهدی یهتدی	مین نے صرف تم کو امیہ ہدی بناکر بھیجا تاکہ تم سے
بکم ولا تغلقوا الابواب دونهم فیاکل	ہدایت حاصل کیجائے، رعایا پر اپنے دروازے
قویهم ضعیفهم[1]،	بند نہ کرو، کہ قوی ضعیف کو کھاجائے،

حضرت عثمانؓ نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ جب پہلی تقریر کرنا چاہی تو چونکہ پہلے سے تیار نہ تھے اسلئے خاموش ہوگئے، اور ان الفاظ مین معذرت کی،

نتم احوج الی الامام العادل	تم کو بولنے والے خلیفہ سے زیادہ انصاف کرنے

[1] کتاب الخراج صفحہ ۶۶ یہ ایک نہایت پرزور اور مطول تقریر ہے جس مین خلیفہ، عمال اور رعایا کے حقوق و فرائض بیان کیے ہین،

من الامام القایل — والے خلیفہ کی ضرورت ہی،

لیکن تمام اہل ادب متفق اللفظ ہین کہ اِس سے زیادہ بلیغ معذرت آج تک کسی نے نہین کی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اکثر خطبے زہد و قناعت پر دئیے ہین، جو ادب و محاضرات کی کتابون مین منقول ہین، ان خطبون مین اگرچہ عموماً سلاست و روانی پائی جاتی ہی، لیکن زور بلاغت کا عالم وہان نظر آتا ہی، جہان اونھون نے پولٹیکل تقریر کی ہے اور قوم کو جنگ پر ابھارا ہی، مثلاً

ایھا الناس المجتمعۃ ابدانھم المختلفۃ	اے وہ لوگو جنکے جسم تو متحد ہین لیکن مقاصد مختلف ہین
اھوائھم کلامکم یوھن الصم الصلاب	تمھاری باتون سے تو پتھر کی چٹانین چور چور ہو جاتی ہین
وفعلکم یطمع فیکم عدوکم × × وددت	لیکن تمھارے افعال تمھارے دشمنون کو تم پر چیرہ دستی کی
واللہ ان لی بکل عشرۃ منکم رجلا	طمع دلاتے ہین، خدا کی قسم اگر تمھارے دس آدمیون کے بدلے
من بنی فراس بن غنم صرف الدینار	مین مجھے بنی فراس بن غنم کا ایک آدمی بھی ملتا تو مین ایک
بالدرھم،	اشرفی کو ایک درہم کے بدلے مین دیدیتا،

صحابہ کرام نے اپنی اِس قوت تقریر سے بڑی بڑی مذہبی خدمتین انجام دی ہین، حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کو رسول اللہ صلعم نے صرف کفار کی تقریرون کے جواب دینے کے لیئے مامور فرمایا تھا، اسلیئے وہ خطیب رسول اللہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے،

---

[1] عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۱۵،

مسیلمہ کذاب مدینہ مین آیا، تو آپ اوس کے پاس تشریف لیگئے اور ابتدائی سوال وجواب کے بعد یہ کہکر چلے آئے کہ "یہ ثابت بن قیس ہین، جو میری طرف سے تمہارا جواب دینگے"[1] اقرع بن حابس وغیرہ جب اپنے خطباء وشعراء کے ساتھ آپکی خدمت مین مناظرہ کے لئے آئے تو انہی نے اون کے خطیب کا جواب دیا، اور اقرع نے تسلیم کیا کہ وہ غالب رہے،[2] حضرت سہیل بن عمروؓ نہایت پرجوش خطیب تھے، حالت کفر مین وہ اسلام کی مخالفت مین تقریر کیا کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "ان کے نیچے کے اگلے دو دانت تڑوا دیجے کہ تقریر کرنے مین زبان نہ چلنے پائے" آپ نے فرمایا "مین مثلہ کرنا نہین چاہتا، ممکن ہو کہ اونکی تقریر سے کبھی اسلام کو بھی فائدہ پہونچے"[3]، چنانچہ وہ اسلام لائے، اور رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب تمام عرب مین ارتداد کی ہوا چل گئی تو اونھون نے قریش کے سامنے ایک مطول تقریر کی جس کے چند فقرے یہ ہین،

یا معشر قریش لا تکونوا آخر من	اے گروہ قریش یہ نہو کہ تم سب کے اخیر مین تو اسلام لائے
اسلم واول من ارتد واللہ ان	اور سب سے پہلے مرتد ہو جاؤ، خدا کی قسم یہ دین
ھذا الدین لیمتدن امتداد الشمس	وہان پہونچ جائے گا جہان سے چاند سورج
والقمر من طلوعھما الی غروبھما،	نکلتے اور ڈوبتے ہین،

چنانچہ اسی تقریر کے اثر سے تمام قبیلہ قریش اسلام پر قائم رہا،[4]

صحابہ کرام ہجرت کرکے حبش کو گئے، تو کفار نے اون کو وہان سے واپس لانے

[1] بخاری کتاب المغازی باب قصۃ الاسود العنسی، [2] اسد الغابہ تذکرہ اقرع بن حابس، [3] کتاب البیان والتبین للجاحظ جلد ا صفحہ ۲۲۲، [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ،

کے لیے مخفی طور پر بہت سی تدبیرین کین، لیکن حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو جس موثر اور واضح طریقہ سے بیان کیا، اوس نے اون کی تمام تدبیرون کو بے اثر کر دیا، اونھون نے کہا کہ اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریان کرتے تھے، قطع رحم کرتے تھے، اور ہمسایون کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے، ہم مین جو لوگ توی تھے، وہ ضعیف کو کھا جاتے تھے، یہ حالت تھی کہ خدا نے ہمارے پاس ایک پیغمبر بھیجا، جو ہمین مین سے تھا، اور ہم اوس کے نسب، راستبازی، امانت اور پاکبازی سے واقف تھے، اوس نے ہم کو خدا کی طرف بلایا، کہ اوسکو ایک سمجھین، اوسکی عبادت کرین، اور ہم اور ہمارے آبا و اجداد جن پتھرون اور بتون کو پوجتے تھے، اونکی پرستش چھوڑ دین، اوس نے ہم کو سچائی، امانت داری اور صلہ رحمی کی تعلیم دی اور ہمسایون کے ساتھ سلوک کرنے اور محرمات اور خونریزی سے بچنے کا حکم دیا، بدکاری اور دروغ بیانی سے روکا اور یتیمون کے مال کھانے اور عفیفہ عورتون پر تہمت لگانے سے منع کیا، اور ایک خدا کی عبادت کرنے، نماز پڑھنے، زکوۃ دینے اور روزہ رکھنے کی ہدایت کی، پس ہم نے اوس کی تصدیق کی، اوسپر ایمان لائے، اور اوس کا اتباع کیا ہم نے تنہا خدا کو پوجا، اوس نے جن چیزون کو ہم پر حرام کیا، ہم نے اوس کو حرام سمجھا، اور جن چیزون کو حلال کیا ہم نے اوس کو حلال قرار دیا، اسلیئے ہماری قوم نے ہم پر دست تعدی دراز کیا ہم کو اذیتین دین، اور ہم کو ہمارے دین سے برگشتہ کرنا چاہا تاکہ ہم کو خدا کی عبادت سے پھیر کر بتون کی پرستش کی طرف لائین، اور جن ناپاک چیزون کو

ہم پہلے حلال سمجھتے تھے اب بھی اون کو حلال سمجھین، تو جب اونھون نے ہم پر جبر وظلم کیا، ہم کو تکلیفین دین، اور ہمارے مذہب مین دست اندازیان کین تو ہم تیرے ملک مین چلے آئے اور سب لوگون پر تجھکو ترجیح دی، تیری ہمسائگی سے توقعات قایم کین اور یہ امید باندھی کہ تیرے پاس ہم پر ظلم نہ کیا جائیگا، اے بادشاہ! نجاشی نے یہ تقریر سنکر کہا کہ "تم کو کلام الٰہی کا کوئی ٹکڑا یاد ہے" حضرت جعفرؓ نے سورہ "کہیعص" کی چند ابتدائی آیتین پڑھین تو نجاشی پر یہ اثر پڑا کہ روتے روتے داڑھی تر ہو گئی، اور بے اختیار بول اوٹھا کہ "خدا کی قسم یہ اور وہ جو موسیٰؑ لائے، ایک ہی چراغ کے پرتو ہین، جاؤ، مین کبھی تمھین کفار کو واپس نہین دیسکتا"[1]



[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲،

خاتمہ

صحابہ کرام کا اثر

صحابہ کرام کی موثر زندگی کے تمام خال وخط تمھارے سامنے آگئے، اون کے مذہب، اخلاق، اور معاشرت کی روشن مثالین تمھاری نگاہ سے گذر چکین، اونکی حکومت وسیاست کے تمام کارنامے تم نے پڑھ لئے، لیکن تمھارے دل نے اونکا کچھ اثر بھی قبول کیا؟ اگر ان اختران تابندہ کی روشنی نے تمھاری راتون کو دن نہین بنایا تو یہ تمھاری سیاہ بختی کی سب سے بڑی دلیل ہے لیکن ہر شخص تمھاری طرح سیہ گلیم اور سیہ بخت نہین ہوسکتا، آج سے تیرہ سو برس پہلے صحابہ کرام کے مختلف فضائل نے سیکڑون اشخاص کو اپنا گرویدہ بنایا، اور اون کے مذہبی، اخلاقی اور علمی اثرات نے دلون کے اندر کی دنیا کو تہ وبالا کردیا، اگر تم خود صحابہ کرام کے مذہب، اخلاق، اور معاشرت وغیرہ کا اثر قبول نہین کرتے تو کم ازکم دوسرون کی تقلید ومثال سے تو تم کو عبرت وبصیرت حاصل کرلینا چاہیئے،

صحابہ کرام کا مذہبی اثر، حضرت جندب بن کعبؓ نے ایک جادوگر کو ایک حدیث کے بموجب قتل کردیا اور اس جرم میں اون کو ولید بن عقبہ بن ابی معیط گورنر کوفہ نے سزائے قید دیدی، لیکن جیلر اون کے صوم وصلوۃ کی پابندی سے اس قدر متاثر ہوا کہ خود اون کو رہا کردیا، [1]

رسول اللہ صلعم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل بناکر روانہ فرمایا، وہان پہونچکر اونھون نے نماز فجر مین بلند آہنگی کے ساتھ تکبیر کہی، تو حضرت عمرو بن میمون الازدی پر اس کا جو اثر پڑا اوس کو وہ خود بیان کرتے ہین،

فالقیت محبتی علیہ فما فارقتہ حتی دفنتہ بالشام، | مین ہمہ تن اونکا عاشق ہوگیا اور اوس وقت تک اوکی صحبت سے الگ نہ ہوا جب تک شام مین اونکو دفن کرلیا،

اون کے بعد یہ روحانی اثر اون کو کھینچ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لایا، اور تا دم مرگ اون کی خدمت سے الگ [2] نہوئے،

صحابہ کرام کو جو مذہبی عزت حاصل تھی اوس کا یہ اثر تھا کہ لوگ اون کے پاس آکر طالب دعا ہوتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت انس بن مالکؓ کے پاس بصرہ سے کچھ لوگ آکر طالب دعا ہوئے، اور اونھون نے دعا کی، [3]

حضرت عائشہؓ کی خدمت مین لوگ چھوٹے چھوٹے بچون کو لاتے تھے اور وہ اونکے لئے دعائے برکت کرتی تھین، [4]

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت جندب بن کعبؓ، [2] ابو داود کتاب الصلوۃ باب اذا اخر الامام الصلوۃ عن الوقت، [3] ادب المفرد باب [4] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن،

امراے بنو امیہ پر صحابہ کرام کا یہ اثر تھا کہ یہ لوگ مذہبی معاملات مین اون کی اقتدا کو اپنا فرض سمجھتے تھے، چنانچہ ایک بار عبد الملک بن مروان نے حجاج کو لکھ بھیجا کہ مناسک حج مین حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرنا، اس حکم کی بنا پر حجاج خود اون کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ کیا ارشاد ہی؟ بولے کہ "اب چلنا چاہیئے" اوس نے کہا اس وقت" بولے "ہان" بولا "بدن پر پانی ڈال لون تو حاضر ہون[1]"۔

یہ اثر نہ صرف مسلمانون پر بلکہ کفار پر بھی پڑتا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے صحن خانہ مین ایک مسجد بنالی تھی، اور اوس مین نماز ادا کرتے تھے لیکن جب وہ نماز مین قرآن پڑھتے تھے تو کفار کے اہل و عیال اون کی رقت خیز آواز سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ خود کفار کو یہ خوف پیدا ہو گیا، کہ کہین اون کے بچون اور بی بیون کو وہ شید اے اسلام نہ بنالین[2]،

حضرت ابو ایوب انصاریؓ قسطنطنیہ مین خود رومیون سے لڑ کر شہید ہوئے تھے تاہم اونکا یہ اثر تھا کہ جب قحط پڑتا تھا تو رومی اون کی قبر کے واسطے سے پانی برسنے کی دعا مانگتے تھے[3]،

صحابہ کرام کا اخلاقی اثر ہر مقدمہ مین گواہ کی ضرورت ہوتی ہی، لیکن صحابہ کرام کو اونکی دیانت نے اس سے مستثنٰی کر دیا تھا حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ پر ایک عورت نے غصب کا دعوی کیا، لیکن اونھون نے کہا جب سے مین نے رسول اللہ صلعم سے

[1] نسائی کتاب الحج باب الرواح یوم عرفہ، [2] بخاری باب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیق، [3] حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۱۰۰،

یہ سُنا ہی کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی ایک بالشت بھر زمین لیگا خدا زمین کے ساتون طبق کو اوس کے گلے کا طوق بنائیگا، مین نے اس کی زمین کا کوئی حصہ نہین لیا، مروان کے یہان مقدمہ پیش تھا اوس نے کہا اب مین آپ سے گواہ نہین مانگتا،[1]

امرا و سلاطین تو پھر بھی مسلمان تھے سب سے زیادہ یہ اثر کفار پر پڑتا تھا،

حضرت ابو بکرؓ کفار مکہ کو چھوڑ کر نکلے تو راہ مین ابن الدغنہ مل گیا جو عرب مین سید القارہ کے خطاب سے ممتاز تھا، اوس نے پوچھا "کہان جاتے ہو؟ بولے" مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے، اب سیاحت کر کے خدا کی عبادت کرونگا" اوس نے کہا تم جیسا شخص نہ وطن سے نکل سکتا نہ نکالا جا سکتا تم غریبون کے لیئے مال پیدا کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو قوم کی دیت و تاوان کا بار اوٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصائب قومی مین اعانت کرتے ہو، مین تمھارا ضامن ہون، چلو اور اپنے ملک مین خدا کی پرستش کرو،" چنانچہ وہ پلٹے اور چند شرایط کے ساتھ کفار نے اون کو عبادت گذاری کی اجازت دیدی،[2]

حضرت نعیم بن عبداللہ النحامؓ نہایت فیاض صحابی تھے، اور قبلیہ بنو عدی کی بیواؤن اور یتیمون کی پرورش کرتے تھے، کفار پر اون کی اس نیکی کا یہ اثر تھا کہ جب اونھون نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک لیا، اور کہا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو، اگر کوئی تم سے تعرض کرے گا تو سب سے پہلے ہماری جان

---

[1] مسلم کتاب البیوع باب تحریم الظلم وغصب الارض، [2] بخاری باب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیق فی عہد النبی وعقدہ،

تم پر قربان ہوگی[1]"

صحابہ کرام کا علمی اثر، صحابہ کرام کو علمی فیوض و برکات نے ایک چشمۂ شیریں بنادیا تھا جس کے گرد تشنگان علم کا ہمیشہ مجمع رہتا تھا، حضرت قزعہ کا بیان ہے کہ "میں حضرت سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فتوی دے رہے تھے، اور لوگ اون پر ٹوٹے پڑتے تھے، میں نے انتظار کیا جب بھیڑ بھاڑ چھٹی تو میں نے خود اپنا سوال پیش کیا[2]"۔

حضرت سبیع بن خالد کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں ایک تجارتی مقصد سے آیا مسجد میں جاکر دیکھا کہ جوق جوق لوگ ایک مشہور اور نمایاں شخص کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حجازی آدمی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے مجھے آنکھیں دکھائیں اور کہا کہ "تم ان کو نہیں جانتے؟ یہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں سے ہیں[3]"۔

حضرت ابو ادریس خولانی کا بیان ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک جوان جس کے دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں لوگوں کا پیشوا ہے، لوگ اگر کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو اوسکی سند پکڑتے ہیں اور وہ جو کہدیتا ہے اوس پر رک جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا معاذ ابن جبلؓ[4]"۔

صحابہ کرام کی علمی عزت و اثر کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اگر کسی کو صحابہ کرام سے کچھ پوچھنا ہوتا تھا تو وہ دوسروں سے اعانت و سفارش کا خواستگار

---

[1] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۳۳ تذکرہ حضرت نعیم بن عبداللہ النحامؓ [2] ابوداود کتاب الصیام باب فی الصوم فی السفر، [3] ابوداود کتاب الفتن [4] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ،

ہوتا تھا، ہلال عزمی کو حضرت انس بن مالکؓ سے ایک حدیث دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو اونھون نے حضرت ثابتؒ کو شفیع بنایا،[1]

حضرت عایشہ بنت طلحہ نے حضرت عایشہؓ کے دامن تربیت مین پرورش پائی تھی اونکا بیان ہے، کہ لوگ دور دور سے اون کے پاس حاضر ہوتے تھے، اور چونکہ مجھکو حضرت عایشہؓ سے تقرب حاصل تھا اسلئے بوڑھے بوڑھے لوگ میرے پاس آتے تھے، جوان لوگ مجھ سے بھائی چارہ کرتے تھے، اور مجھکو ہدیہ دیتے تھے، اور اطراف ملک سے خطوط بھیجتے تھے، جب میرے پاس کوئی خط آتا تو مین کہتی کہ "اے خالہ یہ فلان کا خط ہے اور فلان کا ہدیہ" فرماتین کہ "جواب لکھدو اور ہدیہ کا معاوضہ دیدو"[2]

عوام تو عوام امرا وسلاطین کی مغرور گردن بھی صحابہ کرام کے علمی اثر کے سامنے جھک جاتی تھی، ایک بار امیر مکہ نے رویت ھلال کے متعلق خطبہ دیا اور اخیر مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "تم مین ایک ایسا بزرگ ہے جو خدا اور رسول کے احکام کا مجھ سے زیادہ عالم ہے"[3]

خلفاء حضرت امینؓ کی فصاحت بیانی اور طلاقت لسانی کے اسقدر گرویدہ تھے کہ اون کو خلیل الخلفاء کہا جاتا تھا، باوجودیکہ اون کے جسم پر برص کے داغ تھے، تاہم عبدالعزیز بن مروان گورنر مصر اون کو اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلاتا تھا،[4]

صحابہ کرام کا عام اثر، صحابہ کرام اگرچہ دنیوی حیثیت سے ایک فقیر بینوا تھے، لیکن عام اثر نے

[1] مسلم کتاب الطہارۃ باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار، [2] ادب المفرد باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن، [3] ابوداود کتاب الصیام باب شہادۃ رجلین علی رویۃ ہلال شوال، [4] حسن المحاضرہ للسیوطی جلد ا صفحہ ۱۷۰،

اون کو بادشاہ بنادیا تھا، اسلئے جہان جاتے تھے نہایت دھوم دھام سے اون کا استقبال ہوتا تھا، حضرت انس بن مالک شام کو گئے تو لوگ عین التمر تک استقبال کو آئے[1]،

ایک شخص حج کو جارہے تھے، راہ مین حضرت ابو ذر رض مل گئے اور باہم کچھ سوال وجواب ہوا، اونھون نے مکہ پہونچ کر دیکھا کہ لوگون نے ایک شخص کو گھیر لیا ہے، بھیڑ بھاڑ کو چیرتے پھاڑتے وہان تک پہونچے تو دیکھا کہ وہی بزرگ ہین جو مقام ربذہ مین ملے تھے یعنی ابو ذر رض[2]،

ایک بار حضرت ابن عمر رض کے ہاتھ ایک شخص نے اپنا مریض اونٹ فروخت کیا، اوسکا دوسرا شریک آیا تو اوس نے کہا کہ "مین نے ایک بڈھے کے ہاتھ جو ایسا ایسا تھا اونٹ کو بیچ دیا"، اوس نے کہا کہ "غضب کیا وہ ابن عمر تھے"، وہان سے دوڑا ہوا آیا اور اونٹ کو واپس لے جانا چاہا، مگر حضرت ابن عمر رض نے خود ہی واپس کرنا پسند نہین کیا[3]،

ایک بار حضرت بلال رض کے بھائی نے ایک عرب گھرانے مین شادی کرنی چاہی، اون لوگون نے کہا کہ "اگر بلال رض آئین تو ہم شادی کرسکتے ہین"، حضرت بلال رض آئے تو کہا کہ "مین بلال ابن ریاح ہون، اور یہ میرا بھائی ہے، لیکن اس کی مذہبی اور اخلاقی حالت اچھی نہین ہے، اسلئے تمھین نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے"، اون لوگون نے کہا کہ "تم جس کے بھائی ہو ہم کو اوس کے ساتھ نکاح کرنے مین کیا عذر ہوسکتا ہے؟"[4]

حضرت حارث بن ہشام رض ایک بار جہاد کی غرض سے شام کو روانہ ہوئے، تمام

---

[1] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب جواز صلوٰۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت، [2] موطاے امام مالک کتاب الحج باب جامع الحج
[3] بخاری کتاب البیوع باب شری الابل الہیم، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت بلال رض،

مکہ مین کہرام مچ گیا، اور تمام لوگون نے اون کی مشایعت کی، جب وہ مقام بطحا رمین پہونچے تو کھڑے ہو گئے، اور لوگ اون کے گرد کھڑے ہو کر رونے لگے،[1]

حضرت امیر معاویہؓ حضرت اکدرؓ کی نہایت عزت کرتے تھے، اور چونکہ اپنی قوم پر اونکا نہایت اثر تھا، اسلئے اون کے ذریعہ سے اون کی قوم کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے تھے جب مروان نے مصر کا محاصرہ کیا تو اونھون نے اپنی قوم کو اوس کے خلاف میدان جنگ مین لاکر کھڑا کر دیا، مروان نے اہل مصر سے مصالحت کرلی، اور حضرت اکدرؓ کو ایک حیلے سے بلاکر قتل کروا دیا، جب وہ قتل ہوگئے تو تمام فوج نے شور کیا کہ اکدرؓ قتل ہوگئے،، اس آواز کا سننا تھا کہ اسی ہزار آدمیون نے مروان کے محل کو گھیر لیا، یہان تک کہ مروان نے اون کے خوف سے دروازہ بند کرلیا،[2]

ایک بار حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ مسجد اقصی مین نماز ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو اور لوگ بھی اون کے ساتھ ساتھ ہوگئے، اونھون نے پوچھا کہ تم لوگ کیون آتے ہو؟ بولے صرف اس لئے کہ آپ رسول اللہ صلعم کے صحابی ہین، ہم چاہتے ہین کہ آپ کے ساتھ چلین اور آپ کو سلام کرین،[3]

بدو نہایت وحشی، خودغرض اور بے تعلق ہوتے ہین، لیکن وہ بھی اس شدت کے ساتھ صحابہ کرام کے گرویدہ تھے کہ ایک بار حضرت براء بن عازبؓ اونٹ کی تلاش مین صحرا مین پہونچے تو بدوُن نے گھیر لیا اور اون کے گرد طواف کرنے لگے،[4]

---

[1] استیعاب تذکرہ حضرت حارث بن ہشامؓ، [2] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۵ ، حضرت اکدرؓ مخضرمی صحابی تھے، یعنی رسول اللہ صلعم کو حالت کفر مین دیکھا لیکن آپ کے وصال کے بعد اسلام لائے، [3] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۴۲، [4] ابوداود کتاب الحدود باب فی الرجل یسرنی بحریمہ،

امرا و سلاطین کا گروہ سخت مغرور ہوتا ہی، لیکن صحابہ کرام کے سامنے انکا نشۂ غرور بھی بالکل اوتر جاتا تھا، ایک بار زمانہ حج مین حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاؤن مین نیزے کی نوک چبھ گئی، حجاج خود عیادت کو آیا، اور کہا کہ "کاش ہم کو اوس شخص کا پتہ لگ جاتا، جس کے نیزے سے آپ کے پاؤن مین زخم لگا ہے" بولے "یہ تمھارا ہی قصور ہی کہ تم نے حدود حرم مین ہتیار لانے کی اجازت دی"،[1]

ایک بار اونھون نے عبد الملک بن مروان کو خط لکھا اور طریقۂ سنت کے موافق پہلے اپنے نام سے ابتدا کی عبد الملک کے حاشیہ نشینون نے کہا کہ "یہ بے ادبی ہے" عبد الملک نے کہا "اون کی ذات سے یہی غنیمت ہی"[2]

نہ صرف صحابہ، بلکہ صحابہ کے ادنٰی درجہ کے متوسلین تک بھی امراء و سلاطین کی نگاہ مین معزز ہو جاتے تھے،

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز شام مین لوگون کا وظیفہ تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص اس غرض سے حاضر ہوا اور کہا کہ "مین قریش سے ہون" اونھون نے کہا کہ "قریش کی کس شاخ سے ہو؟ بولا "بنو ہاشم سے"، فرمایا بنو ہاشم کے کس خاندان سے ؟ بولا "مین علی ابن ابی طالب کا غلام ہون"، اونھون نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ "مین بھی علی کا غلام ہون" پھر اپنے خزانچی سے کہا کہ غلامون کو کیا وظیفہ دیا جاتا ہے؟ اوس نے کہا "سو سے دو سو درہم تک"، فرمایا "یہ علی ابن ابی طالب کا غلام ہے، اِس کو ۵۰ دینار دو"

---

[1] بخاری کتاب العیدین باب ما یکرہ من حمل السلاح فی العید والحرم، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،

پھر کہا کہ "اب اپنے ملک مین جاو ہر سال تم کو اس قدر رقم پہونچتی رہیگی، جتنی غلامونکو ملتی ہے[1] ''

خوارج کا مذہب ہی کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت قبول نہو گی، صحابہ کرام کا اثر عقائد پر

ایک بار خوارج کا ایک گروہ حج کے لیئے روانہ ہوا اور مدینہ پہونچا تو دیکھا کہ حضرت جابر ابن عبداللہ رض حدیث کی روایت کر رہے ہین، جہنمیون کا ذکر آیا تو اونھون نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ خدا ایک قوم کو شفاعت کے ذریعہ سے جہنم سے نکالیگا" یزید فقیر بھی خوارج کے گروہ مین شامل تھے، اونھون نے اعتراض کیا، کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہین؟ خدا خود کہتا ہی،

انك من تدخل النار فقد اخزيته	تو نے جس کو جہنم مین ڈالدیا پھر اوسے رسوا کر
كلما ارادوا ان يخرجوا منها	چھوڑ دیا جب جب وہ لوگ جہنم سے نکلنے کا قصد
اعيدوا فيها،	کرینگے اوس مین لوٹا دیئے جائین گے،

بولے تم قرآن پڑھتے ہو؟ اونھون نے کہا "ہان" بولے "رسول اللہ صلعم کے اوس مقام کو بھی جانتے ہو، جہان خدا آپ کو مبعوث کرے گا؟ کہا "ہان" بولے "یہ آپکا وہی مقام محمود ہے جس کی برکت سے خدا جس کو چاہیگا جہنم سے نکالے گا، اس کے بعد اور وقایع قیامت کا ذکر کیا، تو لوگون پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ سب نے کہا "بھلا یہ بڈھا جھوٹی روائتین بیان کر سکتا ہے، چنانچہ یہ لوگ پلٹے تو ایک آدمی کے سوا کوئی دوسرا

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز،

شخص خارجی نہ رہ سکا،

صحابہ کا اثر سیاست پر

اسلام کی تاریخ مین صحابہ کرام نے اپنی آزادانہ نکتہ چینی اور عملی مخالفت سے مختلف سیاسی انقلابات پیدا کر دئیے ہین،

ایک بار حضرت ابو مریم ازدی رضی حضرت امیر معاویہ رضی کے دربار مین حاضر ہوئے اون کو اون کا آنا ناگوار گذرا اور بولے کہ "ہم تمھارے آنے سے کچھ خوش نہین ہوئے" اونھون نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے ایک حدیث سنی ہے، مین آپ کے سامنے اوسکو بیان کرتا ہون، آپ نے فرمایا ہے کہ خدا جس کو مسلمانون کا والی بنادے وہ اگر اون کی حاجتون ضرورتون اور ناداریون سے (آنکھ بند کرکے) پردے مین چھپ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اوس کی حاجتون، ضرورتون اور ناداریون سے (آنکھ بند کرکے) آڑ مین چھپ جائیگا،[1] حضرت امیر معاویہ رضی پر اس کا یہ اثر ہوا کہ رعایا کی حاجت برآری کے لئے ایک مستقل شخص کو مقرر کر دیا،

ایک غلام ایک شخص کے باغ سے کھجور کا پودا چرالایا، اور اپنے آقا کے باغ مین لگا دیا، مروان بن الحکم اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، صاحب باغ نے غلام پر مقدمہ دایر کیا، اور مروان نے غلام کو حراست مین لے لیا، اور اوس کا ہاتھ کاٹنا چاہا، غلام کا آقا حضرت رافع بن خدیج رضی کی خدمت مین حاضر ہوا اور اس معاملہ کے متعلق گفتگو کی، اونھون نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ پھل کی چوری مین

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار، [2] ابو داود کتاب الخراج والامارۃ باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ،

ہاتھ نہین کاٹا جا سکتا، اوس نے کہا تو مروان کو بھی اس حدیث کی خبر کر دیجئے، وہ گئے اور مروان کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو اوس نے غلام کو رہا کر دیا،[1]

بیت المال سے مسلمانون کا جو وظیفہ مقرر تھا، اخیر زمانے مین اوس کی وصولی کے لیے ایک چک ملتی تھی جس پر لکھا ہوتا تھا، کہ فلان شخص کو اس قدر غلہ ملنا چاہیے، چنانچہ بعض لوگ یہ کرتے تھے کہ اس چک ہی کو فروخت کر ڈالتے تھے، چونکہ حدیث مین ہو کہ جب تک مال پر بائع کا قبضہ نہو جائے اوس کی بیع جائز نہین، اسلئے حضرت ابوہریرہؓ نے اسپر اعتراض کیا اور مروان نے حکم دیا کہ یہ طریقہ موقوف کر دیا جائے، راوی کا بیان ہو کہ اس حکم کی اس سختی کے ساتھ تعمیل کی گئی کہ مین نے پولیس کو دیکھا کہ لوگون کے ہاتھ سے ان رقعون کو چھین رہی ہے،[2]



UNIVERSITY LIBRARY

[1] ابوداود کتاب الحدود باب ما لا قطع فیہ، [2] مسلم کتاب البیوع باب بطلان المبیع قبل القبض،

دار المصنّفین اعظم گڈھ کی کتابین

علّامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم، حصہ اوّل طبع دوم تقطیع خرد ے، للعہ،

ایضًا حصہ دوم طبع اوّل تقطیع کلان للعہ، معہ،

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت سے،

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری اور انکا فلسفہ، عہ،

سیرۃ النعمان، امام اعظم کے حالات اور انکی فقہ پر تبصرہ عہ،

المامون، خلیفہ مامون کے حالات اور اسکی سلطنت دربار اور علمی کارنامون کی تفصیل، عہ،

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز اور قدما کا دور صفحہ ۲۵۸ سے،

ایضًا حصہ دوم، خواجہ فرید الدین عطار سے حافظ اور ابن یمین تک صفحہ ۳۰۲ عہ،

ایضًا حصہ سوم شعرائے متاخرین صفحہ ۲۲۳ عہ،

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضًا حصہ پنجم، اصناف شاعری پر ریویو، عہ،

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ۸،

سفرنامہ مصر و شام، مطبوعہ مطبع معارف عہ،

موازنہ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری کے محاسن ے،

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور اُنکے جوابات، عہ، ۱۲،

رسائل شبلی، مولنا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، عہ،

مجموعہ کلام شبلی، اُردو ۱۲،

مثنوی صبح امید، اُردو ۴،

مولنا حمید الدین صاحب فراہی

تفسیر سورہ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴،

تفسیر سورہ قیامہ، " " ۴،

تفسیر سورہ والشمس، " " ۴،

تفسیر سورہ والکفرون، " " ۴،

تفسیر سورہ والعصر، " " ۴،

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ ۱۰،

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو، ۵،

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲،

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ، ۸،

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اُردو نظم مین، ۲،

دیوان الفیض، ہندوستان کے مایۂ ناز اُستاد ادب مولنا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحہ ۲۰۸ عہ،

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر،

بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت
زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۔ ۱۲/

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی
خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے
فضائل ومناقب اور اُنکے اجتہادات وکمالات پر مفصل
تبصرہ ضخامت ۴۲۵ صفحے قیمت ۔

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۳/
دوسری ریڈر طبع دوم ۴/

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنت والجماعت
کے اصولی عقاید کی تحقیق ۴/

خلافت اور ہندوستان، خلفائے اسلام اور مسلمانان
ہند کے باہمی تعلقات کی تاریخ، آثار فرامین شاہی اور
سکوں کے ذریعہ سے تشریح وتفصیل ۴/

حیات امام مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور
انکی موطائے حدیث پر تبصرہ

بہادر خواتین اسلام ۲/

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، یعنی اموی خلیفہ عمر بن
عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور اُنکے عہد حکومت
کے تمام علمی، مذہبی اور سیاسی کارناموں اور اُنکے مجددانہ
اعمال کی تشریح وتوضیح صفحے ۱۹۰ قیمت

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اور
اخلاق کے پر اثر واقعات مستند حوالوں سے جنکو
پڑھکر آپکو معلوم ہوگا کہ انکی زندگی کتاب وسنت کا
عملی نمونہ تھی، قیمت

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے
حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح مجلد، غیر مجلد

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی
مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ
اور سنجیدہ ترجمہ مجلد

مذہب وعقلیات، اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ
مذہب وعقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں ۲/

مولوی عبد الماجد بی اے

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول
الیضاً قسم دوم

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے
انسانی کے اصول نفسیہ کا اُردو ترجمہ یہ کتاب پنجاب
اُردو آنرس کورس میں داخل کی گئی ہے صفحہ ۲۳۴

"ختم"

DUE DATE

BOOK
٩٢٠

Date | No.